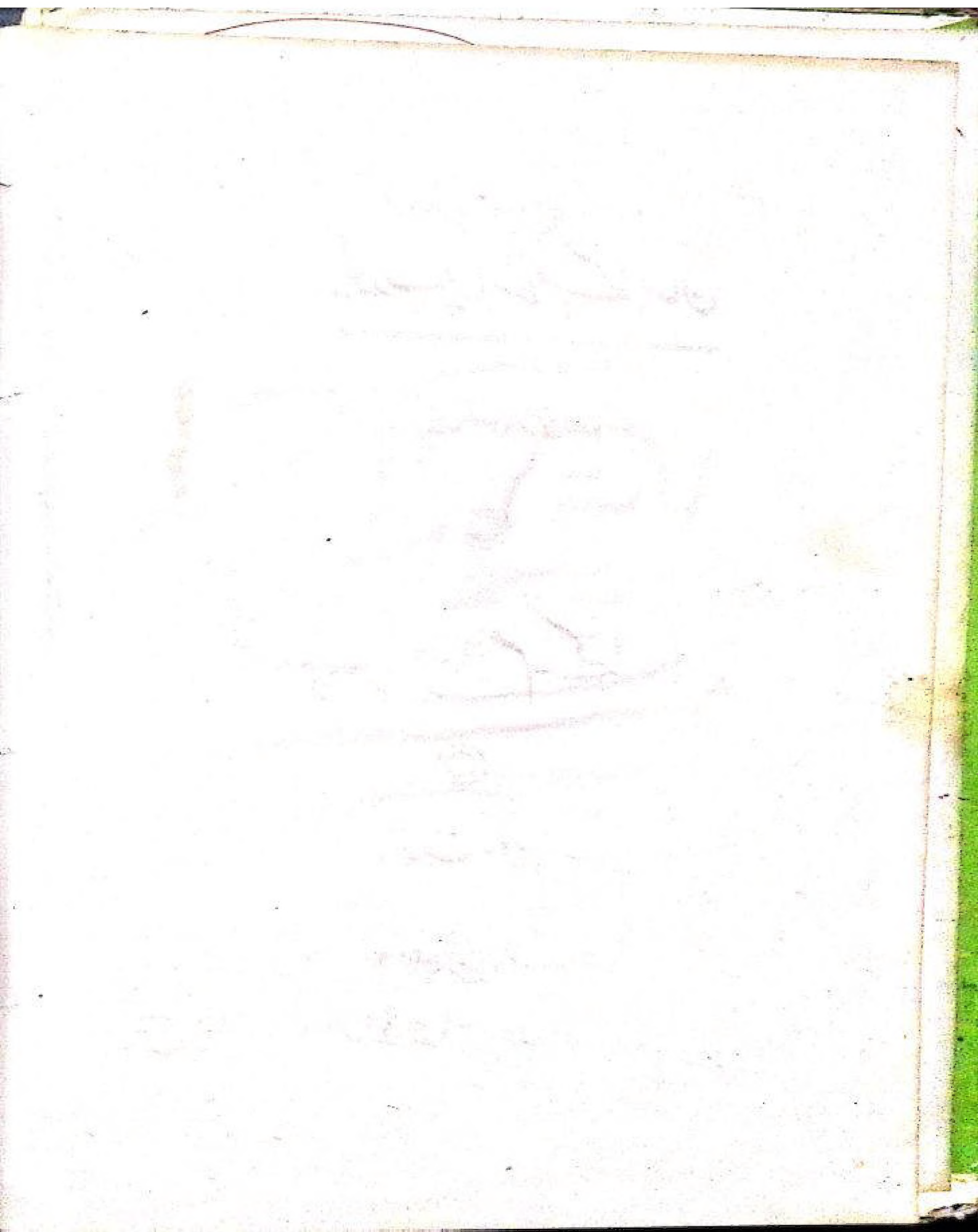




یورپ جہالت و حشت بربریت اور فلاکت کی دلدلوں میں تباہ فرق ڈوبا ہوا تھا۔ ہم نے اسے ان غلامیوں سے نکالا۔ علوم و فنون سے
دشمناس کیا۔ تہذیب تمدن کا سبق دیا اور عروج و عظمت کی راہ ہموار کی۔ یہ ایک کھلی داستان ہے جسے ڈاکٹر غلام جیلانی برقی نے پیش کیا۔



از تَخْلِیقَاتِ اَدَارَةِ مَعَارِفِ اِسْلَامِیہ کیمپئو

ع

آئینہ آیام میں آج اپنی ادا دیکھ



یورپ پر اسلام کے احسان



ڈاکٹر غلام بشیرانی بصرق - ایم اے - پی ایچ ڈی

—: ناشر: —

شیخ غلام علی آئینڈ سنٹر (پرائیویٹ) لمیٹڈ، پبلشرز،

لاہور ○ حیدر آباد ○ کراچی

جس حقوق بحق پیشہ محفوظ

طابع : شیخ نسیاز احمد

مطبع : غلام علی پرنٹرز

جامعہ اشرفیہ، اچھرہ، لاہور

مقام اشاعت :

شیخ غلام علی اینڈ سنز (پرائیوٹ) لمیٹڈ پبلشرز

ادبی مارکیٹ، چوک انارکلی، لاہور

نوٹ :
یہ کتاب کثیر النسخ ہے
مالک سید محمد عزیز دا
معالان میں اضافہ

شُکْرِیَّة

سید خالد محمود ایم اے۔ سی ایس پی،
ڈپٹی کمشنر اٹک نے مئی ۱۹۶۳ء میں یہاں
ایک علمی مجلس کی بنا ڈالی تھی۔ اور مجھے
فکرِ معاش سے آزاد کر کے تصنیف و تخلیق
پہ لگا دیا تھا۔ پچھلے آٹھ ماہ میں یہاں
مجلس کی دوسری تخلیق ہے۔
سید صاحب اس کا رخیر کے لئے
ساری قوم کے شکریہ کے مستحق ہیں

برق



سید خالد محمود کے بعد اس ادارہ کی سرپرستی میجر محمد اشرف صاحب
نے قبول فرمائی ہے۔ یہاں کی ڈسٹرکٹ کونسل، لارنس پور ملز کے
داؤد اور حمزہ کے رئیس اعظم بیٹے محمد داؤد خاں اس ادارہ کے بانی
ہے ان کا بہت شکر گزیدہ ہے۔

مُصَنَّف کی دیگر تصانیف

- ۱ - حکمائے عالم
- ۲ - سلاطینِ اسلام
- ۳ - دو قرآن
- ۴ - جہانِ نو
- ۵ - ہم اور ہمارے اسلاف
- ۶ - مَن کی دنیا
- ۷ - حیاتِ سکندر
- ۸ - ایک اسلام
- ۹ - حرفِ محرمہ
- ۱۰ - بھائی بھائی
- ۱۱ - لمعات
- ۱۲ - آئینِ فطرت
- ۱۳ - دو اسلام
- ۱۴ - اِنْفِعال
- ۱۵ - پیامِ ادب
- ۱۶ - دانشِ عمومی و سعدی
- ۱۷ - اللہ کی نادت
- ۱۸ - سیرتِ امامِ ابنِ تیمیہ (اردو)
- ۱۹ - " " (انگریزی)
- ۲۰ - گلہائے ایران

الفہرے

حرفِ تعارف

پرنسپل اشفاق علی خان الہمزہ - ایم اے ۰ پی ای ایس I
حرفِ اول

بابِ اول

۲۵	قرونِ وسطیٰ میں یورپ کی سیاسی حیثیت
۲۵	یورپ کے اصلی باشندے
۳۶	تاریخِ یورپ کے تین دور
۳۷	روم اور اٹلی
۳۷	تشکیلِ روم
۳۸	مسلا
۳۹	غربی روم کے بادشاہ
۴۲	قیصرِ روم
۴۸	یونان
۵۱	بطانہ مصر
۵۲	فرانس

۵۶

پین

۵۹

جرمنی

۶۲

برطانیہ

۶۷

روس

۷۰

سلی

۷۵

دوسرا باب

قرون وسطیٰ میں یورپ کی اخلاقی و معاشی حالت ۷۵

۸۵

اٹھارویں صدی میں برطانیہ کی حالت

۸۵

فرانس کی حالت

۸۶

پین میں مسلمانوں سے سلوک

۸۸

سلی میں مسلمانوں پر مظالم

۸۹

پیردان کو قتل کا قتل عام

۹۰

مذہبی عدالت

۹۰

مذہب برفیہ شمشیر

۹۰

جون آف آرک کا انجام

۹۱

ظالم یورپ

۹۱

بدچلن یورپ

۹۲

تاج محل گرانے کی تجویز

۹۲

عیسائیت میں مقام عورت

۹۳

عیسائیت کی علم دشمنی

۹۳

درگاہیں بند

۹۴

کتا میں جلانا

۹۸

تیرھویں صدی تک یورپ کے اہل قلم

۹۸

رومہ کے اہل قلم

۹۹

جرمنی کا ادب

۱۰۰

فرانس کا ادب

۱۰۰

انگریزی ادب

۱۰۱

عالم کشی

۱-۴

تفسیر باب

۱۰۸

خلفائے راشدین

۱۰۹

خلفائے اموی

۱۰۹

خلفائے عباسی

۱۱۱

سلاطین افریقہ

۱۱۲

خلفائے خاٹمی

۱۱۴

اسلامی سلطنت سپین میں

۱۱۴

خلفائے اموی (قرطبہ)

۱۱۶

بنو مخمور

۱۱۶

امراء عبادی

۱۱۶

بنو زیری

۱۱۶

بنو ہخامور

۱۱۸

بنو ذی النون

۱۱۸

بنو حار

۱۱۹

امرائے تجیبی و ہودی

۱۱۹

امرائے دانیہ

۱۲۰

بنو نصر

۱۲۲

پچوتھا باب

۱۲۲

قرون وسطیٰ میں اسلامی تہذیب و تمدن

۱۲۶

یورپ اور قیصر ہارے باجگذار تھے

۱۲۹

بلند اخلاقی

۱۳۲

اسلامی اثرات یورپ میں

۱۳۶

مسلمانوں کا شوقِ علم

۱۳۸

سلاطین کی علم نوازی

۱۴۲

عربوں کی درسگاہیں

۱۴۵

عربوں کے کتب خانے

۱۴۹

عیسائیوں کے کتب خانے

۱۵۰

اسلامی تہذیب کا اثر یورپ پر

۱۵۵

مارٹن لوتھر (۱۴۸۳ - ۱۵۴۶)

۱۵۸

عربی کا اثر یورپی زبانوں پر

۱۶۰

عیسائیوں میں عربی علوم کا شوق

۱۶۶

پانچواں باب

۱۶۶

اسلامی علوم و فنون

۱۶۹

ایجاد و صنعت

۱۶۹

کاغذ

۱۴۰	قطب نما
۱۴۱	بارود
۱۴۱	کلاک اور گھڑیاں
۱۶۲	دارُ الصناعتہ
۱۴۳	عینک، طیارہ اور میزانُ الوقت
۱۴۴	متفرق ایجادات
۱۴۵	مہِ شخب
۱۴۶	علومِ طبیعی (سائنس)
۱۴۷	یونانی علم کی خامیاں
۱۴۹	مسلمانوں کے طبیعی کارنامے
۱۴۹	جابر (۸۳۰ء)
۱۴۹	رازی (۹۲۵ء)
۱۸۰	البیرونی (۱۰۳۸ء)
۱۸۱	مسعودی (۹۵۶ء)
۱۸۱	اخوان الصفا
۱۸۱	ابن البیثم (۱۰۳۹ء)
۱۸۳	الکندی (۸۵۰ء)
۱۸۴	نارانی (۹۵۱ء)
۱۸۵	عبد اللطیف بغدادی (۱۲۳۲ء)
۱۸۵	تفاشی (۱۲۵۴ء)
۱۸۵	الخازنی (۱۲۰۰ء)

۱۸۵	(۱۲۸۵)	القرافی
۱۸۶	(۱۱۹۰)	ابن العوام
۱۸۶	(۱۲۳۸)	ابن البیطار
۱۸۶	(۸۶۹)	الجاحظ
۱۸۷		چند دیگر علماء

۱۸۸		طِب
۱۸۹	(۸۵۷)	یوحنا
۱۹۰	(۸۷۷)	حنین
۱۹۱	(۸۵۰)	کندی
۱۹۲	(۹۲۵)	رازی
۱۹۳	(۱۰۳۷)	سینا
۱۹۴	(۹۵۵)	اسحاق مصری
۱۹۵	(۱۰۰۹)	ابن الجزار
۱۹۵	(۹۹۴)	علی عباس
۱۹۵	(۱۰۱۳)	ابوالقاسم اندلسی
۱۹۵	(۹۹۰)	حداد
۱۹۶	(۱۱۶۲)	ابن زهر
۱۹۶	(۱۵۹۹)	داؤد
۱۹۶	(۱۳۷۴)	ابن الخطیب
۱۹۷	(۱۱۹۸)	ابن رشد
۱۹۷		چند دیگر لاطینی تراجم

۱۹۴	چمپک کا ٹیکہ	
۱۹۴	اسحاق بن خنیں	(۹۱۱)
۱۹۸	ثابت	(۹۰۱)
۱۹۸	ابن سہل	(۸۵۰ میں زندہ)
۱۹۸	افخر الرازی	(۱۲۱۰)
۱۹۹		
۲۰۰	ابن طفیل	(۱۱۸۵)
۲۰۰	کندی	(۸۵۰)
۲۰۱	فارابی	(۹۵۱)
۲۰۱	سینا	(۱۰۳۷)
۲۰۲	اشیر الدین	(۱۲۴۶)
۲۰۲	افخر الرازی	(۱۲۱۰)
۲۰۳	ابن الخطیب	(۱۲۷۴)
۲۰۳	ابن الخمار	(۹۴۳ پ)
۲۰۳	عیسیٰ بن زرعم	(۱۰۰۸)
۲۰۳	ابوزکریا یحییٰ	(۹۷۵)
۲۰۴	ابن تیمیہ	(۱۳۲۷)
۲۰۵	ابو حیان	(۱۰۱۰ میں زندہ)
۲۰۵	تفازانی	(۱۳۸۹)
۲۰۵	عمر خیام	(۱۱۱۲)
۲۰۵	شہرستانی	(۱۱۵۲)

10-28	10-28	10-28
10-29	10-29	10-29
10-30	10-30	10-30
10-31	10-31	10-31
10-32	10-32	10-32
10-33	10-33	10-33

10-34

10-34	10-34	10-34
10-35	10-35	10-35
10-36	10-36	10-36
10-37	10-37	10-37
10-38	10-38	10-38
10-39	10-39	10-39
10-40	10-40	10-40
10-41	10-41	10-41
10-42	10-42	10-42

10-43

10-43	10-43	10-43
10-44	10-44	10-44
10-45	10-45	10-45
10-46	10-46	10-46
10-47	10-47	10-47

101	102	103
104	105	106
107	108	109
110	111	112
113	114	115
116	117	118

119	120	121
122	123	124
125	126	127
128	129	130
131	132	133
134	135	136
137	138	139
140	141	142
143	144	145
146	147	148
149	150	151
152	153	154
155	156	157
158	159	160
161	162	163
164	165	166
167	168	169
170	171	172
173	174	175
176	177	178
179	180	181
182	183	184
185	186	187
188	189	190
191	192	193
194	195	196
197	198	199
200	201	202
203	204	205
206	207	208
209	210	211
212	213	214
215	216	217
218	219	220
221	222	223
224	225	226
227	228	229
230	231	232
233	234	235
236	237	238
239	240	241
242	243	244
245	246	247
248	249	250
251	252	253
254	255	256
257	258	259
260	261	262
263	264	265
266	267	268
269	270	271
272	273	274
275	276	277
278	279	280
281	282	283
284	285	286
287	288	289
290	291	292
293	294	295
296	297	298
299	300	301
302	303	304
305	306	307
308	309	310
311	312	313
314	315	316
317	318	319
320	321	322
323	324	325
326	327	328
329	330	331
332	333	334
335	336	337
338	339	340
341	342	343
344	345	346
347	348	349
350	351	352
353	354	355
356	357	358
359	360	361
362	363	364
365	366	367
368	369	370
371	372	373
374	375	376
377	378	379
380	381	382
383	384	385
386	387	388
389	390	391
392	393	394
395	396	397
398	399	400
401	402	403
404	405	406
407	408	409
410	411	412
413	414	415
416	417	418
419	420	421
422	423	424
425	426	427
428	429	430
431	432	433
434	435	436
437	438	439
440	441	442
443	444	445
446	447	448
449	450	451
452	453	454
455	456	457
458	459	460
461	462	463
464	465	466
467	468	469
470	471	472
473	474	475
476	477	478
479	480	481
482	483	484
485	486	487
488	489	490
491	492	493
494	495	496
497	498	499
500	501	502
503	504	505
506	507	508
509	510	511
512	513	514
515	516	517
518	519	520
521	522	523
524	525	526
527	528	529
530	531	532
533	534	535
536	537	538
539	540	541
542	543	544
545	546	547
548	549	550
551	552	553
554	555	556
557	558	559
560	561	562
563	564	565
566	567	568
569	570	571
572	573	574
575	576	577
578	579	580
581	582	583
584	585	586
587	588	589
590	591	592
593	594	595
596	597	598
599	600	601
602	603	604
605	606	607
608	609	610
611	612	613
614	615	616
617	618	619
620	621	622
623	624	625
626	627	628
629	630	631
632	633	634
635	636	637
638	639	640
641	642	643
644	645	646
647	648	649
650	651	652
653	654	655
656	657	658
659	660	661
662	663	664
665	666	667
668	669	670
671	672	673
674	675	676
677	678	679
680	681	682
683	684	685
686	687	688
689	690	691
692	693	694
695	696	697
698	699	700
701	702	703
704	705	706
707	708	709
710	711	712
713	714	715
716	717	718
719	720	721
722	723	724
725	726	727
728	729	730
731	732	733
734	735	736
737	738	739
740	741	742
743	744	745
746	747	748
749	750	751
752	753	754
755	756	757
758	759	760
761	762	763
764	765	766
767	768	769
770	771	772
773	774	775
776	777	778
779	780	781
782	783	784
785	786	787
788	789	790
791	792	793
794	795	796
797	798	799
800	801	802
803	804	805
806	807	808
809	810	811
812	813	814
815	816	817
818	819	820
821	822	823
824	825	826
827	828	829
830	831	832
833	834	835
836	837	838
839	840	841
842	843	844
845	846	847
848	849	850
851	852	853
854	855	856
857	858	859
860	861	862
863	864	865
866	867	868
869	870	871
872	873	874
875	876	877
878	879	880
881	882	883
884	885	886
887	888	889
890	891	892
893	894	895
896	897	898
899	900	901
902	903	904
905	906	907
908	909	910
911	912	913
914	915	916
917	918	919
920	921	922
923	924	925
926	927	928
929	930	931
932	933	934
935	936	937
938	939	940
941	942	943
944	945	946
947	948	949
950	951	952
953	954	955
956	957	958
959	960	961
962	963	964
965	966	967
968	969	970
971	972	973
974	975	976
977	978	979
980	981	982
983	984	985
986	987	988
989	990	991
992	993	994
995	996	997
998	999	1000

۲۲۸ (۹۸۷) ابو الحسین عبدالرحمن بن عمر

۲۲۸

فضل بن حاتم

۲۲۹ (عبدالارون) ابوسهل الفضل بن نصر بن جنت

۲۲۹

(۵۸۰)

کندی

۲۳۰

اصطراب

۲۳۱

جغرافیه

۲۳۲

(۱۱۶۶)

ادریسی

۲۳۳

(۸۵۱ میں زندہ)

سلیمان بصری

۲۳۳

(۲۹۵۶)

مسعودی

۲۳۳

(۹۶۸ میں زندہ)

ابن حوقل

۲۳۳

(۷۴۰ میں زندہ)

نصر بن شیب

۲۳۴

(۱۰۰۰)

المقدسی

۲۳۴

(۱۲۲۹)

یاقوت حموی

۲۳۵

(۱۳۷۷)

ابن بطوطہ

۲۳۷

چند دیگر جغرافیہ دان

۲۳۷

تاریخ

۲۳۷

(۸۲۲)

واقعی

۲۳۹

(۸۴۵)

ابن سعد

۲۴۰

(۸۹۲)

البلاذری

۲۴۰

(۸۸۹)

ابن قتیبہ دیناوری

۲۴۰

(۸۹۷)

یعقوبی

۲۴۱	(۱۲۳۴)	ابن اشیر
۲۴۱	(۹۲۳)	طبری
۲۴۱	(۱۲۸۲)	ابن خلکان
۲۴۱	(۱۲۰۱)	ابن الجوزی
۲۴۲	(۱۲۳۸)	ابن حجر
۲۴۲	(۱۲۷۳)	ابن کثیر
۲۴۲	(۸۲۸)	ابو عبیدہ منعم
۲۴۵	(۱۵۰۶)	سیوطی
۲۴۷	(۱۱۷۶)	ابن عساکر
۲۴۸	(۱۵۲۶)	ابن طبرون
۲۴۹	(۱۱۶۶)	سمانی
۲۴۹	(۱۳۳۸)	فہمی
۲۵۰	(۱۴۰۶)	ابن خلدون
۲۵۱		چند دیگر مؤرخین
۲۵۵		علم اللغۃ
۲۵۹		عربی ادب اور یورپ
۲۶۱		عربی حکایات کی تقلید
۲۶۲		شاعری
۲۶۸		علم بیان و معانی
۲۶۹		تصوف
۲۷۲		موسیقی

۲۷۹	سلسلی میں علم کی لہریں
۲۸۰	قرآن
۲۸۱	حدیث
۲۸۱	فقہ
۲۸۲	الکلام
۲۸۳	تصوف
۲۸۳	تاریخ و سیرت
۲۸۴	زبان و لغت
۲۸۵	شعر
۲۸۵	طب
۲۸۵	متفرق
۲۸۶	سلسلی کے مترجمین
۲۸۷	سلسلی کے متعلق مآخذ
۲۸۸	عربی علوم انگلستان میں
۲۹۲	متفرق تراجم
۲۹۶	یورپ کی حیاتِ ثانیہ
۳۰۰	چھٹا باب
۳۰۰	ماضی، حال اور مستقبل
۳۰۲	غربی تہذیب کا مستقبل
۳۱۱	اسلام کا مستقبل

حرفِ تعارف

اَشْرِخَامَةُ پَرَنسِیَلِ اَشْفَاقِ عَلِیِّ خَاتِ الصَّنَا - اِعرَافِ - پِی ای ایسے I
گورنمنٹ کالج کیمبلپور



ط : ہمالہ کے چشے اُجھنے لگے

آج مشرق کا نادار، صیدِ استعمار، بھولا بھالا اور فریبِ مغرب کا شکار انسان جاگ اُٹھا ہے۔ وہ اپنے ماحول کا جائزہ لے رہا ہے۔ ٹیڑوں کو گھر سے نکال رہا ہے۔ اور متاعِ بردہ کی فہرست بنا رہا ہے۔ ان ٹٹے ہوؤں میں مسلمان بھی ہیں۔

پیشتر اس کے کہ گرا ہوا مسلمان اپنے حریف کے سامنے دوبارہ آئے، اُسے معلوم ہونا چاہیئے کہ وہ کون تھا اور دوبارہ کیا بن سکتا ہے؟ مغرب سے ایک شور بلند ہے کہ :
”تم کچھ نہیں ہو۔ تمہارے آباؤ کچھ نہ تھے تم وہم پرست ہو تمہارا کردار پست ہے۔ تم بے بہت ہو۔ تمہاری آب و ہوا خراب ہے۔ تمہاری عظمت ایک جھوٹا خواب تھا۔ تمہارے بادشاہ ادبِ باش، تمہارے عالم جاہل اور تمہارے رہنما ناکارہ اور ٹھگ تھے۔ اپنے آپ کو پہچانو اور ہماری ذہنی و سیاسی غلامی

سے نکلنے کا خیال تک دل میں نہ لاؤ۔ تم اسی قابل ہو کہ تمہاری مائیں ،
 بہنیں ، بیٹیاں اور بچے تنکے تنکے چُن کر جانوروں کا چارہ جمع کریں۔ سر پہ اٹھا
 کر گھرائیں اور ڈھوروں کے آگے ڈالیں۔ تم ہل چلاؤ ، کپاس چُنو ، مٹی کھودو ،
 پٹ سن اگاؤ اور ہمیں ایسے نرخوں پر بھیجو کہ ہم امیر سے امیر ترین بنتے جائیں۔
 اور تمہیں دو وقت کا کھانا بھی نہ مل سکے۔ تمہاری یہ فولاد بنانے اور بھاری
 صنعت لگانے کی سکیمیں جہالت ، جلد بازی اور حماقت کا نتیجہ ہیں۔ احمق نہ
 بنو۔ یہ دوس روپے ، اور اپنا وقت مٹی کھودنے اور فصلوں کو پانی دینے میں
 صرف کرو۔

آج مسلمان کا حریف بعید ہے۔ کہ جنگ شرق و غرب کی صحیح و مستند تاریخ وہی ہے
 جو خود حریف نے لکھی تھی۔ یہ ایسا ہی ہے۔ کہ دارا کو قتل کرنے کے بعد سکندر دارا کے
 بیٹے سے کہے۔ کہ تمہارے باپ کے قتل کی صحیح رپورٹ مجھی سے مل سکتی ہے۔ رہے
 تمہارے مورخین تو ان کی اطلاعات یا تو اصلاً غلط ہیں اور یا مبالغہ آمیز ، آؤ۔ میری لکھی
 ہوئی تاریخ پڑھو کیونکہ سچائی اور تحقیق صرف میرے پاس ہے۔

آج جن کتابوں کا ایک بے پناہ طوفان مغرب سے اُٹھ کر مشرق کو لپیٹ میں لے رہا
 ہے۔ اُن میں سے کوئی یہ نہیں بتاتی کہ وہ راجہ بیکن جسے انگلستان میں بابائے سائنس سمجھا
 جاتا ہے۔ عربوں کا شاگرد تھا۔ اور وہ اپنے شاگردوں سے کہا کرتا تھا۔ کہ صحیح علم حاصل
 کرنا ہے۔ تو عربی پڑھو۔ مورخین مغرب یونانیوں کو علم کا سرچشمہ بتاتے ہیں۔ لیکن یہ نہیں
 بتاتے کہ اُن کی کتابیں چھ سو برس تک اسکندریہ ، ایتھنز اور قسطنطنیہ میں مقفل پڑی رہیں
 عربوں نے انہیں نکالا ، عربی میں ترجمہ کیا ، اور یہی تراجم مسلمانوں کے ساتھ یورپ
 میں پہنچے۔

یورپ میں سائنس اڑھائی سو برس میں اسحاق نیوٹن سے آئن سٹائن تک جا پہنچی۔

لیکن عربوں کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ ہزار سال تک یونانیوں کا ترجمہ ہی کرتے رہے۔ اور انہوں نے علوم و فنون میں کوئی قابل ذکر اضافہ نہیں کیا۔ چنانچہ آج کے یہودی و عیسائی مؤرخ اسلامی علوم و فنون کا ذکر نہیں کرتے۔ اور نہ دنیا کو یہ بتاتے ہیں کہ گلیلیو، کپلر، برنہ، جیویرڈ اور راجر بیکن عربوں کے نقال تھے۔ آج کا طالب علم ان اثرات سے نا آشنا ہے جو یورپ پر عربی تہذیب نے ڈالے تھے۔ یہ اثرات قدم قدم پر یوں نمایاں ہیں۔ جیسے ریت میں گندن کے قندے۔ شاید بہت کم لوگوں کو معلوم ہو کہ انگریزی زبان کا *MEASURE* معیار کا انفلوانزا *اِنْشَالُ الْاَلْفِ* (ناک بہنا) کا اور *اَرْتھ* ارض کا بگاڑ ہے۔

ہمارے مدارس کے بچوں کو یہ تاثر دیا گیا ہے کہ امریکہ کو لبس نے اور افریقہ، لوئگ سٹون نے دریافت بلکہ ایجاد کیا تھا۔ زمین و آسمان بھی پیدا ہوئے جب کسی یورپی نے اشارہ کیا تھا۔ آسمانی طاقتیں ہمالہ کی ایک چوٹی کو کروڑوں سال سے بنا رہی تھیں۔ لیکن اس کی تکمیل اُسی وقت ہوئی جب مسٹر ایڈریسٹ کی نظر اُس پر پڑی۔ ان بچوں کو یہ نہیں بتایا جاتا کہ کو لبس نے بحر ہیمائی کی تعلیم اسلامی درس گاہوں میں حاصل کی تھی۔ اُس کے پاس رہنائی کے لیے کپاس تھا۔ جو عربوں نے ایجاد کیا تھا۔ اور افریقہ جانے والوں کے پاس وہ نقشے تھے۔ جو عرب بحیرہ روم، بحیرہ قلزم، بحر ہند اور بحر الکاہل کے سفر میں صدیوں سے استعمال کر رہے تھے۔

جو قوم اپنی کہانی غیروں کی دہانی سنتی ہے اُس کا یہی حشر ہوتا ہے۔ وہ غیر کا مقابلہ تو رہا ایک طرف، اُس کے سامنے تک آنے کی جرأت نہیں کر سکتی، وہ ایسی قوم سے اپنے حقوق کیا لے گی۔ جس سے وہ اپنا وجود تک تسلیم نہیں کر سکتی۔

یہ ہے کشاکش حیات کا بنیادی مسئلہ۔ اگر کوئی شخص ایک ایسی کتاب لکھے، جس میں اپنے آپ کو اول درجے کا اور آپ کو دوسرے درجے کا انسان قرار دے اور پھر اس کتاب کو آپ کے مدارس کا نصاب بنا دے۔ تو آپ کو بہت جلد یقین آ جائے گا۔ کہ اللہ

نے آپ کو دوسرے درجے کی مخلوق بنا یا ہے۔ اور آپ درجہ اول کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اسی بنیادی حقیقت سے سر و جنگ کا فلسفہ شروع ہوتا ہے۔ کسی کو کیا ضرورت پڑی ہے۔ کہ وہ آپ کے خلاف فوج کشی کرے۔ اور ظالم و غاصب کہلا۔ تھے یہ کیوں نہ وہ اپنا فلسفہ آپ کے ذہن میں راسخ کر دے۔ تاکہ خون ریزی کے بغیر سہولت میں آپ کا مقام متعین ہو جائے۔ یعنی وہ مرکز ہو اور آپ دائرہ، وہ اعلیٰ ہو آپ ادنیٰ وہ آقا ہو اور آپ غلام۔

یہ ہے سر و جنگ، اس کے ہتھیار ہیں۔ کتابیں، فلمیں، ریڈیو، اخبارات، رسائل تصاویر اور سب سے زیادہ موثر تاریخ۔ ڈاکٹر غلام جیلانی برقی کا یہ احسان قوم کبھی فراموش نہیں کرے گی کہ انہوں نے سو سال کی غلامی کے بعد اپنی تاریخ کو دوبارہ لکھنے کا ہتھیار کیا اور آج ان کی یہ محنت آپ کے سامنے ہے۔ آپ نے اس کتاب میں تفصیل سے لکھا ہے۔ کہ ہمارے جلیل و عظیم اسلاف کے علمی کارنامے کیا تھے؟ وہ کیسے یورپ میں پہنچے، اور وہاں کے وحشیوں کو کس طرح انسان بنایا۔ ڈاکٹر برقی نے عشق کی دہنی ہوئی چنگاری کو زور سے پھونک ماری ہے۔ اور قوم کو پھر منزل کی طرف پکارا ہے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ یہ عیسیٰ نفس استاد دیر سے قم باذن اللہ کی صدائیں لگا رہا ہے۔ الحمد للہ کہ آج قوم جاگ اٹھی ہے اور منزل کی طرف روانہ ہے۔

مجھے یہ کتاب اس لیے بھی عزیز ہے کہ اس میں علامہ برقی اور راقم الحروف کی شش سالہ رفاقت کے نشانات ملتے ہیں۔ میں یہاں ۱۹۵۶ء میں آیا تھا۔ اُس وقت سے اب تک اقوام عالم کے فلسفہ معروج و زوال تہذیبوں کے تصادم، نصاب تعلیم کے اثرات، تاریخ کی اہمیت اور فرنگ کہ دسیہ کاری پہ لمبی بحثیں ہوئیں۔ اور یہ کتاب اسی طویل تبادلہ خیالات کا نتیجہ ہے۔

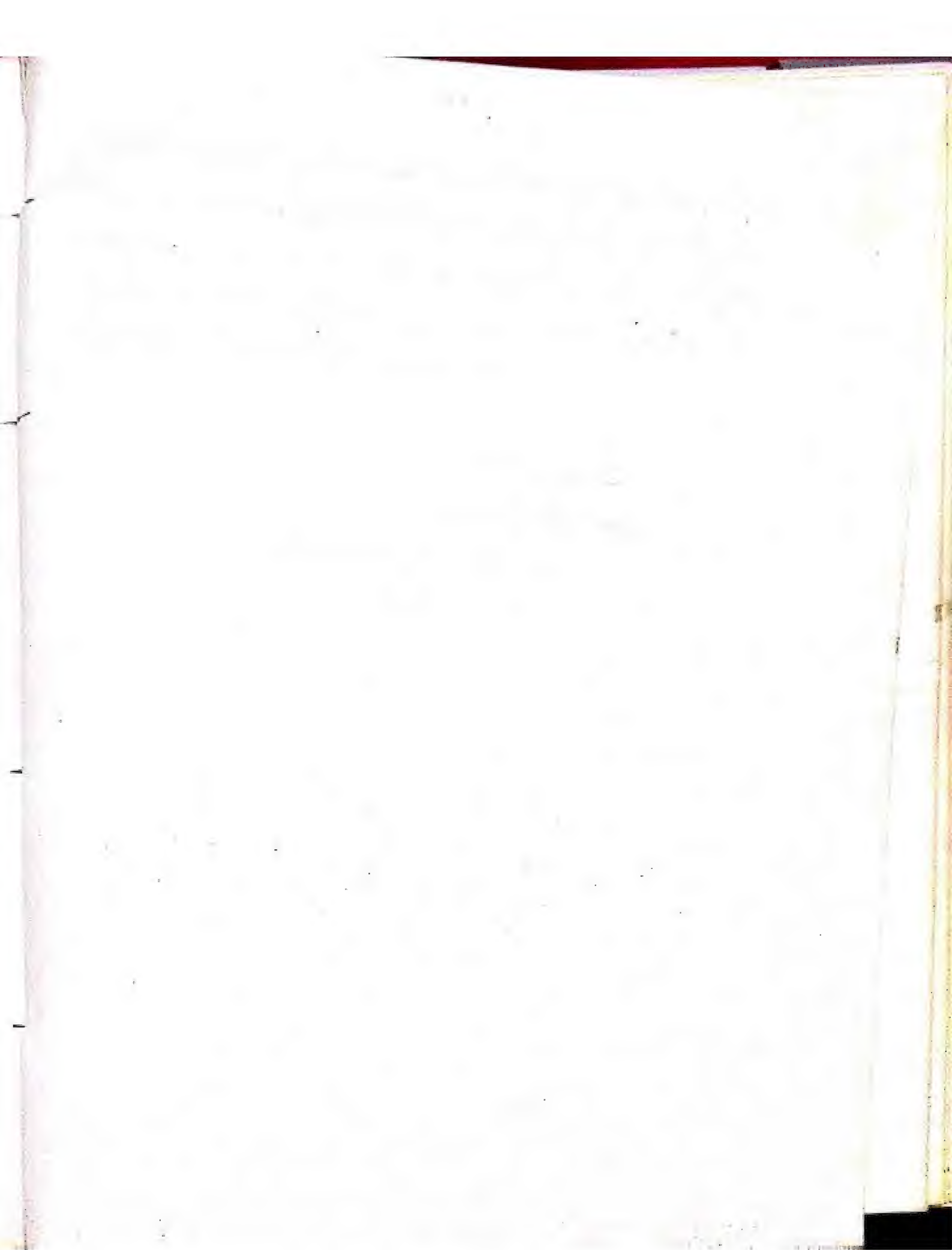
اس کتاب کی تصنیف میں سید خالد محمود ڈپٹی کسٹرنالک کا بھی ہاتھ ہے۔ سید صاحب

نوجوان ہونے کے باوجود مقامِ خیر سے نکل کر عالمِ نظر میں داخل ہو چکے ہیں۔ انہیں
 نے یہاں ایک علمی سوسائٹی بنائی تھی۔ ڈاکٹر صاحب کو فکرِ معاش سے آزاد کر کے
 اسلامی علوم کے احیاء لگا دیا تھا۔ پچھلے آٹھ ماہ میں ڈاکٹر صاحب کی یہ دوسری تخلیق
 ہے۔ دُعا ہے کہ اللہ فاضلِ مصنف اور سیدِ موصوف ہر دو کو جزائے خیر دے۔ اور
 قوم کو توفیق دے۔ کہ وہ اس علمی مجلس کو زندہ رکھے۔

۹ شفاق علی خاں

۱۲ جنوری ۱۹۶۴ء کیمبلپور۔





تھا۔ اور نگ زیب متعصب اور محمد شاہ رنگیلا تھا۔ کہ کلاؤ، ٹوک ٹرین اور کپٹن ڈریک جیسے چور انسانیت کے سب سے بڑے عُصَن تھے۔ اس قسم کی خرافات آج بھی ان کتابوں میں موجود ہیں، جو پاکستان کے پبلک سکولز میں پڑھائی جا رہی ہیں۔
یورپ میں کائنات کے عُصَن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق صدیوں یہ تاثر رہا کہ وہ ایک بُت ہے۔ جس کی اہل عرب پرستش کرتے تھے۔ ۱۶۹۷ء میں نارویج یونیورسٹی کے ڈین Predeaux نے حضور پر نورؐ کے سواخ

The Nature of Imposture

کے عنوان سے شائع کیے اس میں حضور صلعم کی ذات اقدس پر نہایت ناپاک حملے کیے۔ بے اندازہ بہتان تراشے اور جتنی غلاظت اُچھال سکتا تھا، اُچھالی۔ سترھویں صدی کے آغاز میں کیمبرج اور آکسفورڈ نے عربی علوم کے شعبے قائم کیے۔ باقی یونیورسٹیوں نے تقلید کی۔ اور قبل ازاں صدیوں سے ابن رشد، غزالی، سینا، رازی اور فارابی کے تراجم اٹلی، فرانس اور سپین کی یونیورسٹیوں میں پڑھائے جا رہے تھے۔ لیکن حضور صلعم کے متعلق ایک بھی کلمہ خیر کسی عیسائی کے قلم سے نہیں نکلا تھا۔ ۱۷۱۲ء میں ایڈرین ری لینڈ نے جو UTRECHT یونیورسٹی میں عربی کا پروفیسر تھا، اپنی ایک کتاب میں ہمارے متعلق یہ پہلا کلمہ خیر لکھا :
”مسلمان اتنے پاگل نہیں جتنا انہیں سمجھا جاتا ہے“

۱۷۳۳ء میں جارج سیل نے قرآن شریف کا انگریزی ترجمہ نکالا جس میں گالیاں نسبتاً کم تھیں۔ کارلائل غالباً پہلا عیسائی مصنف ہے۔ جو حضور صلعم کی انقلابی شخصیت سے متاثر ہوا۔ اپنی مشہور تصنیف ہیروز اینڈ ہیرو وورشپ میں اُن کے متعلق چند تعریفی کلمات کہے۔ لیکن ساتھ ہی بار بار لکھا کہ :

”قرآن ایک غیر مربوط کلام ہے جو کسی دیوانے کی بڑا معلوم ہوتا ہے۔ انیسویں

صدی کے آخر اور بیسویں صدی میں مہٹی، انگلستان اور براؤن جیسے قدرے کشادہ ظرف
 علما سامنے آئے۔ انھوں نے ہماری علمی و ثقافتی خدمات کا تو اعتراف کر لیا، لیکن
 ہمارے حضور کے متعلق ان کی روش میں بھی کوئی خاص تبدیلی نہ آئی۔

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے۔ کہ اگر عرب نہ ہوتے۔ تو آج یورپ کا حال
 انزلیقہ سے بھی بدتر ہوتا۔ ہم نے یورپ کے باشندوں کو لکھنا پڑھا سکھایا، نشت و برشت
 کے آداب بتائے، کھانے، پینے اور رہنانے کا سبق دیا۔ ان کے ذہنوں کو اوہام و باطل
 کی گرفت سے آزاد کیا۔ اور ان کی درسگاہوں میں علوم و فنون کے دریا بہاے۔ لیکن
 ہمیں یہ دیکھ کر دکھ ہوتا ہے۔ کہ ان کے بیشتر تاریخ نگار یورپ کی ذہنی و ثقافتی تاریخ
 لکھتے وقت ہمیں کوئی مقام ہی نہیں دیتے۔ ۱۹۲۲ء میں امریکہ کی اورینٹل سوسائٹی
 کے ایک اجلاس میں پروفیسر SHMIDT نے ”یورپ میں مشرقی علوم“
 کے عنوان سے ایک مقالہ پڑھا اور مسلمانوں کا نام تک نہ لیا۔ ۱۹۳۸ء میں ایک
 امریکی پروفیسر واٹر مین نے ”مشرقی علوم“ پر چھ لکچر دیئے اور اسلامی علوم کا ذکر تک
 نہ کیا۔

اسلام کے مشہور مورخ ابوالفدا (۱۳۲۱ھ) نے اپنے سے پہلے ساٹھ جغرافیہ دانوں
 کے نام لیے تھے۔ لیکن موسیو Vivien Dest Martin کا کمال

دیکھیے کہ اپنی علمی تاریخ میں کسی عرب جغرافیہ دان کا ذکر تک نہیں کیا۔
 کیسے ڈیول ہسٹری پانچ ہزار صفحات کو ایک مبسوط تاریخ بنے۔ جس میں
 اسلام کی چودہ سو سالہ سیاسی، علمی اور ثقافتی تاریخ کو صرف پچیس ورق دیئے گئے
 ہیں۔ جیمز ہنری رابن سن کی تاریخ مڈیول اینڈ ماڈرن ٹائمز آٹھ سو صفحات پر مشتمل

ہے اور مشرق و مغرب کی درسگاہوں میں بطور نصاب رائج ہے بین اس میں اسلام کا کوئی ذکر نہیں، صرف ”پڑھ راہبوں“ کے تحت مسلمانوں کا نام ضمناً لیا ہے۔
یہ ایک حقیقت ہے کہ مسلمان بارود، قطب نما، الکمل، عینک اور دیگر عیسویوں

شید کے مؤجد تھے۔ لیکن
”مورخین یورپ نے عربوں کی ہر ایجاد اور ہر انکشاف کا سہرا اُس یورپی کے سر باندھ دیا ہے۔ جس نے پہلے پہل اُس کا ذکر کیا تھا۔ مثلاً قطب نما کی ایجاد ایک فرضی شخص فلویو گوجہ کی طرف منسوب کر دی۔ وئے ناف کے آئلڈ کو الکمل اور بیکن کو بارود کا مؤجد بنا دیا۔ اور یہ بیانات وہ

خوفناک جھوٹ ہیں۔ جو یورپی تہذیب کے مآخذ کے متعلق بوئے گئے ہیں۔
صرف یہی نہیں۔ بلکہ بعض اوقات عربوں کی تصانیف پر اپنا نام بطور مصنف جڑ دیا۔ انسائیکلو پیڈیا برطانیکا میں لفظ ”جئبز“ (جاہز) کے تحت ایک ایسے مترجم کا نام دیا ہوا ہے۔ جس نے اسلام کے مشہور ماہر کیا جاہز بن حیان کے ایک لاطینی ترجمہ کو اپنی تصنیف بنایا تھا۔ یہی حرکت سکرز کا لچ کے پرنسپل قسطنطین المرحقی (۱۰۶۰) نے بھی

کی تھی۔ کہ ابن الجزآر (۱۰۰۹) کی زاد السافر کا لاطینی ترجمہ کے عنوان سے کیا۔ اور اُس پر اپنا نام بطور مصنف لکھ دیا۔
وہ کون سا ظلم ہے۔ جو یورپ نے ہم پر نہیں کیا۔ ہمارے حضور پر نورؐ کی ذاتِ مقدسہ

پر حملے کیے ہیں بدنام کیا۔ ہماری تاریخ میں تحریف کی۔ ہماری سائٹھ لاکھ کتابیں جلائیں ہم پر سسلی اور سپین میں وہ مظالم توڑے کہ کائنات کا کلیجہ لرز گیا۔ ہم سے ہزار ہا

لے تشکیل انسانیت از مارٹ بریٹنڈ ۲۶۳
لے میراث اسلام از آرنلڈ زیبر عنوان ”طلب راسخ“

تک تہذیب و تمدن کا درس لینے کے بعد ہمارے ہی منہ پر بھٹو کا۔ اور بقول موسیٰ یسایا:

”ہمیں اسلام اور پیروان اسلام سے تعصب و راشت میں ملا ہے۔ جو

اب ہماری فطرت کا جزو بن چکا ہے۔ ہماری کم نجات تعلیم نے

ہمارے ذہنوں میں یہ بات راسخ کر دی ہے کہ ہمارے تمام علوم و فنون

کا ماخذ یونان ہے۔ اور یورپ کی تہذیب میں مسلمانوں کا کوئی حصہ نہیں

ہم میں سے بعض کو یہ بات کہتے ہوئے شرم آتی ہے کہ ہماری ترقی و تہذیب

کا باعث ایک کافر قوم تھی“ (ملخص)

دابرٹ بریغالٹ ایک مقام پر لکھتا ہے کہ :-

”یورپی مورخ مسلمان کو کافر کہتا سمجھتا ہے اور اُس کا احسان ماننے کو

تیار نہیں۔ یورپ کے احمقائے نو کی تاریخیں برابر لکھی جا رہی

ہیں۔ لیکن اُن میں عربوں کا ذکر موجود نہیں۔ اس کی مثال یوں ہے کہ شہزادہ

ڈنمارک کی تاریخ میں سہیلٹ کا ذکر نہ آئے۔ ڈاکٹر اوزبرگ

ٹیلر نے تو کمال ہی کر دیا کہ ”قرآن وسطیٰ میں ذہنی ارتقا پر دو جلدیں

لکھیں۔ اور اسلامی تہذیب کی طرف اشارہ تک نہ کیا“ (ملخص)

مفکرین یورپ کو اس بات کا یقین ہے کہ اگر کوئی تہذیب مغربی تہذیب کو

پچھاڑ سکتی ہے۔ تو وہ صرف اسلامی تہذیب ہے۔ جو علم و اخلاق سے آراستہ

اور عشق جیسی توانائی سے مستح ہے۔ مصر و بابل کی تہذیبیں مرچکیں۔ یونان ختم ہو گیا

چین کی قدیم تہذیب عصرِ رواں کا ساتھ نہیں دے سکتی اور ہندو تہذیب ادھام و

خرافات کا مجموعہ ہے۔ صرف اسلامی تہذیب ہی وہ قوت ہے جو دنیا کے انسانی کو

تمام آلام سے نجات دلا سکتی اور بھٹکتی ہوئی زندگی کو رہ منزل بنا سکتی ہے۔ اسلام

استعمار، زراعت و زری، پھوکہ، مکر و فریب اور لوٹ کھسوٹ کو برداشت نہیں کر سکتا۔

اور یورپی تہذیب کی بنیاد ہی بکریا ولی کی ابلسی سیاست ہے۔ اس لیے ان دونوں میں تعاون کی کوئی صورت موجود نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یورپ ہم پر مسلسل پیہم اور تابڑ توڑ حملے کر رہا ہے۔ وہ ہماری تاریخ کو مسخ کر رہا ہے۔ عرماں فلمیں بھیج کر ہمیں ادبائش بنا رہا ہے۔ اُس کے مَصَوِّر رسائل مثلاً ٹائم ریڈرز ٹرائبٹ لائف، ووہمن، پوسٹ وغیرہ یورپ کے کھوکھلے اقدار کی تبلیغ کر رہے ہیں، ہماری درسگاہوں میں اُنہی کی لکھی ہوئی کتابیں پڑھائی جا رہی ہیں۔ وہ ہمارے قابل نوجوانوں کو وظائف دے کر اپنی درسگاہوں میں بٹلا رہا ہے، اور یہ سب کچھ اس لیے ہو رہا ہے کہ مسلمان اپنی روایات، تہذیب، تاریخ ماضی اور اسلاف سے متنفر ہو کر یورپ کا مداح و نقال بن جائے اور مجھے اعتراف ہے کہ یورپ کے یہ اقدامات نہایت کامیاب رہے۔ آج ہمارا نوجوان اپنی تہذیب کے خلاف مجتہم بغاوت بن چکا ہے۔ یہ بغاوت اُس درخت کا پھل ہے۔ جو ۱۸۵۷ء میں انگریز نے اس سرزمین میں لگایا تھا۔ حاکم اور محکوم دونوں نے مل کر اس کی آبپاری کی۔ اور آج یہ ایک تناؤ درخت بن چکا ہے۔ اس میں ہمارے نوجوان کا کوئی قصور نہیں، حکومت نے کہا کہ قابلیت انگریزی زبان میں مہارت کا نام ہے۔ والدین نے اُسے انگریزی رسائل پڑھنے اور انگریزی فلمیں دیکھنے کا مشورہ دیا۔ بے عمل اُستادہ نے اُسے اسلامی تہذیب سے مزید بدظن کیا۔ ہمارے ادیب و شاعر نے اُسے مے نوشی و عیاشی کا سبق دیا، کلبوں اور ہوٹلوں نے اُسے رقص و تمار بازی کا عادی بنایا۔ ارکان حکومت نے اس کے سامنے غیر اسلامی زندگی کا افسوس ناک نمونہ پیش کیا۔ جو کسر باقی تھی وہ اُن لاتعداد مشیروں اور غیر ملکیتوں نے نکال دی جو ہمارے ہاں زندگی کے ہر شعبے پر مُسلط ہیں جو ان خام ان تمام اثرات کا مقابلہ کیسے کر سکتا تھا۔ چنانچہ وہ باغی ہو گیا۔ لیکن مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔

ذرا غم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے

ع

تقسیم ہند سے پہلے ہمارے نوجوان کو دو مخلص رہنما ملے، میکیم مشرق رحمۃ اللہ علیہ جس نے انہیں منزل کا پتہ دیا اور حضرت قائد اعظم جنہوں نے کاروانِ جاوہرِ ہند کی قیادت سنبھالی۔ بس پھر کیا تھا۔ جو انانِ یست طوفانوں کی طرح بل کھا کر اٹھے۔ دریاؤں کے مہیب دھاروں کی طرح آگے بڑھے اور ہندو فرنگ کی متحدہ طاقت کو روندتے ہوئے آزادی کی منزل تک جا پہنچے۔ میرے نوجوان کی فطرت میں بڑی صلاحیت ہے۔ وہ بڑا نڈر، وطن پرست، بہادر اور جانتا باز واقع ہوا ہے۔ اگر وہ قائد اعظم کے اشارے پر سر دے سکتا ہے۔ تو رقص و نغمہ کی محفلوں کو بھی برہم کر سکتا ہے۔ جس روز اسے یقین ہو گیا کہ قومی بقا کے لیے شراب زہرِ ہلاہل ہے اور گناہِ سیم قاتل، کہ کائنات کی سب سے بڑی توانائی عشق یعنی اللہ سے رابطہ محبت ہے، اور اللہ سے فرار موت ہے۔ کہ قوموں میں استحکام پاکیزگی اخلاق، احترامِ نسواں، مساواتِ آدم اور بے پناہ علم سے پیدا ہوتا ہے اور اسلام کی عظیم و جلیل تہذیب انہی عناصر کا مجموعہ ہے۔ تو وہ اپنی ثقافت کی طرف یوں لوٹ آئے گا۔

صلیہ و پرانے میں چپکے سے بہا آ جائے۔

کچھ اس کتاب کے متعلق | آج سے کچھ عرصہ پہلے میرے پاس ایک دیہاتی مدرسے کے طالب علم آئے کہ میں اس کا تبادلہ کر لوں۔ میں نے وجہ پوچھی۔ تو کہنے لگا۔ سارے گاؤں میں کسی نے یہ مشہور کر دیا ہے کہ میرے آباؤ اجداد تائی تھے۔ اب معاشرے میں میرا کوئی احترام نہیں رہا۔ مجھ پر کستری و پستی کا شدید احساس پیدا ہو چکا ہے اس لیے اس ماحول سے مجھے نکال دے۔ یہی حال میری قوم کا ہے۔ یورپ نے اس موضوع پر کہ مسلمانوں کے اسلاف پر جوہر لکھے اور اوباش تھے۔ لاکھوں کتابیں لکھیں۔ اور گھر گھر بانٹ دیں۔ انگلینڈ کی تاریخ ادب عربی "پچھلے پستالیس برس سے بی اے آنرز عربی اور ایم اے عربی

کے طلبہ کو پاکستانی یونیورسٹیوں میں پڑھائی جا رہی ہے۔ اس کے چند مجملے ملاحظہ ہوں :

”محمد بت پرستی بھی کیا کرتے تھے“ ص ۱۴۸

”گو محمد نے شاعر ہونے سے انکار کیا تھا۔ لیکن یہ محض بہانہ بازی تھی

وہ شاعروں جیسا ہی تھا“ ص ۱۵۰

”قرآن مجسم، بورنگ، ڈل اور بائبل کے مقابلے میں گھٹیا ہے“ ص ۱۶۱

”محمد کے تصورِ جنت و جہنم میں کوئی چیز روحانی نہیں۔ اس کی جنت عیاشی کا ایک شاندار باغ ہے۔ جہاں متقی ٹھنڈے سایوں کے نیچے آرام کریں گے، شرابی پیش گئے اور سیاہ چشم خوروں سے لطف اندوز ہوں گے۔ اس جنت کا مقصد اپنے سامعین کو ورغلا نا اور یہ بتانا تھا۔ کہ اسلام لانے کے بعد وہ شراب سے محروم نہیں ہوں گے۔ بلکہ یہی چیز انہیں جنت میں ملے گی۔ محمد نے غالباً جنت کا تصور عربوں کی محافلِ شراب ہی سے لیا تھا۔ جنت کا یہ عیاشانہ تصور محمد کے ذاتی کردار کی بھی غمازی کرتا ہے۔ . . . ص ۱۶۴

دیکھا آپ نے کہ ہماری درسگاہوں میں ہمارے طلبہ کو کیا پڑھایا جا رہا ہے؟ اور لطف یہ۔ کہ ان خرافات کے خلاف نہ طلبہ آواز اٹھاتے ہیں نہ اساتذہ، اور نہ کارپردازانِ جامعہ۔ سو سال کی غلامی نے ہمیں غیرت سے بے گانہ کر دیا ہے کسی سے کہو۔ تو جواب ملتا ہے۔ ”نکلسن سے بہتر کوئی کتاب لاؤ“ سوال یہ ہے کہ کیا آپ نے کبھی کسی پاکستانی عالم سے اس موضوع پر لکھنے کو کہا ہے؟ مجھے حکم دیجیئے۔ اور میں آپ کو صرف ایک برس میں عربی ادب پر بہترین چیز لکھ دوں گا۔ جس کتاب میں قرآن، اسلام اور حضور پر نورؐ کی تنقیص کی گئی ہے اور تاریخ نویسی کا حال، کہ

ابن رشد، ابن طفیل، ابن زہر، ابن القفطی، ابن ابی اصیبعہ، ابن القیم، علامہ ذہبی، ابن حجر، اور امام احمد بن حنبل جیسے سینکڑوں علماء و علماء پر دو سطر میں بھی نہ لکھی ہوں اُس پر دقت ضائع کرنے کا فائدہ۔

ایسی ہی کتابوں نے ہمارے نوجوانوں کو اسلامی روایات سے متنفر کیا ان کے حوصلے توڑے، ان میں احساسِ پستی پیدا کیا اور اس لیے ضرورت محسوس ہوئی کہ میں انہیں اپنی صحیح تاریخ سے روشناس کروں، شیر کے سامنے جھیلی کا آئینہ رکھوں تاکہ ان کی جھکی ہوئی گردنیں بلند ہو جائیں۔ یہ شاہراہِ حیات پہ سینہ تان کر چلیں اور علم و عشق کی شعلیں اٹھا کر اس انداز سے مستقبل کی طرف بڑھیں کہ ساری امتِ پکار اٹھے :

ع ہوتا ہے جادہ پیمایا پھر کارواں ہمارا

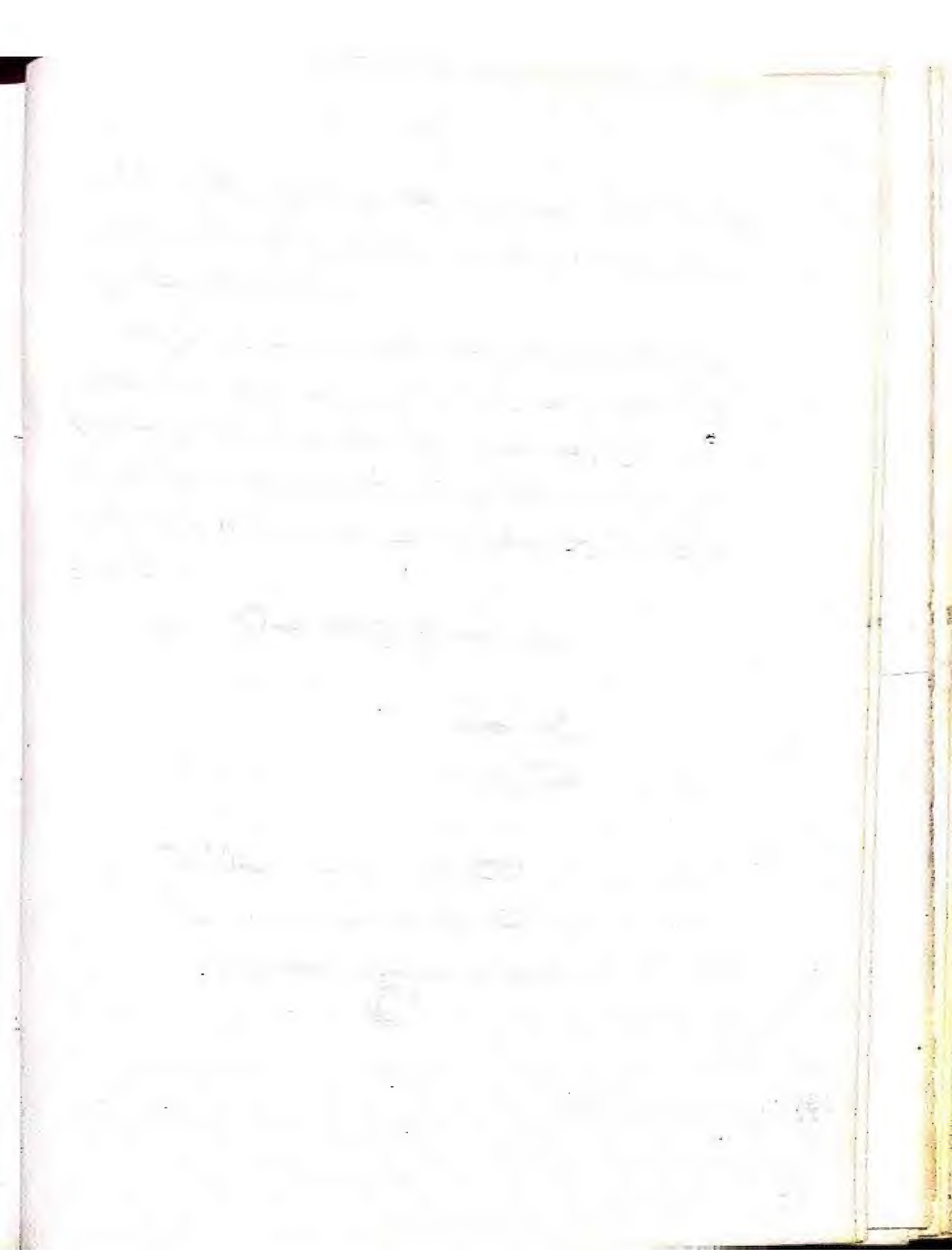
بقیہ کیسبپور

۸ جنوری ۱۹۶۴ء

آغاز کتاب _____ ۲ نومبر ۱۹۶۳ء

تکمیل _____ ۸ جنوری ۱۹۶۴ء





باب اوّل



قرونِ وسطیٰ میں یورپ کی سیاسی ہیئت

اس کتاب میں یورپ کے قدیم و جدید سلاطین و حکما کا بار بار ذکر آتا ہے۔ اس لیے امورِ ذیل کی وضاحت ضروری ہے :-

- (ا) یورپ کے اصلی باشندے کون تھے ؟
- (ب) وہاں ابتدائی حکومتیں کب قائم ہوئیں۔ اور موجودہ ریاستیں یعنی برطانیہ - فرانس - سپین - اٹلی - جرمنی وغیرہ کیسے معرضِ وجود میں آئیں ؟
- (ج) قرونِ وسطیٰ میں یورپ کے تمدن، تہذیب، اخلاق اور علوم و فنون کی کیفیت کیا تھی ؟

یورپ کے اصلی باشندے | تاریخ بتاتی ہے کہ قدیم زمانے میں یورپ

مختلف وحشی قبائل کا مسکن تھا۔ بحیرہ اسود

کے شمال اور دریائے ڈینیپر Dnieper کے دونوں طرف گاتھ آباد تھے۔

دراغرب میں جہاں آج کل پولینڈ، رومانیہ، ہنگری وغیرہ ہیں، ہننز رہتے تھے۔ جرمنی

تین خونخوار قبائل یعنی ڈینڈز، سیکسنز اور اینگلز کا وطن تھا۔ جنوبی جرمنی اور شمالی
 اٹلی میں لمبرڈز سکونت پذیر تھے۔ فرانس میں فرانک اور برطانیہ میں سلٹ (Celts)
 رہتے تھے۔ یورپ کے باقی حصوں میں بھی اُجداد قبائل آباد تھے۔ جن کا کام لڑنا، بھڑانا
 اور ڈاکے ڈالنا تھا۔ جب روم کی غربی سلطنت کمزور ہو گئی تو ان قبائل میں سیاسی
 حرکت پیدا ہوئی۔ اور یہ اپنے اطمان سے نکل کر دور دراز علاقوں پہ چھا گئے۔ کچھ
 قبائل پہلے ہی حرکت میں آچکے تھے۔ مثلاً سیکسنز اور اینگلز جو صدیوں پہلے جزائر برطانیہ
 میں پہنچ چکے تھے۔ پانچویں صدی میں غربی گاتھ اور وینڈل سپین تک پہنچ گئے۔ شرقی
 گاتھ چیکو سلواکیہ اور پھر اٹلی میں داخل ہوئے۔ ہنزر کی حکومت دریائے رائن سے
 ایشیا تک پھیل گئی۔ اور لمبرڈز اٹلی کے بعض اضلاع پہ قابض ہو گئے تھے۔

آٹھویں صدی قبل مسیح سے پہلے یورپ میں
تاریخ یورپ کے تین دور
 کیا ہو رہا تھا۔ ہمیں کچھ معلوم نہیں۔ قیاس
 یہ ہے۔ کہ وہاں وحشی قبائل آباد تھے۔ جن کے سردار اُجداد تھے۔ مذہباً متحد یا بت پرست
 تھے۔ اور نوشت و خواند سے قطعاً نا آشنا تھے۔ آٹھویں صدی کے بعد تاریخ یورپ
 تین دوروں میں بٹ گئی۔

اول :- دو قدیم۔ جو آٹھویں صدی قبل مسیح سے پانچویں صدی عیسوی تک
 پھیلا ہوا ہے۔ یہی وہ زمانہ ہے۔ جب روم کی عظیم سلطنت قائم ہوئی تھی۔
 اور یونان سے علوم و فنون کے دریا بہہ نکلے تھے۔

دوم :- قرون وسطیٰ۔ یعنی وہ زمانہ جو زوالِ روم (۴۷۶ء) سے شروع ہو
 کر یورپ کی حیاتِ ثانیہ (سولہویں صدی) پر ختم ہوتا ہے۔

سوم :- عصرِ حاضر۔ جو سولہویں صدی سے شروع ہوا۔
 اس کے پہلے پانچ سو سال میں تاریکی کی جہالت
 سے دور کے پھر دو حصے ہیں۔

وحشت اور انتہائی بربریت کے سوا اور کچھ بھی نظر نہیں آتا۔ گیارہویں صدی میں اسلامی تہذیب، تمدن اور علوم و فنون مختلف راستوں سے یورپ میں پہنچے۔ اور وہاں کی تاریکیوں میں ہلچل سی پیدا ہو گئی۔ پانچ چھ صدیوں کے بعد وہاں اُجالا سا ہونے لگا۔ جابجا مدارس کھل گئے۔ تالیف و ترجمہ کے ادارے قائم ہو گئے۔ عربی علوم کے تراجم ہونے لگے۔ پاپائیت کا زور ٹوٹ گیا، مذہبی ادبام و اباطیل کے محل شمار ہو گئے۔ جاگیردارانہ نظام مٹ گیا۔ اسی دور میں برطانیہ (۱۶۸۸) فرانس (۱۷۸۹) اور امریکہ (۱۷۷۶) میں انقلابات آئے اور انسانی فکر شخصی حکومت اور کلیسائی بندشوں سے آزاد ہو گئی۔ اور یہ تھا یورپ کا آغاز عروج۔

روم اور اٹلی اٹلی میں ایک دریا کا نام ٹائبر ہے۔ جو شمال کی طرف سے آتا ہے۔ اور روم یا روم سے گزر کر بحیرہ روم میں جا گرتا ہے۔ یہ دریا کبھی شاہراہ تجارت تھا۔ تاجر کشتیوں میں مال بھر کر فلورنس سے نیپلز اور دیگر مقامات تک آتے جاتے تھے اس دریا کے کنارے ایک مقام سرسبزی اور دلکشی کی وجہ سے بہت مشہور تھا۔ وہاں تاجر خیمے لگا کر راتوں کو ٹھہرتے اور صبح کو روانہ ہو جاتے۔ ولادتِ مسیح سے ساڑھے سات سو سال پہلے ان تاجروں نے چندہ کر کے وہاں ایک سرائے بنادی۔ جہاں رفتہ رفتہ ایک شہر بن گیا۔ یہی شہر روم کہلاتا ہے۔ جو اڑھائی ہزار برس سے اٹلی کا دار الخلافہ ہے۔

تشکیلِ روم اس زمانے میں ہر خاندان کا سردار الگ تھا۔ جو خاندانی جھگڑے چکاتا۔ شادیاں کراتا۔ ہر معاملے میں حکم چلاتا اور اپنے قبیلے کی بستیوں کو ڈاکوؤں اور حملہ آوروں سے بچاتا تھا۔ چھٹی صدی ق م میں

برطانیہ میں پارلیمنٹ برسوں بادشاہوں کے خلاف لڑتی رہی۔ دونوں کی فوجیں الگ الگ تھیں۔ بالآخر پارلیمنٹ کامیاب ہوئی اور جمہوریت قائم ہو گئی، فرانس کا انقلاب بھی ملوکیت کے خلاف جہاد تھا۔ امریکہ میں جارج واشنگٹن نے برطانوی استعمار کو شکست دے کر جمہوریت قائم کی۔

ایشیا کا ایک قبیلہ وہاں جا نکلا جس کے سردار Tarquins کہلاتے تھے۔ ان کی قابلیت اور شجاعت سے متاثر ہو کر اہل روم نے انہیں اپنا سردار تسلیم کر لیا اور یہ صورت حال سو سال تک باقی رہی۔

۵۰۹ء ق م میں وہاں ایک اسمبلی بھی تھی۔ جس میں تمام اختیارات خواص کے نمائندوں (Patricians) کے پاس تھے۔ صدر، وزیر، اور مجسٹریٹ ان ہی سے منتخب ہوتے تھے۔ اور عوامی نمائندوں (Plebeians) کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ اس جمہوریت نے رفتہ رفتہ گروڈ واز کے تمام قبائل کو قابو کر لیا۔ پانچ سو سال پہلے یہاں تک کہ ۲۶۵ء ق م میں روم ایک خاصی طاقت بن گئی۔ پھر مزید کا سلسلہ شروع ہوا۔ ۱۹۴ء ق م میں پین ایک سال بعد شمالی افریقہ اور مقدونیہ ۱۴۷ء ق م میں شام ۶۶ء ق م میں فرائس اور بلجیم ۵۹ء ق م میں جرمنی ۱۲۱ء ق م میں فلسطین، ۱۰۱ء ق م میں آرمینیا اور ۱۰۰ء ق م میں عراق سلطنت روم کا حصہ بن گئے۔

سلا کارنیلیس سلا (۸۷ء ق م) روم کا ایک قابل جرنیل تھا۔ یہ سیاست دانوں کی رقباتوں سے تنگ آ گیا۔ اور اس نے ۸۲ء ق م میں پارلیمنٹ کو محض اس کی کے عنان حکومت خود سنبھال لی۔ لیکن اُس دور کی فلسفی سسٹرو (۱۰۶ء ق م) نے آمریت کی مخالفت کی۔ چنانچہ ۸۹ء ق م میں سلا نے دوبارہ جمہوریت قائم کر دی اور خود سیاست سے کنارہ کش ہو گیا۔

جو لیس سینز سینیٹ کا ممبر تھا۔ اسے ۵۸ء ق م میں فرائس کا گورنر مقرر کیا گیا۔ نے پہلے ارد گرد کے تمام علاقے فتح کیے۔ پھر رطانیہ پر حملہ کر دیا اور روم میں تک نکل گیا۔ مشرق میں جرمنی کو بھی شکستیں دیں۔ سینز کی ان کامیابیوں پر روم میں بڑی خوشی ہوئی۔

سینٹ کو ڈر پیدا ہوا کہ کہیں یہ آبرہ بن جائے۔ چنانچہ ۵۰ قمر میں سینٹ نے حکم دیا کہ سینٹز فوج کو منتشر کر دے۔ اس پر سینر بگڑ گیا۔ اور روم پر قبضہ کر کے آبرہ بن بیٹھا۔ اُس وقت بحرہ کا کمانڈر انچیف پمپی تھا۔ وہ مخالف ہو گیا۔ ان دونوں میں جنگ ہوئی اور پمپی شکست کھا کر مصر میں چلا گیا۔

۴۴ قمر میں بروٹس نے سازش کی۔ اور سینر کو قتل کر دیا۔ انیٹنی (سینر کا دوست) اور آکیٹوین نے بروٹس کا پیچھا کیا۔ ۴۲ قمر میں مقدونیہ کے قریب جنگ ہوئی۔ اور بروٹس مارا گیا۔ اس کے بعد ان دونوں نے سلطنت بانٹ لی۔ غربی حصے پر آکیٹوین اور مشرقی خطوں پر انیٹنی حکومت کرنے لگا۔ کچھ دیر کے بعد انیٹنی قلوپٹرہ کے دامِ حُسن میں پھنس گیا۔ اور یہ دونوں مل کر سارے روم پر قبضہ کرنے کے خواب دیکھنے لگے۔ جب سینٹ کو ان کے ارادوں کا اطلاع ملی۔ تو اعلانِ جنگ کر دیا۔ ان دونوں کو شکست ہوئی۔ اور ہر دونے خودکشی کر لی۔

غربی رومہ کے بادشاہ | جولیس سینر سے رومی شہنشاہوں کا سلسلہ شروع ہو کر پانچ صدیوں تک جاری رہتا ہے

ان کے نام بقید سالِ جلوس یہ ہیں۔

۱۔ جولیس سینر

۲۔ آکیٹوین

۵۰۔ ۴۴ قمر

۴۴ قمر۔ ۴۱۔ سینٹ نے شاہانہ

اختیارات اسے ۲۷ قمر میں دیئے تھے۔

۴۱۔ ۳۷

۳۔ ٹاسے بیٹریش

۱۔ چونکہ یہ نام یورپ کی عام تواریخ میں یکجا نہیں ملتے۔ اس لیے مختلف ماخذ سے جمع کر کے یہاں لکھ رہا ہوں تاکہ طلبہ تاریخ کو سہولت رہے۔

٢١ — ٢٤

٥٢ — ٢١

٤٠ — ٥٢

٤٩ — ٤٠

٨١ — ٤٩

٩٤ — ٨١

٩٨ — ٩٤

١١٤ — ٩٨

١٣٨ — ١١٤

١٤١ — ١٣٨

١٨٠ — ١٤١

١٩٢ — ١٨٠

٢١١ — ١٩٢

٢١٤ — ٢١١

٢١٨ — ٢١٤

٢٢٢ — ٢١٨

٢٢٥ — ٢٢٢

٢٢٨ — ٢٢٥

٢٢٩ — ٢٢٨

٢٢٩ — ٢٢٩

٢٥١ — ٢٢٩

(S)

۲۵۱	۲۵۲
۲۵۳	۲۶۰
۲۶۰	۲۶۸
۲۶۸	۲۷۰
۲۷۰	۲۷۵
۲۷۵	۲۷۶
۲۷۶	۲۸۲
۲۸۲	۲۸۴
۲۸۴	۲۸۵
۲۸۵	۳۰۵

اس نے ۳۳۰ء میں ایک گاؤں، بائرنٹیم کو پایہ تخت بنالیا۔ جو بعد میں اسی بادشاہ کی نسبت سے قسطنطنیہ کہلانے لگا۔ سلطنت رومہ کی یہ شاخ پندرھویں صدی کے وسط تک زندہ رہی۔ ۱۴۵۳ء میں قسطنطنیہ کو سلطان محمد فاتح عثمانی نے فتح کر لیا اور یہ آج تک ہمارے قبضے میں ہے۔

۳۳۷	۳۶۰
۳۶۰	۳۶۳
۳۶۳	۳۶۴
۳۶۴	۳۷۵

۱۷۰	گیڈن
۲۶	ایمپریٹر
۲۷	گینی ٹوس
۲۸	کلاڈیوس - روم
۲۹	آریکین
۳۰	مارسی ٹس
۳۱	پروٹس
۳۲	کیرس
۳۳	ڈائیک لیٹین
۳۴	قسطنطین - اول

۳۵	تاسطیٹس
۳۶	جولین
۳۷	جولین
۳۸	ولسٹین - اول

۳۹۵ — ۳۷۵

۳۹۵ — ۳۲۳

۳۵۵ — ۳۲۳

۳۵۵

۳۵۵ — ۳۵۷

۳۵۷ — ۳۶۱

۳۶۱ — ۳۶۷

۳۶۷ — ۳۶۷

۳۶۷ — ۳۶۳

۳۶۳ — ۳۶۳

۳۶۳ — ۳۶۵

۳۶۵ — ۳۶۶

۳۹. ولنٹینین - دوم

۴۰. ہونوریس

۴۱. ولنٹینین - سوم

۴۲. یکنی من

۴۳. اونیٹس

۴۴. مجوری بن

۴۵. ستورس

۴۶. آنتھی مین

۴۷. ایلبرس

۴۸. گلائی سیرس

۴۹. جوریس

۵۰. ریولس

یہ تھے غربی روم کے سلاطین۔ آخری سلطان کو ایک جرمنیل نے، جس کا نام
اڈو ستر تھا، معزول کر دیا۔ اور خود بادشاہ بن بیٹھا۔ لیکن نالائق کی وجہ سے
نظم و نسق کو قائم نہ رکھ سکا۔ با بجا فوجی سرداروں اور گورنروں نے خود مختاری کا
اعلان کر دیا۔ یہاں تک کہ خود اٹلی میں کئی بادشاہتیں قائم ہو گئیں۔ مثلاً وینس،
میلان، فلورنس، نیپلز اور پاپائے روم کی ریاست۔ یہ ریاستیں ۱۸۴۸ء تک

۱۸۴۸ء پاپائے روم کی حکومت نڈال روم کے بعد شروع ہوئی۔ ۱۹۵۵ء میں مستحکم ہو گئی۔ دوبر عروج میں فرانس

آسٹریا۔ جنوبی جرمنی اور غربی یوگوسلاویہ پاپائی سلطنت کے حصہ تھے۔ یہ سلطنت بڑی طرح

پھیلتی اور سلطنت رہی۔ انیسویں صدی میں یہ اندازاً پندرہ ہزار مربع میل رہ گئی تھی۔

باقی رہیں۔

نپلٹر سے اڑھائی سو میل دور مغرب میں ایک جزیرہ سارڈینیا کے نام سے واقع ہے۔ ۱۸۴۸ء میں یہاں امانوئل دوم کی حکومت تھی۔ اس نے اپنے ایک فوجی جرنیل کاونٹ قملکو کی ترغیب پر شاہانہ اختیارات ترک کر دیئے اور جزیرے میں جمہوریت قائم کر دی۔ اس کا اثر اٹلی پہ یہ پڑا کہ وہاں بھی جمہوریت کی تڑپ پیدا ہو گئی۔ اور وہاں کے ایک لیڈر گریٹا لڈی نے رعنا کاروں کی مدد سے سسلی نپلٹر اور پاپائی ریاست پہ قبضہ کر لیا۔ اور پھر ہر جگہ استعصوب کرایا۔ بالآخر یہ تمام چھوٹی چھوٹی جمہوریتیں متحد ہو گئیں۔ اور انھوں نے سارڈینیا کے بادشاہ امانوئل کو اپنا آئینی بادشاہ منتخب کر لیا۔ اطالوی شاہوں کا یہ سلسلہ آج تک (۱۹۶۳ء) باقی ہے۔

قیصرہ روم

ہم عرض کر چکے ہیں۔ کہ قسطنطین اول نے بعض مصالح کی بنا پر ۳۳۰ء میں قسطنطنیہ کو پایہ تخت بنا لیا تھا۔

اس کی وفات کے بعد اس کے بیٹوں نے سلطنت تقسیم کر لی اور غربی شاخ کا فرمانروا الگ ہو گیا۔ ۳۵۳ء میں دونوں حصے پھر ایک بادشاہ کے تحت آ گئے۔ لیکن یہ وحدت عارضی ثابت ہوئی اور ۳۶۴ء میں دونوں شاخیں مستقلاً جدا ہو گئیں۔ غربی شاخ رومن امپائر اور شرقی بائزنٹائن امپائر کے نام سے مشہور ہوئی۔ مسلم مورخ ثانی الذکر شاخ کے سلاطین کو قیصرہ کہتے ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں :-

(اولد الحوراس)

۳۳۰ — ۳۳۴
۳۳۰ — ۳۳۴
۳۵۰ — ۳۴۰
۳۵۲ — ۳۵۰
۳۶۱ — ۳۵۳
۳۶۳ — ۳۶۱
۳۶۴ — ۳۶۳
۳۶۹ — ۳۶۴
۳۹۵ — ۳۶۹
۴۰۸ — ۳۹۵
۴۵۰ — ۴۰۸
۴۵۰ — ۴۵۰
۴۶۴ — ۴۵۰
۴۹۱ — ۴۶۴
۵۱۸ — ۴۹۱
۵۲۴ — ۵۱۸
۵۶۵ — ۵۲۴
۵۶۸ — ۵۶۵

۱۔ قسطنطنیہ - اول
۲۔ " - دوم
۳۔ قسطنطنیہ - اول
۴۔ کنستینٹین
۵۔ قسطنطنیہ
۶۔ جولین
۷۔ جروین
۸۔ زینتر
۹۔ قسطنطنیہ - اول
۱۰۔ آرکیڈین
۱۱۔ قسطنطنیہ - دوم
۱۲۔ مارشیس
۱۳۔ ریمو - اول
۱۴۔ زینو
۱۵۔ قسطنطنیہ
۱۶۔ جیسیس - اول
۱۷۔ جیسیس - اول
۱۸۔ جیسیس - دوم

۳۵۵ء کو روم میں تخت نشین ہوا تھا۔ اس نے ۳۳۳ء میں اپنا پایہ تخت استنبول میں منتقل کر دیا۔ یہ حراہ تھا۔ (انسائیکلو پیڈیا برطانیکا)

۱۹۔ طائبرین

۲۰۔ ماری شش

۲۱۔ فوفن

۲۲۔ برقل یا قسطنطین - سوم

۵۸۲ — ۵۸۸

۴۰۲ — ۵۸۲

۴۱۰ — ۴۰۲

۴۱۰ — ۴۱۱ اس کی طرف

ہمارے حضور صلعم نے ۶۳۴ء میں
خط لکھا تھا۔ اور اسے دعوتِ اسلام
دی تھی۔

۶۴۲ — ۶۴۱

۴۶۸ — ۲۴۲

۴۸۵ — ۴۶۸

۶۸۵ — ۶۹۵ (تحت سے محروم کر دیا گیا)

۶۹۴ — ۶۹۵

۷۰۵ — ۶۹۴

۷۱۱ — ۷۰۵

۷۱۳ — ۷۱۱

۷۱۵ — ۷۱۳

۷۱۷ — ۷۱۵

۷۲۰ — ۷۱۷

۷۷۵ — ۷۲۰

۷۷۹ — ۷۷۵

۷۹۷ — ۷۷۹

۲۳۔ قاسطنطین

۲۴۔ قاسطنطین - دوم

۲۵۔ قسطنطین - چارم

۲۶۔ جسطی نین - دوم

۲۷۔ لیو - دوم

۲۸۔ طائبرین - دوم

۲۹۔ جسطی نین - سوم

۳۰۔ رفلٹی قس

۳۱۔ آنتاسین

۳۲۔ تھیوڈوسیوس - سوم

۳۳۔ لیو - سوم

۳۴۔ قسطنطین - پنجم

۳۵۔ لیو - چارم

۳۶۔ قسطنطین - ششم

۸۰۲—۷۹۷

۸۱۱—۸۰۲

۸۱۱—

۸۱۳—۸۱۱

۸۲۰—۸۱۳

۸۲۹—۸۲۰

۸۲۲—۸۲۹

۸۶۸—۸۲۲

۸۸۶—۸۶۷

۹۱۲—۸۸۶

۹۵۸—۹۱۲

تک یکے بعد دیگرے

۹۱۲ سے ۹۲۵ ریجنٹ رہے۔ کیونکہ

قطنین ہفتم نابالغ تھا۔

۹۵۸—۹۶۳

۹۶۳—۱۰۲۵ نابالغ تھا۔ اس لیے

۹۷۶ تک ٹائیسیفورس دوم اور جان اول

ریجنٹ رہے۔

۱۰۲۵—۱۰۲۸

۱۰۲۸—۱۰۳۲

۱۰۳۲—۱۰۳۴

۳۷۔ آیرین

۳۸۔ ٹائیسیفورس۔ اول

۳۹۔ ٹائیسیفورس

۴۰۔ ٹائیسیفورس۔ اول

۴۱۔ ٹائیسیفورس۔ پنجم

۴۲۔ ٹائیسیفورس۔ دوم

۴۳۔ ٹائیسیفورس

۴۴۔ ٹائیسیفورس۔ سوم

۴۵۔ ٹائیسیفورس۔ اول

۴۶۔ ٹائیسیفورس۔ ششم

۴۷۔ قطنین۔ ہفتم

۴۸۔ ٹائیسیفورس اور

رومانس۔ اول

۴۹۔ رومانس۔ دوم

۵۰۔ ٹائیسیفورس۔ دوم

۵۱۔ قطنین۔ ہفتم

۵۲۔ رومانس۔ سوم

۵۳۔ ٹائیسیفورس۔ چہارم

۱۰۴۲ —————	
۱۰۵۵ ————— ۱۰۴۲	
۱۰۵۶ ————— ۱۰۵۵	
۱۰۵۷ ————— ۱۰۵۶	
۱۰۵۹ ————— ۱۰۵۷	
۱۰۶۷ ————— ۱۰۵۹	
۱۰۷۸ ————— ۱۰۶۷	
۱۰۸۱ ————— ۱۰۷۸	
۱۱۱۸ ————— ۱۰۸۱	
۱۱۴۳ ————— ۱۱۱۸	
۱۱۸۰ ————— ۱۱۴۳	
۱۱۸۳ ————— ۱۱۸۰	
۱۱۸۵ ————— ۱۱۸۳	
۱۱۸۵ ————— ۱۱۹۵ (معزول ہوٹا)	
۱۲۰۳ ————— ۱۱۹۵	
۱۲۰۳ ————— ۱۲۰۳ (دوبارہ)	
۱۲۰۳ —————	
۱۲۰۵ ————— ۱۲۰۳	
۱۲۱۶ ————— ۱۲۰۵	
۱۲۱۹ ————— ۱۲۱۶	
۱۲۲۸ ————— ۱۲۱۹	

۵۴ - مائیکل - پنجم
۵۵ - قسطنطین - ششم
۵۶ - تھیوڈورا
۵۷ - مائیکل - ششم
۵۸ - اسحاق - اول
۵۹ - قسطنطین - دہم
۶۰ - مائیکل - ہفتم
۶۱ - نائیفورس - سوم
۶۲ - ایکیزین - اول
۶۳ - جان - دوم
۶۴ - تھیوڈور - اول
۶۵ - ایکیزین - دوم
۶۶ - اینڈرونیکس - اول
۶۷ - اسحاق - دوم
۶۸ - ایکیزین - سوم
۶۹ - اسحاق - دوم
۷۰ - ایکیزین - چہارم
۷۱ - بالڈون - اول
۷۲ - ہنری
۷۳ - پیٹر
۷۴ - رابرٹ

۱۲۲۸ — ۱۲۶۱

۱۲۶۱ — ۱۲۸۲

۱۲۸۲ — ۱۳۲۸

۱۳۲۸ — ۱۳۴۱

۱۳۴۱ — ۱۳۹۱ - نابالغ - جان ششم

رہنشاہ - (جان سوم و چہارم بالذون دوم کے
زمانے میں بعض خطوں پر حکمران رہے)

۱۳۹۱ — ۱۴۲۵

۱۴۲۵ — ۱۴۴۸

۱۴۴۸ — ۱۴۵۲

۱۴۵۲ - ۱۴۸۱ (۱۴۵۲ء)

ایک فرزند سلطان محمد ثانی (۱۴۵۱ء - ۱۴۸۱ء) نے ۱۴۵۲ء



یونان

ولایت مسیح سے اندازاً آئین ہزار سال پہلے آریوں کی ایک شاخ جنوبی روس
اور جنوب کے سواحل سے یورپ کی طرف بڑھی۔ اُس وقت یورپ میں ایسے لوگ
آباد تھے جن کا نسلی تعلق مصریوں سے تھا۔ قیاس یہ ہے کہ مصری اپنے عہد عروج
میں

۱۔ ولایت مسیح سے اندازاً آٹھ ہزار سال پہلے پہلے (مصر) نامی منہ حکومت پر بیٹھا (بجیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

میں یورپ کے بعض حصوں پر بھی قابض رہے تھے۔ اور ان کی نسلیں وسطی اور جنوبی یورپ میں آباد ہو گئی تھیں۔ ان کے قد چھوٹے، منہ گول اور سر لمبوترے تھے۔ ان میں سے بعض قبائل آدم خور بھی تھے۔ آریے انہیں مغرب کی طرف دھکیلتے گئے۔ یہاں تک کہ ان میں سے بیشتر ہلاک ہو گئے اور کچھ بچ بچا کر بحیرہ روم کے جزائر اور شمالی افریقہ کی طرف نکل گئے۔

یہی آریے دو ہزار قم میں شمال یورپ سے بلقان کی طرف بڑھے ان کے ساتھ ان کے ریوڑ بھی تھے۔ ہومر (۸۵۰) قم ان چراہوں کو ہیلینیز (Hellenese) کے نام سے یاد کرتا ہے ان کی زبان ایک تھی۔ یہ لوگ ہرمقارومت کو توڑ کر بحیرہ ایجین تک پہنچ گئے اور بعد میں سیسی۔ سارڈینیا، اٹلی اور فرانس تک نکل گئے۔ یونان میں ان کے اہم شہر مقدونیہ، ایٹینز اور سپارٹا تھے۔ قبیلے قبیلے کی سرداریاں جدا تھیں، یہ سردار عموماً آپس میں لڑتے رہتے اور کبھی کبھی ایرانی حملوں کا بھی شکار بنتے تھے۔ اس صورت حال سے اکتا کر یونانی سرداروں نے متحدہ قم میں ایک وفاق بنایا جو تمام ریاستوں کے نمائندوں پر مشتمل تھا۔ یہ نمائندے مجسٹریٹ کہلاتے اور تمام ریاستوں کے لیے قانون بناتے تھے۔ فوج، مالیت اور امور خارجہ پر وفاق کا کنٹرول تھا۔ ۵۹۴ قم میں یونان کا ایک مشہور مقنن سوکن، (۶۳۹ - ۵۵۹ قم) نمائندہ منتخب ہوا۔ اس کی دانش علم اور انتظامی قابلیت سے متاثر ہو کر وفاق کو نسل نے اسے صدر منتخب کر لیا اور حکومت کے تمام اختیارات اس کے

(بقیہ صفحہ گزشتہ) اس کا دار الخلافہ منفی تھا۔ جونیل کے ڈٹل پر واقع تھا۔ فرعونوں کا یہ سلسلہ ۵۲۳ قم تک باقی رہا اور اس کے بعد کچھ وقت کے لیے ایرانی مصر پر قابض ہو گئے۔ ان فرعونوں کی حکومت دور عروج میں عراق تک پھیل گئی تھی۔ بحیرہ روم کے بیشتر جزائر اور یورپ کے کچھ علاقے بھی کچھ وقت کیلئے ان کے قبضے میں رہے۔

۱۲۶۱ ————— ۱۲۲۸	۴۵ - بالڈون - دوم
۱۲۸۲ ————— ۱۲۶۱	۴۶ - مائیکل - ہشتم
۱۳۲۸ ————— ۱۲۸۲	۴۷ - اینڈرونیکس - دوم
۱۳۴۱ ————— ۱۳۲۸	۴۸ - اینڈرونیکس - سوم
۱۳۴۱ ————— ۱۳۹۱ - نابالغ - جان ششم	۴۹ - جان - ہفتم

ریجنٹ رہا۔ (جان سوم و چہارم بالڈون دوم کے
زمانے میں بعض خطوں پر حکمران رہے۔)

۱۲۹۱ ————— ۱۲۲۵	۸۰ - مینوئل - دوم
۱۳۲۸ ————— ۱۲۲۵	۸۱ - جان - ہفتم
۱۳۵۳ ————— ۱۳۲۸	۸۲ - قسطنطین - یازدہم

عثمانی ترکوں کے ایک فرمانروا سلطان محمد ثانی (۱۴۵۱ - ۱۴۸۱) نے ۱۴۵۲ء
میں قسطنطنیہ پر قبضہ کر لیا۔ اور یہ سلطنت ختم ہو گئی۔



یونان

ولادت مسیح سے اندازاً تین ہزار سال پہلے آریوں کی ایک شاخ جنوبی روس
اور ڈینیوب کے سواحل سے یورپ کی طرف بڑھی۔ اُس وقت یورپ میں ایسے لوگ
آباد تھے جن کا نسلی تعلق مصریوں سے تھا۔ قیاس یہ ہے کہ مصری اپنے عہدِ عروج

سے ولادت مسیح سے اندازاً پانچ ہزار سال پہلے پلازمینوں میں نامی مسند حکومت پر بیٹھا (حقیقہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

میں یورپ کے بعض حصوں پر بھی قابض رہے تھے۔ اور ان کی نسلیں وسطی اور جنوبی یورپ میں آباد ہو گئی تھیں۔ ان کے قد چھوٹے، منہ گول اور سر لمبوترے تھے۔ ان میں سے بعض قبائل آدم خور بھی تھے۔ آریے انہیں مغرب کی طرف دھکیلتے گئے۔ یہاں تک کہ ان میں سے بیشتر ہلاک ہو گئے اور کچھ بچ بچا کر بحیرہ روم کے جزائر اور شمالی افریقہ کی طرف نکل گئے۔

یہی آریے دو ہزار قم میں شمال یورپ سے بلقان کی طرف بڑھے ان کے ساتھ ان کے ریوڑ بھی تھے۔ ہومر (۵۰۰ ق م) ان چراہوں کو ہیلینز (Hellenes) کے نام سے یاد کرتا ہے ان کی زبان ایک تھی۔ یہ لوگ ہرمقاومت کو توڑ کر بحیرہ ایجین تک پہنچ گئے اور بعد میں سبلی۔ سارڈینیا، اٹلی اور فرانس تک نکل گئے۔ یونان میں ان کے اہم شہر مقدونیہ، ایستینز اور سپارٹا تھے۔ قبیلے قبیلے کی سرداریاں جدا تھیں، یہ سردار عموماً آپس میں لڑتے رہتے اور کبھی کبھی ایرانی حملوں کا بھی شکار بنتے تھے۔ اس صورت حال سے اکتا کر یونانی سرداروں نے متحدہ قم میں ایک وفاق بنایا۔ جو تمام ریاستوں کے نمائندوں پر مشتمل تھا۔ یہ نمائندے مجسٹریٹ کہلاتے اور تمام ریاستوں کے لیے قانون بناتے تھے۔ فوج، مالیت اور امور خارجہ پر وفاق کا کنٹرول تھا۔ ۵۹۴ ق م میں یونان کا ایک مشہور مقنن سولن، (۶۳۹ - ۵۵۹ ق م) نمائندہ منتخب ہوا۔ اس کی دانش و علم اور انتظامی قابلیت سے متاثر ہو کر وفاق کو نسل نے اسے صدر منتخب کر لیا اور حکومت کے تمام اختیارات اس کے

(بقیہ صفحہ گزشتہ) اس کا دار الخلافہ منفی تھا۔ جونیل کے ڈٹ پر واقع تھا۔ فرعونوں کا یہ سلسلہ ۵۲۳ ق م تک باقی رہا اور اس کے بعد کچھ وقت کے لیے ایرانی مصر پر قابض ہو گئے۔ ان فرعونوں کی حکومت دور عروج میں عراق تک پھیل گئی تھی۔ بحیرہ روم کے بیشتر جزائر اور یورپ کے کچھ علاقے بھی کچھ وقت کیلئے ان کے قبضے میں رہے۔

اس نے برسرِ اقتدار آتے ہی تمام
 ہندوؤں کی تعداد چار سو تھی۔ سنی دیکھا مگر
 رابطہ قوانین ترتیب دیا۔ آدم باشندگان پر
 تقسیم کیا۔
 پہلے چلتے رہے۔ یہاں تک کہ ۵۵۰ ق م
 پہلے ایشیائے اوسط اور پھر ایران کو شکست کے
 پہلے قبضہ جمالیہ ۳۶ ق م میں قہر کی
 سب سے پہلے اردگرد کے قبیلوں کی تباہی
 تھیں دیونان کا ایک شہر کو فتح کیا۔ غلام
 کی کو چتیں ہزار باشندوں پر مشتمل تھی۔ قبضہ کیا۔
 شہر غارہ اور لبنان کی بندرگاہ تیار ہو۔ ہندو
 نے اس نے شام۔ مصر۔ ایران۔ سب سے
 ڈالا۔ ان مہات سے واپس آ رہا تھا۔ کہ ۳۳۰ ق م
 اس کے بعد اس کے جرنیلوں میں چھوٹ پڑ گئی اور
 تقسیم ہو گئی۔ مقدونیہ ایشیائی گونش کے حصہ میں آیا۔ ایشیائی
 میں ہو گیا۔ انطاکیہ اسی نے بنایا تھا۔ اور مصر بطلمیوں نے لے لیا۔ مقدونیہ
 میں پھر جمہوریتیں بن گئیں۔ ۳۶ ق م میں سلطنتِ دومہ (شرقی)
 اور ایشیائے صغیر پر قبضہ کر لیا۔ البتہ مصر کا بطلمیوسی خاندان جو تاریخ
 کے نام سے مشہور ہے۔ تین صدیوں تک زندہ رہا۔ اس کے بادشاہوں

کے نام یہ ہیں :-

بطالستہ مصر

- ۱- بطلمیوس اول ۳۲۳ — ۳۰۹ ق م
- ۲- بطلمیوس دوم - فیلاڈل فس ۳۰۹ — ۲۴۶ "
- ۳- " سوم - ارگیت اول ۲۴۶ — ۲۲۱ "
- ۴- " چہارم - فیلوپیٹر ۲۲۱ — ۲۰۴ "
- ۵- " پنجم - اپنی فینٹن ۲۰۴ — ۱۸۱ "
- ۶- " ششم - فیلوپیٹر ۱۸۱ — ۱۴۵ "
- ۷- " ہفتم - ارگیت دوم ۱۴۵ — ۱۱۶ "
- ۸- " ہشتم - سوٹر ۱۱۶ — ۸۰ "
- ۹- " نهم - اسکندر اول ۹۶ — ۸۹ " یہ مصر پر حکمران تھا۔ اور سوٹر جزائر پر۔ ۸۹ ق م میں لوگوں نے اسکندر کو معزول کر دیا۔ اور سوٹر کو دونوں حصوں کا بادشاہ بنا دیا۔
- ۱۰- " دہم - اسکندر دوم ۸۰ — ق م
- ۱۱- " یازدہم - فیلوپیٹر دوم ۸۰ — ۵۱ "
- ۱۲- " دوازدہم - فیلوپیٹر سوم ۵۱ — ۴۷ "
- ۱۳- " سیزدہم - فیلوپیٹر چہارم ۴۷ — ۴۴ "
- ۱۴- " قلوپیٹر ۴۴ — ۳۰ "

۱۵- علم ہیئت کی مشہور کتاب آئینہ کا مصنف بطلمیوس ایک الگ شخصیت تھی۔ جو چار سو سال بعد مصر میں پیدا ہوا۔ یہ ۱۲۷ء سے ۱۵۱ء تک اسکندریہ میں مشاہدات قلم بند کرتا رہا۔ اور پھر تیرہ جلدوں میں آئینہ لکھی۔ (انسائیکلو پیڈیا برطانیکا)

جیسا کہ اوراقِ گزشتہ میں بیان ہو چکا ہے۔ غزنی رومہ کے سیزر آکیٹیوین نے مصر پر حملہ کیا۔ قلوپٹرو نے خودکشی کر لی۔ اور مصر سلطنت رومہ کا حصہ بن گیا۔



فرانس

زوالِ رومہ (غربی) کے بعد فرانس مختلف سرداریوں میں بٹ گیا تھا۔ چھٹی صدی میں ایک سردار کلاوڈس نے سب سے پہلے دوون ملک کی ریاستوں کا خاتمہ کیا۔ پھر اٹلی اور جرمنی کے کچھ علاقے بھٹیائیے اوزیوں ایک اچھی خاصی سلطنت کی بنا ڈال دی۔ جب یہ فوت ہو گیا۔ تو اس کی سلطنت اس کے چار بیٹوں میں تقسیم ہو گئی۔ اور یہ آپس میں لڑنے لگے۔ اس پھوٹ کے باوجود میئرڈ کی ایک کونسل اتحادِ فرانس کی کوشش کرتی رہی۔ چارلس مارٹل، جس نے ۷۶۸ء میں اسلامی افواج کی پیش قدمی کو ٹورس (Tours) کے مقام پر روکا تھا۔ اور جس نے فرانس کے بعض باغی سرداروں کو شکست دے کر ان کی ریاستوں کو پھر جزوِ سلطنت بنا لیا تھا، اسی کونسل کا ایک ممبر تھا۔ اس کی وفات پر اس کا بیٹا پیپن پہلے اس کونسل کا ممبر بنا۔ اور ۷۶۸ء میں تختِ سلطنت پر قبضہ کر لیا۔ اس نے اٹلی کو وحشی لمبرڈز سے آزاد کرانے کے بعد پوپ کے حوالے کر دیا۔ جب ۷۶۸ء میں اس کی وفات ہوئی تو حسبِ رواج اس کی سلطنت اس کے دو بیٹوں شارلیمان اور کارلیمان میں بٹ گئی۔ کارلیمان ۷۶۸ء میں مر گیا۔ اور شارلیمان ساری سلطنت کا واحد فرماں روا بن گیا۔ اس نے جرمنی کے وحشی قبائل اور لمبرڈز کو شکست دینے کے بعد اپنی سلطنت کافی

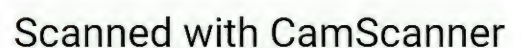
پھیلائی۔ اور پوپ کو سارے اٹلی کا فرما زوا تسیم کر دیا۔ فرانسیسی شاہوں کا
جدول ہے :

۸۱۴ — ۷۶۸	۱۔ شاریمان
۸۴۰ — ۸۱۴	۲۔ ٹوٹس اول
۸۷۷ — ۸۴۰	۳۔ چارلس اول
۸۷۹ — ۸۷۷	۴۔ ٹوٹس دوم
۸۸۲ — ۸۷۹	۵۔ ٹوٹس سوم
۸۸۴ — ۸۸۲	۶۔ کارلومان دوم
۸۸۷ — ۸۸۴	۷۔ چارلس دوم
۸۹۲ — ۸۸۷	۸۔ یوٹوٹ
۹۲۲ — ۸۹۲	۹۔ چارلس سوم
۹۲۳ — ۹۲۲	۱۰۔ رابرٹ اول
۹۳۶ — ۹۲۳	۱۱۔ رڈولف
۹۵۴ — ۹۳۶	۱۲۔ ٹوٹس چہارم
۹۸۶ — ۹۵۴	۱۳۔ لوٹھیر
۹۸۷ — ۹۸۶	۱۴۔ ٹوٹس پنجم
۹۹۶ — ۹۸۷	۱۵۔ گیتھ
۱۰۳۱ — ۹۹۶	۱۶۔ رابرٹ دوم
۱۰۶۰ — ۱۰۳۱	۱۷۔ ہنری اول
۱۱۰۸ — ۱۰۶۰	۱۸۔ فلپ اول
۱۱۳۷ — ۱۱۰۸	۱۹۔ ٹوٹس ششم

۱۱۸۰ — ۱۱۳۷	۲۰ - لوئس - هفتم
۱۲۲۲ — ۱۱۸۰	۲۱ - فلپ - دوم
۱۲۲۴ — ۱۲۲۳	۲۲ - لوئس - هشتم
۱۲۷۰ — ۱۲۲۴	۲۳ - " - نهم
۱۲۸۵ — ۱۲۷۰	۲۴ - فلپ - سوم
۱۳۱۳ — ۱۲۸۵	۲۵ - " - چهارم
۱۳۱۶ — ۱۳۱۳	۲۶ - لوئس - دهم
۱۳۱۶ —	۲۷ - جان - اول
۱۳۲۲ — ۱۳۱۶	۲۸ - فلپ - پنجم
۱۳۲۸ — ۱۳۲۲	۲۹ - چارلس - چهارم
۱۳۵۰ — ۱۳۲۸	۳۰ - فلپ - ششم
۱۳۶۳ — ۱۳۵۰	۳۱ - جان - دوم
۱۳۸۰ — ۱۳۶۳	۳۲ - چارلس - پنجم
۱۴۲۲ — ۱۳۸۰	۳۳ - " - ششم
۱۴۶۱ — ۱۴۲۲	۳۴ - " - هفتم
۱۴۸۳ — ۱۴۶۱	۳۵ - لوئس - یازدهم
۱۴۹۸ — ۱۴۸۳	۳۶ - چارلس - هشتم
۱۵۱۵ — ۱۴۹۸	۳۷ - لوئس - دوازدهم
۱۵۴۷ — ۱۵۱۵	۳۸ - فرانسس - اول
۱۵۵۹ — ۱۵۴۷	۳۹ - هنری - دوم
۱۵۶۰ — ۱۵۵۹	۴۰ - فرانسس - دوم

اس کے بعد دوسری جمہوریہ آگئی۔ جواب تک قائم ہے۔

۵۵ - " - سوم



سپین

جسٹس میں طارق بن خضر المڑیہ پڑا۔ تو اس وقت سپین پر غزنی گاتھ کی حکومت تھی۔ مگر اس شاخ کا آخری بادشاہ تھا طارق سے شکست کھا کر بھاگا۔
 اندر دیکھتے دیکھتے داری الکیر کو عبور کرتے ہوئے ڈوب گیا۔ اسلامی فوجیں نہ صرف سپین پہنچیں بلکہ فرانس میں ٹورس (Tours) تک جا پہنچیں جو پیرس سے ۱۰۰ میل جنوب مغرب میں واقع ہے۔ البتہ چند سردار شمالی پہاڑوں میں اماندہ تھے۔ اور وہاں انہوں نے چھوٹی چھوٹی ریاستیں بنالیں۔ جن میں سے چھپ گئے۔ اور تسلیمِ خضوعیت سے قابلِ ذکر ہیں۔ انہی ریاستوں نے آٹھ سو سال اور کانِ اسلامی حکومت کو ختم کیا تھا اور تمام مسلمانوں کو سپین سے نکال دیا تھا۔
 ابتدا میں ان ریاستوں کا تسلط چند یسٹوں پہ تھا۔ رفتہ رفتہ انہوں نے اسلامی سپین کے لحاظ سے بھیا لیے۔ اور تیرہویں صدی میں یہ خاصی طاقت بن گئے۔

تیرہویں صدی میں اراگان کے بادشاہ	تیرہویں صدی میں قسطنطین کے بادشاہ
۱۲۸۴ - ۱۲۵۲	۱۲۸۵ - ۱۲۶۹
۱۳۱۲ - ۱۲۸۴	۱۲۹۱ - ۱۲۸۵
۱ - الفونسو - دہم	۱ - پیٹر سوم
۲ - سانچو - چہارم	۲ - الفونسو سوم

لے دیا ہے دیکھ کر کے دلوں میں گاتھ آباد تھے۔ غزنی کے رے و اے غزنی گاتھ اور مشرقی و اے
 شرقی گاتھ کہلاتے ہیں۔

لے جبرائیل کا دیا۔ جبرائیل سے نکل کر قریب اور اسیلیہ سے ہوتا ہوا خلیجِ فارس (بحیرہِ روم) میں جاگرتا ہے۔

۱۳۱۲-۱۲۵۰	۲۔ الفونسو۔ یازدہم	۱۲۹۱-۱۳۲۷	۳۔ جیمز دوم
۱۳۶۸-۱۳۵۰	۴۔ پیٹر۔ ظالم	۱۳۲۶-۱۳۲۷	۴۔ الفونسو۔ چہارم
۱۳۶۸-۱۳۷۹	۵۔ ہنری	۱۳۳۶-۱۳۸۷	۵۔ پیٹر۔ چہارم
۱۳۷۹-۱۳۹۰	۶۔ جان۔ اول	۱۳۸۷-۱۳۹۵	۶۔ جان
۱۳۹۰-۱۴۰۶	۷۔ ہنری۔ سوم	۱۳۹۵-۱۴۱۰	۷۔ مارٹن
۱۴۰۶-۱۴۵۲	۸۔ جان دوم	مارٹن بے اولاد مر گیا اور امرائے دربار نے قسطنطنیہ کے فردینان کو اراگان کا بادشاہ بنالیا۔	
۱۴۵۲-۱۴۵۴	۹۔ ہنری۔ چہارم		
۱۴۵۴-۱۴۵۴	۱۰۔ ایزابلا		
دھان دوم بچہ تھا۔ اس لیے اس کا چچا فردینان کارو بار سلطنت چلاتا رہا۔			
۱۴۵۴ میں یہ مسئلہ میں			
تحت نشین ہوئی۔ اراگان کے بادشاہ فردینان سے شادی کر لی۔ اور یہ دونوں سلطنتیں ایک ہو گئیں۔			

فردینان اور ایزابلا نے مل کر مسلمانوں سے تمام علاقے چھین لیے۔ اور ۱۴۹۲ء میں اسلامی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔ فردینان کی وفات ۱۵۱۶ء میں ہوئی تھی۔ اس کے بعد :-

۱۵۱۶ ————— ۱۵۵۶

۱۔ چارلس۔ پہلے

۱۵۵۶ ————— ۱۵۹۸

۲۔ فیلیپ۔ دوم

۱۵۹۸ ————— ۱۶۲۱

۳۔ فیلیپ۔ سوم

۴۔ یہ جدول چارلس پنجم سے شروع ہوتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ پہلے چار کہاں گئے (باقی ناصیہ اگلے صفحہ پر)

۱۶۶۵ — ۱۶۶۱	۴ - فلپ - چارلس
۱۷۰۰ — ۱۶۶۵	۵ - چارلس - دوم
۱۷۴۶ — ۱۷۰۰	۶ - فلپ - پنجم
۱۷۵۹ — ۱۷۴۶	۷ - فرڈینانڈ - ششم
۱۷۸۸ — ۱۷۵۹	۸ - چارلس - سوم
۱۸۰۸ — ۱۷۸۸	۹ - " - چارلس
۱۸۱۲ — ۱۸۰۸	۱۰ - نپولین I شاہِ فرانس
۱۸۴۲ — ۱۸۱۲	۱۱ - فرڈینانڈ - ہفتم
۱۸۶۸ — ۱۸۴۲	۱۲ - ایزابلا - دوم

اس کے بعد جمہوریت قائم ہو گئی۔ درمیان میں کبھی کبھی ملوکیت بھی سر اٹھاتی رہی۔ لیکن کامیاب نہ ہو سکی۔ ۱۹۳۶ء میں جنرل فرانکو جمہوریہ سپین کے صدر بن گئے۔ اور آج ۱۹۶۳ء تک وہی ہیں۔
سپین کے اسلامی سلاطین کے جدول باب سوم میں ملاحظہ فرمائیے۔



بقیہ صفحہ گزشتہ :- جواب ہے کہ اراکان اور قسطنطنیہ کے شاہوں کا سلسلہ تو (محدود طریق) سے چلتا ہے۔ لیکن ہم نے خوفِ طوالت سے انہیں نظر انداز کر دیے ہیں۔ ان ریاستوں کی تعداد پانچ کے قریب تھی اور ان کے سلاطین کا سلسلہ بہت دراز تھا۔ یہ چار چارلس ۱۵۱۶ء سے پہلے گزر چکے تھے۔ یہی حال پطرب فلپ - الفونسو اور دیگر ناموں کا ہے۔

جرمنی

جرمنی میں مختلف وحشی قبائل مثلاً وینڈل، سیکسنز، اینگلز وغیرہ آباد تھے۔ ان کے سردار جڈا جڈا تھے۔ غربی رومہ کے خاتمہ کے بعد جرمنی کئی حصوں میں منقسم ہو گیا۔ شمال میں فرانکس کا غلبہ تھا۔ جنوب میں بویریا ذرا اُپر تھرنگیا اور شمال مشرقی علاقوں پر سیکسنز کا تسلط تھا۔ ان میں سے ایک سردار کلاویش نے بویریا، تھرنگیا اور چند دیگر علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ جب ۵۱۱ء میں اس کی وفات ہو گئی۔ تو بعض سرداروں نے اس کے لڑکے ہتھیوراٹوک (۵۱۱ - ۵۴۸) سے کچھ علاقے چھین لیے۔ اس کے بعد کوئی کام کا آدمی تخت نشین نہ ہوا اور چھوٹے بڑے سردار تین سو برس تک آپس میں لڑتے رہے۔ جب ۶۶۰ء میں شاریمان فرانکس کا بادشاہ بنا تو اس نے جرمنی کے بیشتر علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ اس کے اخلاف اندازاً سو برس تک جرمنی پر حکمران رہے۔ آخری بادشاہ ٹوئیس دی چائلڈ تھا۔ جو ۹۱۱ء میں فوت ہوا۔ اس کی وفات پر جرمن اُمرا نے فرینکوینیا کے ایک ڈیوک کانرڈ کو اپنا بادشاہ بنا لیا۔ اور اُس وقت سے جرمنی ایک الگ ریاست بن گئی۔ جو آج تک قائم ہے۔ جدولِ سلاطین یہ ہے :-

۱۔ کانرڈ	۹۱۱ ————— ۹۱۸
۲۔ ہینری - اول	۹۱۸ ————— ۹۳۶

۱۔ جرمنی کے ایک صوبے بویریا میں اس نام کے دو خطے ہیں۔ جو شمالی اور جنوبی فرینکوینیا کے نام سے مشہور ہیں۔

۹۴۳ — ۹۳۶	۳ - آٹو - اول
۹۸۳ — ۹۴۳	۴ - " - دوم
۱۰۰۲ — ۹۸۳	۵ - " - سوم
۱۰۲۲ — ۱۰۰۲	۶ - ہنری - دوم
۱۰۲۹ — ۱۰۲۲	۷ - کانزڈ - عدم
۱۰۵۶ — ۱۰۳۹	۸ - ہنری - سوم
۱۱۰۷ — ۱۰۵۶	۹ - " - چہدم
۱۱۵۲ — ۱۱۰۷	۱۰ - کانزڈ - سوم
۱۱۸۷ — ۱۱۵۲	۱۱ - فریڈریک - اول (باربروسہ)
۱۱۹۷ — ۱۱۸۷	۱۲ - ہنری - ششم
۱۱۹۷ — ۱۱۹۷	۱۳ - آٹو - چہارم
۱۲۱۲ — ۱۱۹۷	۱۴ - فریڈریک - دوم
۱۲۵۰ — ۱۲۱۲	۱۵ - کانزڈ - چہارم
۱۲۵۴ — ۱۲۵۰	اس کے بعد انیس برس تک جرمن سردار آپس میں لڑتے رہے۔ آخر پوپ نے مداخلت کی اور روڈولف بادشاہ بنا۔
۱۲۹۱ — ۱۲۷۲	۱۶ - روڈولف - اول
۱۲۹۸ — ۱۲۹۱	۱۷ - " - دوم
۱۳۰۸ — ۱۲۹۸	۱۸ - آلبیٹ - اول
۱۳۱۳ — ۱۳۰۸	۱۹ - ہنری - ہفتم
۱۳۲۶ — ۱۳۱۳	۲۰ - لوئیس

۲۹ - چارلس - چارم

۱۳۳۶ — ۱۳۷۶ یہ دراصل لوبیمیا

کا بادشاہ تھا۔ جرمنی نے بھی اسے اپنا بادشاہ
تسلیم کر لیا۔

۱۳۷۶ — ۱۴۰۰

۱۴۰۰ — ۱۴۱۰

۱۴۱۰ — ۱۴۳۷

۱۴۳۷ — ۱۴۳۹

۱۴۳۹ — ۱۴۸۶

۱۴۸۶ — ۱۵۱۹

۱۵۱۹ — ۱۵۵۸

۱۵۵۸ — ۱۵۶۴ اسٹریا کا بادشاہ

تھا۔ پوپ کی مدد سے جرمنی کا بھی بادشاہ
بن گیا۔

۱۵۶۴ — ۱۵۶۴

۱۵۶۴ — ۱۶۱۲

۱۶۱۲ — ۱۶۱۹

۱۶۱۹ — ۱۶۳۷

۱۶۳۷ — ۱۶۵۷

۱۶۵۷ — ۱۷۰۵

۱۷۰۵ — ۱۷۱۱

۱۷۱۱ — ۱۷۴۰

۲۲ - ونڈل

۲۳ - فریڈرک

۲۴ - البرٹ

۲۵ - فریڈرک سوم

۲۶ - فریڈرک اول

۲۷ - فریڈرک

۲۸ - فریڈرک

۲۹ - فریڈرک

۳۰ - فریڈرک

۳۱ - فریڈرک

۳۲ - فریڈرک

۳۳ - فریڈرک

۳۴ - فریڈرک

۳۵ - فریڈرک

۳۶ - فریڈرک

۳۷ - فریڈرک

۳۸ - فریڈرک

۳۹ - فریڈرک

۴۰ - فریڈرک

۱۴۴۲ ————— ۱۴۴۰	۳۸ - ماریا تھریسا
۱۴۴۵ ————— ۱۴۴۲	۳۹ - چارلس - ہفتم
۱۴۶۵ ————— ۱۴۴۵	۴۰ - فرانسس - اول
۱۴۹۰ ————— ۱۴۶۵	۴۱ - جوزف - دوم
۱۴۹۲ ————— ۱۴۹۰	۴۲ - لیوپولڈ - دوم
۱۸۰۴ ————— ۱۴۹۲	۴۳ - فرانسس - دوم
۱۸۱۳ ————— ۱۸۰۴	۴۴ - نیپولین (شاہ فرانس)
۱۸۴۸ ————— ۱۸۱۳	۴۵ - فیدریشن بن گئی
۱۸۴۸ ————— ۱۸۶۱ دورِ جمہوریت کا	۴۶ - فریڈرک - چہارم
آئینی بادشاہ -	

۱۸۶۱ ————— ۱۸۸۸ اس کا وزیر اعظم	۴۷ - ولیم - اول
بسمارک تھا -	

۱۸۸۸ ————— ۱۹۱۸ اس نے پہلی جنگ	۴۸ - ولیم - ثانی
عالمگیر شروع کی تھی -	

۱۹۱۸ ————— ۱۹۲۵ - صدرِ جمہوریہ	۴۹ - آلبرٹ
--------------------------------	------------

۱۹۲۵ ————— ۱۹۳۳	۵۰ - ہینڈن برگ
-----------------	----------------

۱۹۳۳ ————— ۱۹۴۶ یہ دوسری جنگِ عظیم	۵۱ - ہٹلر
کا باعث تھا -	

دوسری جنگِ عظیم کے بعد جرمنی دو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ مشرقی اور مغربی۔
مشرقی روس کے زیر اثر ہے اور مغربی نسبتاً آزاد ہے۔ مغربی جرمنی کا چانسلر آئیڈنار
(۱۹۴۶ - ۱۹۶۳) اس سال (۱۹۶۳) میں مستعفی ہوا ہے۔ اور اُس کی جگہ پروفیسر



برطانیہ

عہد قدیم میں برطانیہ وحشی قبائل کا مسکن تھا۔ ساتویں صدی ق م میں یورپ سے چند نئے قبائل جو سیلٹس (Celts) کے نام سے مشہور تھے۔ ان جزائر میں داخل ہوئے اور اصلی باشندوں کو پہاڑوں میں دھکیل دیا۔ ۵۵ ق م میں جولیس سیزر نے جو اس وقت فرانکس کا گورنر تھا۔ برطانیہ کو فتح کر لیا۔ لیکن مال غنیمت اور کئی ہزار غلام لے کر واپس چلا گیا۔ ۴۳ء میں کلاڈیئس (۴۱ - ۵۴) نے برطانیہ کو فتح کر لیا اور یہ جزائر اندازاً چار سو برس تک روم کے زیر نگیں رہے۔ روم کے بعد جرمنی کے تین قبائل یعنی آبینگلز، سیکسنز اور جوتس برطانیہ پہنچا گئے۔ یہ لوگ نہایت جاہل۔ اجڑے۔ مفلس اور جنگ پسند تھے۔ گارے کے گھروں میں رہتے، کھالیں پہنتے اور آپس میں لڑتے رہتے تھے۔ ان کے سردار جدا جدا تھے۔ دواڑھائی صدیوں کے بعد ان میں آلفریڈ نامی ایک سردار اٹھا۔ جس نے مختلف قبائل کو مطیع کر کے ایک باقاعدہ حکومت کی بنیاد ڈالی۔ یہ صاحب علم بھی تھا۔ اس نے لاطینی کی چند کتابوں کو انگریزی میں منتقل کیا۔ برطانوی سلاطین کا سلسلہ اسی سے شروع ہوتا ہے۔

۸۷۱ — ۹۰۱

۱۔ الفریڈ

۹۰۱ — ۹۲۵

۲۔ ایڈورڈ۔ اول

۹۲۵ — ۹۴۰

۳۔ اٹھلہ بن

۱۵۵۳ — ۱۵۴۷

۱۵۵۸ — ۱۵۵۳

۱۶۰۳ — ۱۵۵۸

۱۶۲۵ — ۱۶۰۳

۱۶۴۲ — ۱۶۲۵

۱۶۴۹ — ۱۶۴۲

۱۶۵۸ — ۱۶۴۹

۱۶۶۰ — ۱۶۵۸

۱۶۸۵ — ۱۶۶۰

۱۶۸۸ — ۱۶۸۵

۱۶۹۴ — ۱۶۸۸

۱۷۰۲ — ۱۶۹۴

۱۷۱۴ — ۱۷۰۲

۱۷۲۷ — ۱۷۱۴

۳۶ - ایڈورڈ - ششم

۳۷ - میری

۳۸ - آرلینڈ

۳۹ - جیمز - اول

۴۰ - چارلس - اول

۴۱ - خانہ جنگی

۴۲ - کرائویل - اول

۴۳ - " - دوم

۴۴ - چارلس - دوم

۴۵ - جیمز - دوم

۴۶ - میری اور ولیم - سوم (بہر دور)

۴۷ - ولیم سوم (تنبہا)

۴۸ - ملکہ آئینی

۴۹ - جارج - اول

۵۰ - چارلس اول پارلیمنٹ کی پروا نہ نہیں کرتا تھا۔ تنگ آکر پارلیمنٹ نے اس کے خلاف اعلان جنگ

کر دیا۔ یہ جنگیں سات سال تک جاری رہیں۔ آخر چارلس کو شکست ہوئی اور اسے موت کی سزا دی۔ پارلیمنٹ کی

فوج کی کمان کرائویل کے سپرد تھی۔ یہ پارلیمنٹ کا ممبر بھی تھا۔ فتح کے بعد پارلیمنٹ نے اسے صدر بنایا۔ اس

کی وفات ۱۶۵۸ میں ہوئی۔ اور شاہی قبرستان میں دفن ہوا۔ جب ۱۶۶۰ء میں چارلس کا بیٹا چارلس دوم

جو سکاٹ لینڈ کا بادشاہ تھا، برطانوی تخت کا مانگ بھی بن گیا تو اس نے کرائویل کی لاش کو قبر سے نکال

کر سزا پہنکادیا۔

- ۵۰ - جارج - دوم
 ۵۱ - " - سوم
 ۵۲ - پرنس آف ویلز (ریجنٹ)
 ۵۳ - جارج - چہارم
 ۵۴ - ولیم - چہارم
 ۵۵ - وکٹوریا
 ۵۶ - ایڈورڈ ہفتم
 ۵۷ - جارج - پہنچم
 ۵۸ - ایڈورڈ ہشتم
 ۵۹ - جارج - ششم
 ۶۰ - ایلزبتھ
- ۱۷۶۰ — ۱۷۶۷
 ۱۷۶۰ — ۱۷۸۸ یہ پاگل ہو گیا تھا۔
 چنانچہ پرنس آف ویلز کو ریجنٹ مقرر کیا گیا۔
 ۱۷۸۸ — ۱۸۲۰
 ۱۸۲۰ — ۱۸۲۰
 ۱۸۲۰ — ۱۸۲۷
 ۱۸۲۷ — ۱۹۰۱
 ۱۹۰۱ — ۱۹۱۰
 ۱۹۱۰ — ۱۹۳۶
 ۱۹۳۶ — اس نے خلافت
 دستور ایک عورت مسز سمپسن سے شادی
 کا ارادہ کیا۔ پارلیمنٹ نے اجازت نہ
 دی۔ اور اس نے تخت چھوڑ دیا۔
 ۱۹۳۶ — ۱۹۵۲
 ۱۹۵۲ — (۱۹۶۳ میں زندہ ہے)



روس

ہر چند کہ روس ہماری تہذیب و ثقافت سے بہت کم متاثر ہوا اور اُس کی تاریخ
 سے ہمیں کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے۔ لیکن یہ ملک صدیوں سے اسلامی ممالک کا ہمسایہ

چلا آتا ہے۔ اس کے جنوب میں افغانستان، بخارا، ایران و عراق واقع ہیں۔ اور جنوب مغرب میں ترکی۔ افغانستان کے سوا باقی تمام ممالک بارہ سو سال تک علم و ثقافت کے مرکز رہے ہیں۔ یہ ناممکن ہے کہ ان ممالک کی تہذیب سے غیر متاثر رہا ہو۔ دریائے وائگا کے دونوں طرف لاکھوں مسلمانوں کا وجود ہی اس امر کی ناقابل تردید شہادت ہے۔ کہ اسلامی اثرات غریب روس کے اندرونی خطوں تک پہنچے۔ پھر بحیرہ اسود کے شمالی ساحل پر مسلمانوں کا ایک خاندان ۱۲۲۸ء سے ۱۷۸۲ء تک حکمران رہا۔ یہ سلاطین خاندان قزم کے نام سے مشہور تھے۔ ان کی حکومت کریمیا سے کیفیت تک پہنچ چکی ہوئی تھی۔ اندشاہوں کی تعداد باسٹھ تھی۔ انہوں نے اپنی وسیع سلطنت میں لاتعداد مدارس و مساجد قائم کیں۔ جن میں عمدہ علماء علوم و فنون کا درس دیا کرتے تھے۔ مقام تاشفہ ہے کہ ان سلاطین کے ثقافتی و علمی کارنامے کسی مسلم توشیح نے قلم بند نہیں کیے۔ ممکن ہے۔ کہ اس موضوع پر روسی زبان میں کوئی کتاب موجود ہو۔ لیکن میری نظر سے نہیں گزری۔

روس کارل مارکس (۱۸۱۸ - ۱۸۸۲) کا پیرو ہے۔ یہ فلسفی جرمنی میں پیدا ہوا تھا۔ اس ملک میں اسلامی علوم و فنون کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ جرمنی میں قرآن حکیم کے تراجم بھی ہو چکے ہیں۔ قرآن حکیم۔ ذخیرہ اندوزی۔ سرمایہ داری اور جمیع دولت کا دشمن ہے۔ - زائد از ضرورت اشیاء پاس رکھنے سے روکتا ہے اور تقسیم دولت کے لیے میراث، زکوٰۃ، صدقات اور عشر کا بار بار حکم دیتا ہے کارل مارکس کے معاشی فلسفے کا مقصد بھی دولت کو بانٹنا اور سرمایہ داری کو روکنا ہے۔ سوال یہ ہے۔ کہ مارکس نے یہ فلسفہ کہاں سے لیا؟ گو ہم کوئی علمی شہادت پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ لیکن اس امر کا قوی امکان ہے کہ قرآن کی آواز مارکس کے کانوں تک پہنچی ہو۔ اور اس نے کچھ نہ کچھ متاثر کیا ہو۔

بہر حال یہ تھا وہ مجزوی تعلق جس کی بنا پر مجھے یہاں روس کی تاریخ بھی مختصراً
لکھنی پڑی۔

نویں صدی عیسوی سے پہلے روس میں کیا ہو رہا تھا۔ ہمیں معلوم نہیں۔ صرف
اتنا ہی علم ہے کہ وہاں وحشی قبائل آباد تھے۔ جن کے سردار جدا جدا تھے۔ سرداروں
کا یہ سلسلہ تیرھویں صدی تک جاری رہا۔ تیرھویں صدی کے آغاز میں چنگیز خاں
(۱۲۲۷ء) روس کے بیشتر حصوں پر چھا گیا۔ اس کے اخلاف نے وہاں ریاستیں
بنائیں۔ جو اڑھائی سو برس تک زندہ رہیں۔ ۱۲۸۰ء میں ماسکو کے سردار آئیون
دوم نے ۲۰ سالہ ریوں کو پہلی شکست دی۔ جس سے ان کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اور چند
سال بعد اس کے جانشین آئیون سوم (۱۲۶۲ - ۱۵۰۵ء) نے انھیں روس کی
سرزمین سے باہر دھکیل دیا۔ زار کا لقب سب سے پہلے آئیون سوم نے اختیار
کیا تھا۔ زاروں کا یہ سلسلہ ۱۹۱۷ء تک جاری رہا۔ پھر اشتراکی نظام قائم ہو گیا۔
جس کا پہلا سربراہ لینن (۱۹۲۲) دوسرا سٹالین (۱۹۵۲) تیسرا بحکامین (۱۹۵۷)
تھا اور اب ۱۹۶۲ء میں خروشیف ہے۔

روس کے حکمران خاندان :-

- | | | |
|------|------|-----------------------|
| ۱۱۵۷ | ۸۶۰ | ۱ - رکیف کے ڈیوٹس |
| ۱۳۲۵ | ۱۱۵۷ | ۲ - ولادیمیر کے ڈیوٹس |
| ۱۳۶۲ | ۱۳۲۵ | ۳ - ماسکو کے ڈیوٹس |
| ۱۹۱۷ | ۱۳۶۲ | ۴ - زاروں کا سلسلہ |

سِسیلی

یہ جزیرہ اٹلی کے جنوب میں واقع ہے۔ اس کا رقبہ ۹۸۶۰ مربع میل ہے۔
 آٹھویں صدی ق م میں اس پر یونانی چھل گئے۔ جن کے چھوٹے چھوٹے سردار صدیوں
 آپس میں لڑتے رہے۔ دوسری صدی ق م میں کارتیجیج کا غلبہ ہو گیا۔ پھر یہ جزیرہ غری
 رومہ کا حصہ بن گیا۔ اور اس کے زوال کے بعد شرقی رومہ میں شامل ہو گیا۔ جب
 اس جزیرے پر مسلمانوں کے حملے شروع ہوئے۔ تو یہ شرقی رومہ کا ایک صوبہ تھا۔
 پہلا حملہ ۶۵۲ء (خلافت عثمانی) میں ہوا۔ اور آخری ۱۰۷۱ء میں۔ یہ کُل تیرہ حملے
 تھے۔ پہلے بارہ حملوں میں مسلمان مشریر عیسائیوں کی گوشمالی کے بعد واپس جاتے
 رہے۔ لیکن جب ان کی چیرہ دستیایاں ناقابل برداشت ہو گئیں تو دولتِ اغالہ
 کے فرمانروا زیادۃ اللہ اول نے ایک فوج اپنے قاضی القضاۃ اسد بن نرات کی

۱۔ بحیرہ روم کے افریقی ساحل پر، جہاں آج کل ٹیونس ہے، ایک قدیم شہر جو نینقیوں کا پایہ تخت تھا
 ۲۔ ق م میں سپین کے ساحلی شہر بحیرہ روم کے بعض جزائر مثلاً کارسیکا، سارڈینیا وغیرہ اور
 افریقہ کا شمالی ساحل اس سلطنت میں شامل تھا۔ اُس دور میں رومہ کا یہ مقابل کارتیجیج ہی تھا۔ ان دونوں
 میں سِسیلی کے بے تین مشہور جنگیں (یونیک و ارنز) ہوئیں پہلی ۲۶۴ سے ۲۴۱ ق م تک۔ دوسری ۲۰۸
 سے ۲۰۱ ق م تک اور تیسری ۱۴۹ سے ۱۴۶ ق م تک پہلی دو جنگوں میں کارتیجیج کو شکست ہوئی اور تیسری
 میں سِسیلی پر قبضہ کر لیا۔ اس سلطنت کو ۲۴۱ء میں یورپ کے وحشی قبائل وینڈلز نے ختم کیا تھا۔

(دی نیو سٹینڈرڈ انائٹیکو پیڈیا)

۳۔ ہارون الرشید (۷۸۶ء - ۸۰۹ء) نے ابراہیم بن اغلب کو ۱۰۷۱ء میں افریقہ کا گورنر مقرر کیا تھا۔
 (باقی اگلے صفحہ پر)

کمان میں روانہ کی۔ جو ۸۲۷ء میں سسلی پہ اُتری۔ اور اہم مقامات پر قابض ہو گئی۔ یہ جزیرہ ۹۱۶ء تک اغالہ کے قبضے میں رہا اور ۹۱۶ء سے ۹۲۷ء تک فاطمی خلفاء کے تسلط میں۔ اس کے بعد یہاں کلبی خاندان برسرِ اقتدار آ گیا۔ بات یوں ہوئی۔ کہ المنصور فاطمی (۹۴۵ - ۵۵۲ھ) نے ایک جرنیل حسن بن علی کلبی کو سسلی کا گورنر بنا کر بھیجا۔ یہ رفتہ رفتہ خود سر ہو گیا۔ گو یہ بظاہر فاطمیوں کی اطاعت کا دم بھرتا رہا۔ لیکن دراصل آزاد تھا۔ اس کا خاندان ۹۲۷ء سے ۱۰۳۹ء تک برسرِ اقتدار رہا۔ ان فرماؤں کے نام یہ ہیں :-

۱۔ ہفتہ صفحہ گزشتہ :- یہ بہت جلد خود مختار بن گیا۔ اس کا خاندان ۱۰۹ برس تک برسرِ اقتدار رہا۔ سلاطین کے نام یہ ہیں :-

۸۱۱	۸۰۰	۱۔ ابراہیم - اول
۸۱۶	۸۱۱	۲۔ عبداللہ - "
۸۲۷	۸۱۶	۳۔ زیادۃ اللہ - "
۸۴۰	۸۲۷	۴۔ ابو عقال اعلم
۸۵۶	۸۴۰	۵۔ محمد - اول
۸۶۳	۸۵۶	۶۔ احمد -
۸۶۳	۸۶۳	۷۔ زیادۃ اللہ دوم
۸۷۴	۸۶۳	۸۔ محمد - دوم
۹۰۲	۹۷۴	۹۔ ابراہیم - دوم
۹۰۳	۹۰۲	۱۰۔ عبداللہ - دوم
۹۰۹	۹۰۳	۱۱۔ زیادۃ اللہ - ثالث

سلاطین کے خاندان فاطمی نے ختم کیا تھا۔

۹۵۴ — ۹۴۷	۱ - حسن بن علی
۹۶۸ — ۹۵۴	۲ - احمد بن حسن
۹۶۹ — ۹۶۸	۳ - یحییٰ (حسن کا غلام)
۹۶۹ —	۴ - احمد بن حسن (دوبارہ)
۹۸۲ — ۹۶۹	۵ - ابوالقاسم بن حسن
۹۸۳ — ۹۸۲	۶ - جابر بن ابوالقاسم
۹۸۵ — ۹۸۳	۷ - جعفر بن محمد
۹۸۹ — ۹۸۵	۸ - عبداللہ بن محمد
۹۹۸ — ۹۸۹	۹ - یوسف بن عبداللہ
۱۰۱۹ — ۹۹۸	۱۰ - جعفر بن یوسف
۱۰۲۵ — ۱۰۱۹	۱۱ - احمد بن یوسف
۱۰۲۹ — ۱۰۲۵	۱۲ - حسین بن یوسف
۱۰۵۲ — ۱۰۲۹	۱۳ - طوائف الملوکی

فرانس کے نارمن تجارت کی غرض سے اٹلی کی جنوبی ریاستوں میں آئے گئے۔
 اور رفتہ رفتہ انھوں نے وہاں ایک ریاست قائم کر لی۔ جس کا سردار رابرٹ لاسکڈ
 تھا۔ اس نے اپنے چھوٹے بھائی راجر کو ۱۰۵۲ء میں سسلی پر حملہ کرنے کے لیے
 بھیجا۔ اور ایک خاصی فوج اُس کی کمان میں دی۔ سسلی کے مسلم سردار جو تیرہ
 برس سے باہم لڑ رہے تھے۔ اس حملے کی تاب نہ لاسکے۔ اور ایک ایک کر کے
 ختم ہو گئے۔ البتہ ایک سردار ابن البعباع برسوں لڑتا رہا۔ لیکن کہاں تک لڑتا
 میں اس نے بھی تھک چکا تھا۔ اور چالیس برس کی جنگوں کے بعد پورا جزیرہ
 نارمنوں کے قبضے میں چلا گیا۔

نارمن بادشاہ :-
راجہ - اول

۱۰۹۱ ۱۱۰۱ (سبلی پہ جزوی
قبضہ (۱۰۵۲) میں ہو چکا تھا۔

۱۱۰۱ ۱۱۰۵

۱۱۵۴ ۱۱۰۵

۱۱۶۶ ۱۱۵۴

۱۱۸۹ ۱۱۶۶

۱۱۹۴ ۱۱۸۹

۱۱۹۴ یہ آخری نارمن
بادشاہ تھا۔ اس کے بعد جرمنی کے ہنری ششم
نے سبلی کو فتح کر لیا۔

۱۱۹۴ ۱۱۹۴

۱۲۵۰ اس نے ۱۲۳۱ء

میں تمام مسلمانوں کو سبلی سے نکال دیا تھا۔
۱۲۶۶ یہ فتح آخری جرمن

بادشاہ۔ اس کے بعد سبلی پہ فرانس کا قبضہ ہو
گیا۔ اُس وقت ٹوئیس۔ تم حکمران تھا۔ اُس
نے اپنے بھائی چارلس آف آینیجو کو سبلی کا
فرمانروا بنا دیا۔

۱۲۸۵

۱۲۶۶

۱۱ - چارلس آف آینیجو۔ اول

فرانس کا ایک علاقہ

An Jon

۷۳

۱۲۸۵

۱۲ - چارلس آف ایتھو - دوم

اس کے بعد سسلی پہ شاہِ اراگان (سپین) قابض ہو گیا۔ ان بادشاہوں نے ۱۲۸۵ء سے ۱۳۴۲ء تک حکومت کی۔ پھر فرانس کا غلبہ ہو گیا۔ کچھ عرصے کے بعد دوبارہ سپین کے قبضے میں چلا گیا۔ پورے چار سو سال کی افزائش کے بعد یہ جزیرہ ۱۸۶۰ء میں اٹلی کا حصہ بن گیا۔



یہ تھی چند اقوامِ یورپ کی مختصر تاریخ۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ قرونِ وسطیٰ میں ان اقوام کی اخلاقی و معاشی حالت کیا تھی؟ ان کا تمدن کیسا تھا؟ اور تہذیب کس قسم کی تھی۔



دوسرا باب



قرون وسطیٰ میں یورپ کی اخلاقی و معاشی حالت

آج یورپ تہذیب و تمدن کی راہوں پر بہت آگے نکل گیا ہے۔ برطانیہ جیسے چھوٹے سے ملک میں چالیس سے زیادہ یونیورسٹیاں ہیں۔ ہر یونیورسٹی کے تحت بیسیوں کالج ہیں۔ تعلیم و تدریس پر بڑے بڑے ماہرین متعین ہیں جن سے فیض پانے کے لیے دنیا کے ہر گوشے سے طلبہ آتے ہیں۔ تالیف و تصنیف کے سینکڑوں ادارے ہیں۔ جو ہر فن پر کتابوں کے انبار لگا رہے ہیں۔ صرف طبیعیات (کیمیا۔ فزکس۔ حیوانات۔ نباتات۔ جمادات، طبقات الارض وغیرہ) پر تیس ہزار سے زائد کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ یہی حال فرائض، جرنی اور روس کا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا یورپ ہمیشہ سے ایسا ہی تھا؟ مطلقاً نہیں۔ یورپ صدیوں تک وحشت۔ بربریت اور تہ جہالت میں گرفتار رہا۔ وہاں تہذیب و اخلاق کا کوئی

تصور نہیں تھا۔ آٹھویں صدی عیسوی میں مسلمان سپین میں پہنچے اور سو سال بعد
سبلی میں وارد ہوئے۔ یہ اپنے ساتھ تاریخ، فلسفہ، طبیعیات، طب، ریاضی
۱ شعر و ادب، تاریخ، علم الکلام اور دیگر ممالک میں پہنچے۔ اور بارہویں صدی میں یورپ
یہ علوم، اٹلی، جرمنی، فرانس اور دیگر ممالک میں پہنچے۔ اور بارہویں صدی میں ایک عام
ماہی بہ علم ہو گیا۔ یہ سوچ بڑھتا ہی گیا۔ یہاں تک کہ سو لہویں صدی میں ایک عام
بیداری پیدا ہو گئی۔ جسے یورپ کی حیاتِ ثانیہ کہا جاتا ہے۔

ڈاکٹر ڈریسز (۱۸۸۲ء) لکھتا ہے کہ قرونِ وسطیٰ میں یورپ کا بیشتر حصہ
لق و دق، بیابان یا بے راہ جنگل تھا۔ کہیں کہیں راہبوں کی خانقاہیں اور چھوٹی چھوٹی
بستیاں آباد تھیں۔ جا بجا زلدیں اور غلیظ جوہڑ تھے۔ لنڈن اور پیرس جیسے شہروں
میں لکڑی کے ایسے مکانات تھے۔ جن کی چھتیں گھاس کی تھیں۔ چھتیاں، روشندان
اور کھڑکیاں مفقود، آسودہ حال اُمرانز پر گھاس بچھاتے اور بھینس کے بینگ
میں شراب ڈال کر پیتے تھے۔ صفائی کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ نہ گندے پانی کو نکالنے
کے لیے نالیوں اور بدرؤں کا رواج تھا۔ گلیوں میں فضلے کے ڈھیر لگے رہتے تھے
چونکہ سڑکوں پر بے اندازہ کیچڑ ہوتا تھا اور روشنی کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ اس
لیے رات کے وقت جو شخص گھر سے نکلتا۔ وہ کیچڑ میں لت پت ہو جاتا۔ تنگی
رہائش کا یہ عالم کہ گھر کے تمام آدمی اپنے مویشیوں سمیت ایک ہی کمرے میں سوتے

۱ یورپ میں پہلی علمی لہر اندازاً ۵۰۰ ق م میں اٹھی تھی۔ جب یونان میں فیثاغورث، سقراط
انطالون، ارسطو، بقراط، جالینوس جیسے سینکڑوں فلسفی، مورخ، ادیب، طبیب
مہتمم اور منطقی پیدا ہوئے تھے۔

۲ معرکہ مذہب و سائنس صفحہ ۳۶۱-۳۶۵ یہ کتاب ڈریسز کی کتاب کا ترجمہ ہے جو مولانا ظفر علی خان نے کیا تھا۔

تھے۔ عوام ایک ہی لباس ساہا سال تک پہنتے تھے جسے دھوتے نہیں تھے۔ نتیجہً وہ چرکین۔ میلا اور بدبو دار ہو جاتا تھا۔ نہانا اتنا بڑا گناہ تھا کہ جب پاپائے روم نے سبلی اور جرمنی کے بادشاہ فریڈریک ثانی (۱۲۱۲ - ۱۲۵۰) پر کفر کا فتوے لگایا۔ تو مہرست الزامات میں یہ بھی درج تھا کہ وہ ہر روز مسلمانوں کی طرح غسل کرتا ہے۔

جب سپین^{۱۵} میں اسلامی سلطنت کو زوال آیا تو فلپ دوم (۱۵۵۶ - ۱۵۹۸) نے تمام عمام حکماً بند کر دیئے۔ کیونکہ اُن سے اسلام کی یاد تازہ ہوتی تھی۔ اسی بادشاہ نے اشبیلیہ کے گورنر کو محض اس لیے معزول کر دیا تھا کہ وہ روزانہ ہاتھ منہ دھوتا تھا۔

غلیظ جسم اور میلے لباس کی وجہ سے مجوڑوں کی یہ کثرت تھی۔ کہ جب گینٹز^{۱۶} (برطانیہ) کالاٹ پادری باہر نکلتا تھا۔ تو اُس کی تبا پر سینکڑوں بوئیں چلتی پھرتی نظر آتی تھیں۔ فقر و فاقہ کا یہ عالم کہ عام لوگ سبزیاں پتے اور درختوں کی چھال اُبال کر کھاتے تھے۔ متوسط طبقہ کے ہاں بیغٹے میں ایک مرتبہ گوشت عیاشی سمجھا جاتا تھا۔ ۱۳۰۰ء کے قحط میں لنڈن کے بازاروں میں انسانی گوشت بھی بکتا تھا۔ اور فرانس کے ایک دریا ساؤن کے کنارے انسانی گوشت کی کتنی ہی دکانیں تھیں۔ اُسرا محدودے چند تھے۔ جن کا کام زنا۔ شراب نوشی اور جوا تھا۔ جاگیرداروں کے قلعے ڈاکوؤں کے اڈے تھے جو مسافروں پر چھاپے مارتے اور زبردیہ وصول کرنے کے لیے انہیں پکڑ لاتے تھے۔ حصول زر کے لیے وہ مختلف طریقے استعمال

۱۵ تہذیب اسلام از مارٹن لاک پمھال ص ۲۷

۱۶ معرکہ مذہب و سائنس ص ۲۶۱ تا ۲۲۵

۱۷ یہ جملہ "اور فرانس کے"۔۔۔ بریغالٹ کی کتب تشکیل انسانیت۔ ترجمہ مولانا عبد المجید سالک ص ۲۰۹ سے لیا گیا ہے۔

کرتے تھے۔ مثلاً پاؤں کے انگوٹھوں کو رسی سے باندھ کر اٹا لٹکا دیتے۔ یا گرم
سلاخوں سے جسم کو داغتے یا گرہ وار رسی کو سر کے گرد لپیٹ کر پوری طاقت
سے مروڑتے تھے۔

یورپ میں سڑکیں نہ تھیں۔ ذرائع حمل و نقل بیل گاڑیاں، چرخ اور گدھے
تھے۔ جنگلوں اور پہاڑوں میں ایسے ڈاکو رہتے تھے، جو آدم خور بھی تھے۔ وبائیں
عام تھیں۔ صرف دسویں صدی میں دس تباہ کن قحط اور تیرہ وبائیں پھوٹیں، اور
لوگ کمبھوں کی طرح ہلاک ہوئے۔ شہر سنڈاس سے بدتر تھے۔ سوزاک اور
آتشک جیسے امراض عام تھے۔ یہاں تک کہ روم کا ایک تقدس مآب پوپ لیونیم
بھی آتشک کا شکار تھا۔

ان کے پادری فریب اور جہل سازی سے کام لیتے تھے۔ پوپ جنت کی
باجداریاں اور گناہ کرنے کے پڑھنے (اجازت نامے) فروخت کیا کرتا تھا۔
لوٹھر (۱۵۴۶ء) اسی لیے تو باغی ہوا تھا۔ کہ جرمنی میں پڑھنے اور راجداریاں
فروخت کرنے کا ٹھیکہ کسی اور کو مل گیا تھا۔ اور لوٹھر کی درخواست مسترد کر دی
گئی تھی۔ حضرت مسیح کو سولی دینے سے پہلے کانٹوں کا تاج پہنا یا گیا تھا۔ اور وہ
صرف ایک تھا۔ لیکن ایسے کئی تاج متعدد گرجوں میں رکھے ہوئے تھے۔ وہ برہما

یونیم کے تیرہ پوپ تھے۔ (۱) ۴۴۰ - ۴۶۱ (۲) ۶۸۲ - ۶۸۴

(۳) ۷۹۵ - ۸۱۶ (۴) ۷۴۷ - ۷۵۵ (۵) ۹۰۳ - (۶) ۹۲۸ (۷)

۹۲۹ - ۹۶۴ (۸) ۹۶۵ - ۱۰۲۹ (۹) ۱۰۵۴ - ۱۵۱۳ (۱۰)

(۱۱) ۱۸۲۹ - ۱۸۴۳ (۱۲)

۱۹۰۲ -

کے قتل، زہر خورانی، جلدازی، اغوا، فحش کاری اور راہزنی کے مقدمات آگے تھے۔ لیکن لکھتا ہے:

”اتنے طویل تاریخی زمانے میں بدی کی یہ کثرت اور نیکی کی یہ قلت کہیں اور نظر نہیں آتی۔“

گاتھ قوم کا ایک مورخ، پرنسٹون (۱۹۶۷ء) لکھتا ہے:

”میں ان وحشیوں کے ہولناک افعال کے ذکر سے صفحات تاریخ

کو آلودہ نہیں کرتا چاہتا۔ تاکہ آئندہ نسلوں کے لیے خلافتِ انسانیت

افعال کی مثال زندہ رکھنے کی ذمہ داری مجھ پہ عائد نہ ہو۔“

صلیبیوں نے ۱۰۹۹ء میں بیت المقدس پر قبضہ کیا تھا جو ۱۱۸۷ء تک جاری

رہا۔ یہ حکومت کس قسم کی تھی۔ بریفانٹ^{۱۲۷} سے سنئے:

”صرف بیس سال کے عرصے میں ان عیسائیوں نے سارے ملک

کو برباد کر دیا۔ یہاں جاگیردارانہ نظام جاری کر دیا۔ ملک کو ٹکڑوں

میں بانٹ کر مختلف یورپی سرداروں کے حوالے کر دیا جو ہمیشہ آپس

میں لڑتے رہتے تھے۔ ان ظالموں کا مقصد دولت سمیٹنا تھا۔ انہوں

نے ایک ایسے ملک کو جو عربوں کا مدبرانہ حکومت کی وجہ سے شاداب

و آباد تھا۔ بالکل تباہ کر دیا۔“

۱۲۷۔ ایک انگریز مورخ (۱۷۲۶ء - ۱۷۹۴ء) نے روم کی مفصل تاریخ لکھی۔

۱۲۸۔ تشکیلِ انسانیت ص ۲۴

۱۲۹۔ ” ” ص ۳۰

موسیٰ و ثراک ڈی و تری، جو اسی زمانے میں فلسطین کے ایک شہر عکہ کا پادری تھا اپنی کتاب "تاریخ بیت المقدس میں لکھتا ہے۔

"پہلے صلیبیوں سے جو باخدا لوگ تھے۔ شریر۔ بد وضع اور ذلیل انسان یوں نکلے۔ جیسے شراب سے دُرد، زیتون سے چھال، گیہوں سے بھوسہ یا پتیل سے زنگ۔۔۔۔۔ اب اس ارض مقدس میں بد چلن، لاد مذہب، چوروں، زانیوں، باپ کے قاتلوں، جھوٹوں، مسخروں، عیاشوں اور بے حیا پادریوں کے سوا اور کوئی موجود نہیں۔۔۔۔۔ یہ صلیبی فی الحقیقت شیطان کے بچے ہیں۔"

کیا پہلے صلیبی باخدا اور نیک تھے؟ اس کا جواب موسیٰ لیبان سے سنئے: "جب صلیبیوں کی پہلی مہم بلغاریہ گزری تو تمام دیہات و قصبات میں قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا۔ یہاں تک کہ جو انسان نظر آتا۔ اُسے مار ڈالتے۔ ان کا ایک شغل یہ بھی تھا کہ جو بچہ ہاتھ آتا اُس کی تیکا بوٹی کر کے آگ میں پھینک دیتے۔ چنانچہ راہ میں ترک سرداروں نے ان پر جا بجا حملے کیئے اور ہزاروں کو ہلاک کر ڈالا۔ اب صلیبیوں نے بھاگنا شروع کیا۔ جب ان مفوروں میں سے کوئی پکڑا جاتا۔ تو صلیبی سپہ سالار اسے ذبح کر کے اُس کا گوشت فوج کو کھلا دیتا۔ یہ لوگ مرد و زن، طفل و پیر، یہود، عیسائی اور مسلم سب کو مارتے اور ٹوٹتے ہوئے آگے بڑھ جاتے تھے۔ یہ بار بار کئی آدمیوں کو ایک ہی رستی میں باندھ کر پھانسی دیتے۔ یہ جہاں جہاں سے گزرتے بستیاں قبرستان بن جاتیں۔ جب یہ فوج، جو دس لاکھ صلیبیوں پر مشتمل

۱۔ تمدن عرب ترجمہ از سید علی ہکیم ص ۲۹۶

کرتے تھے۔ مثلاً پاؤں کے انگوٹھوں کو رسی سے باندھ کر اٹا لٹکا دیتے۔ یا گرم
سلاخوں سے جسم کو داغتے یا گرہ وار رسی کو سر کے گرد لپیٹ کر پوری طاقت
سے مروڑتے تھے۔

یورپ میں سڑکیں نہ تھیں۔ ذرائع حمل و نقل بیل گاڑیاں، نچر اور گدھے
تھے۔ جنگلوں اور پہاڑوں میں ایسے ڈاکو رہتے تھے، جو آدم خور بھی تھے۔ وہاں
عام تھیں۔ صرف دسویں صدی میں دس تباہ کن قحط اور تیرہ وبائیں پھوٹیں، اور
لوگ کھیموں کی طرح ہلاک ہوئے۔ شہر سنڈاس سے بدتر تھے۔ سوزاک اور
آتک جیسے امراض عام تھے۔ یہاں تک کہ روم کا ایک تقدس مآب پوپ لیونیم
بھی آتشک کا شکار تھا۔

ان کے پادری فریب اور مجلسازی سے کام لیتے تھے۔ پوپ جنت کی
راہداریاں اور گناہ کرنے کے پربت (اجازت نامے) فروخت کیا کرتا تھا۔
لیکچر (۱۵۴۶) اسی لیے تو باغی ہوا تھا۔ کہ جبرمنی میں پربت اور راہداریاں
فروخت کرنے کا ٹھیکہ کسی اور کو مل گیا تھا۔ اور گو تھر کی درخواست مسترد کر دی
گئی تھی۔ حضرت مسیح کو سولی دینے سے پہلے کانٹوں کا تاج پہنا یا گیا تھا۔ اور وہ
صرف ایک تھا۔ لیکن ایسے کئی تاج متعدد گرجوں میں رکھے ہوئے تھے۔ وہ برہما

یونانم کے تیرہ پوپ تھے۔ (۱) ۴۴۰ - ۴۶۱ (۲) ۶۸۲ - ۶۸۳

(۲) ۷۹۵ - ۸۱۶ (۳) ۷۴۷ - ۷۵۵ (۵) ۹۰۳ - (۶) ۹۲۸ (۷)

۹۲۹ - ۹۶۲ (۸) ۹۶۲ - ۹۶۵ (۹) ۱۰۲۹ - ۱۰۵۴ (۱۰) ۱۵۱۳ - ۱۵۱۴

(۱۱) ۱۶۴۵ - ۱۸۲۳ (۱۲) ۱۸۲۳ - ۱۸۲۹

۱۹۰۲ - ۱۹۰۳

جس سے مسیح علیہ السلام کی پسلی کو چھیدا گیا تھا۔ ایک تھا۔ لیکن گرجوں میں ان کی تعداد گیارہ تھی۔ عوام کے لیے سود لینا حرام تھا۔ لیکن پوپ کا بینک لوگوں کو بھاری شرح سود پر قرض دیتا تھا۔ عوام گورپرست و مجسمہ ساز تھے اور علماء عسائے ربانی۔ کرامات اولیا، رہبانیت اور تصرفات روح کی بحثوں میں اُلجھے ہوئے تھے۔

ڈاکٹر ڈیرسپر لکھتا ہے کہ وہ ۱۸۷۷ء میں رومہ گیا۔ وہاں جابجا غلاظت کے ڈھیر اور گندے پانی کے جوہر دیکھے۔

سترھویں صدی میں برلن کی یہ حالت تھی۔ کہ بازاروں میں کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پڑے رہتے تھے۔ وہاں ایک عجیب قانون نافذ تھا کہ جو دیہاتی پھیلائے کر کسی غرض کے لیے برلن میں آئے۔ وہ کوڑے سے چھکڑا بھر کر ساتھ لے جاتے۔

رابرٹ بریقاٹ لکھتا ہے کہ رومیوں نے دریائے رائن کے کنارے جتنے شہر آباد کیے تھے۔ وہ رفتہ رفتہ سب اُجڑ گئے۔ نویں صدی میں ان میں سے ایک بھی باقی نہیں تھا۔ ان کے کھنڈروں میں بھیڑیوں، ریمپوں اور خنزیریوں کے گلے گھومتے نظر آتے تھے۔ لوگوں کی بے حیائی کا یہ عالم تھا کہ ڈٹ کر کھاتے، تیز شراب پی کر بنکارتے، غل مچاتے، فساد کرتے اور ہر روز حرام کاری کے نئے ریکارڈ قائم کرتے تھے۔ ان وحشیوں کی عداوتوں میں عموماً باپ۔ بیٹے

۱۷ معرکہ مذہب و سائنس ص ۲۲۵

۱۸ " " " "

۱۹ تشکیل انسانیت ص ۲۰۹ - ص ۲۱۲

تھی فلسطین میں پونجی۔ تو صرف بیس ہزار رہ گئی تھی۔ باقی یا تو راہ میں وبا پھوٹنے سے مر گئے تھے۔ اور یا ترک سرداروں نے مار ڈالے تھے۔

ان کا برتاؤ اس شہر مقدس کے مسلم باشندوں کے ساتھ اُس سلوک سے قطعاً مختلف تھا۔ جو ساڑھے چار سو سال پیشتر حضرت عمرؓ نے یہاں کے عیسائی باشندوں سے کیا تھا۔ صلیبیوں کے قبضہ کے بعد مسلمانوں کی یہ حالت تھی۔ کہ ہر طرف اُن کے ہاتھوں اور پاؤں کے انبار لگ گئے کچھ آگ میں زندہ پھینکے جا رہے تھے۔ کچھ فسیل سے گوشت ہلاک ہو رہے تھے اور گلیوں میں ہر طرف سرسری سر نظر آتے تھے۔ . . . حضرت سلیمان کے ہیکل میں دس ہزار مسلمانوں نے پناہ لی تھی۔ عیسائیوں نے اس مقام کے تقدس کا کوئی خیال نہ کیا۔ اور سب کو قتل کر ڈالا۔ (ملخص)

یہی حال "مہذب" رومیوں کا تھا۔ آنکھیں نکالتا، زبان کاٹتا، خستی کرنا، جسم میں تین تھوکتا، کھال کھینچنا اور زندہ جلا دینا۔ رومیوں کی عام سزائیں تھیں۔ ایک مرتبہ باب رومیوں نے رومیوں کو شکست دی۔ تو قیدیوں کے ہاتھ کاٹ کر ان کے ہار بنائے اور ان ہاروں سے قسطنطنیہ کی فسیل کو سجایا۔ ایک اور موقع پر جب اسلامی فوج کو شکست ہوئی۔ تو رومیوں نے مسلم اسیران جنگ کو سمندر کے کنارے ٹٹا کر ان کے پیٹ میں لوہے کے بڑے بڑے کیل ٹھونک دیئے تاکہ بچے کھچے مسلمان جب جہازوں پہ واپس جائیں۔ تو اس منظر کو دیکھیں۔ اسی طرح جب قیصر باسیل دوم (۹۶۳-۱۰۲۵) نے بلغاریہ پہ فتح حاصل کی۔ تو پندرہ ہزار اسیران جنگ کی آنکھیں نکال ڈالیں۔ اور ہر سو قیدیوں کے بعد ایک کی ایک آنکھ رہنے دی۔ تاکہ وہ ان اندھوں کو

گھروں تک پہنچا سکیں۔

تیسری صلیبی جنگ میں برطانیہ کے شیردل "ریچرڈ" اول (۱۱۸۹-۱۱۹۹ء) نے اسلامی فوج کے ایک دستے کو جو تین ہزار افراد پر مشتمل تھا۔ وعدہ معافی دے کر اس سے ہتھیار رکھوا لیے۔ لیکن فوراً بعد اسلامی لشکر گاہ کے سامنے انہیں قتل کر ڈالا۔ دوسری طرف جب ایک دفعہ ہی ریچرڈ بیمار ہوا تو صلاح الدین ایوبی (۱۱۶۹-۱۱۹۳ء) جو ریچرڈ کے خلاف لڑ رہا تھا۔ ایامِ علالت میں اسے کھانا۔ پیل اور دیگر مفرحات بھیجتا رہا۔ جب ۱۱۹۲ء میں صلاح الدین نے بیت المقدس کو فتح کیا۔ تو کسی عیسائی کو کوئی تکلیف نہ دی۔ اور ہلکا سا ٹیکس لگانے کے بعد سب کو مذہبی آزادی دے دی۔ مسلمانوں نے ہر ملک میں غیر مسلم رعایا کے ساتھ اسی طرح کا عادلانہ اور فیائنا نہ سلوک روا رکھا۔ لیکن جب ہم پر کسی قوم نے غلبہ پایا۔ تو وہاں سے ہمارا نشان تک مٹا دیا۔ ہم سب سلی پہ دو سو چونسٹھ اور سپین پر سات سو اسی برس تک حکمران رہے لیکن آج وہاں ایک بھی مسلمان باقی نہیں ہے۔ ہندوستان پر ہمارا علم ایک ہزار برس تک لہراتا رہا۔ لیکن اب وہاں نسل کشی کی ایک خوفناک مہم سترہ برس سے جاری ہے۔ چوتھی صلیبی جنگ (۱۲۰۲ء) میں یورپی فوج کا سپہ سالار بلجیم کا ایک کاؤنٹ میڈوائن تھا۔ یہ جب صلیبیوں کو لے کر قسطنطنیہ میں پہنچا۔ (صلیبی اسی راہ سے فلسطین آیا کرتے تھے) تو اُس نے سوچا کہ جنگ کا مقصد تو لوٹ ہی ہے۔ کیوں نہ قسطنطنیہ جیسے آباد و خوشحال شہر ہی کو لوٹا جائے۔ چنانچہ اُس نے شہر کو ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک لوٹ لیا۔ اور کتابیں جلا دیں۔

۱۰ تمدن عرب ص ۳۲

۱۱ " ص ۳۲

جب گیارھویں صدی میں نارمن سبیلی کے بڑے حلقے پہنچے تو
 پوپس لیونہم (۱۰۴۹ - ۱۰۵۴) نے ایک خط میں قیصر روم کو لکھا:
 "نارمنوں کی خود سری، شرارت اور فتن و مجور کو جو کفار سے بڑا
 ہے۔ دیکھ کر میں نے ارادہ کر لیا ہے۔ کہ اٹلی کو ان کے ظلم سے نجات
 دلاؤں، نارمن کسی چیز کو نہیں مانتے۔ یہ عیسائیوں کو قتل کرتے اور انہیں
 طرح کے ظلم کرتے ہیں۔ انہیں نہ عمر کا پاس ہے۔ نہ مرد و زن کا۔ یہ ان
 کے کلیسوں کو اجاڑتے، موٹتے اور آگ لگاتے ہیں۔ میں ان کو ان
 برداشت غیر ملکیوں کے خلاف لڑنے پر مجبور ہو گیا ہوں۔ یہ لڑائی جاری
 اور مقدس ہے۔ کیونکہ اس کا مقصد عوام و مذہب کی حفاظت ہے۔
 نارمنوں کی یہ عادت تھی۔ کہ جب وہ کسی خانقاہ میں داخل ہوتے۔ تو اسے
 لوٹ لیتے۔ اور راہبوں کے پیٹ چیر ڈالتے۔ ایک دن نارمنوں کا ایک سردار
 پندرہ ساتھیوں کے ساتھ گرے میں عبادت کے لیے گیا۔ جب وہ سب رکوع میں
 گئے۔ تو ان پر راہبوں نے حملہ کر دیا۔ اور سردار کے سوا باقی سب کو مار ڈالا۔
 سترھویں صدی کے یورپ کے متعلق بریفلیٹ لکھتا ہے۔ کہ وہ لوگ اپنی
 ہر بدی کو نیکی کا رنگ دیتے تھے۔ سفیروں کا کام یہ تھا کہ وہ اپنے دشمن سرداروں
 کی نفس پرستیوں اور بد معاشریوں کو ایسے حسین انداز میں پیش کریں۔ کہ وہ خوبیاں بن
 جائیں۔ منافقت۔ جھوٹ۔ دھوکہ اور ریاکاری ایک فن لطیف بن گیا تھا جس میں ہر

۱۵ تمدن عرب ص ۲۴۴

۱۶ " " " " ص ۲۴۹

۱۷ تشکیل انسانیت ص ۲۲۳

شخص ماسپر تھا اور کیا دلی (۱۵۲۷) اس فن کا امام سمجھا جاتا تھا۔ معاملہ اس حد تک پہنچ گیا تھا کہ بعض ہتھیار لوگ دھوکہ دینے کے لیے مسیح سے بھی کام لیتے تھے۔ زرخذا تھا۔ اور یورپ اس کا پجاری۔ اسے حاصل کرنے کے لئے فریب۔ دھوکہ جھوٹ۔ کینہ پن۔ جبر و تشدد۔ چوری۔ قزاقی اور قتل کو نیکی سمجھا جاتا تھا۔

اٹھارویں صدی میں برطانیہ کی حالت | برطانیہ کی حالت بالکل دُوبی تھی۔ جو باقی یورپ کی غلاموں

کی تجارت زوروں پر تھی۔ غلاموں سے بھرے ہوئے جہاز برطانیہ میں آتے اور وہاں سے یورپ میں جاتے تھے۔ یہ غلام عموماً پانچ شلنگ فی کس کے حساب سے فروخت کیے جاتے تھے۔ جو اہل قلم ایسی کتابیں لکھتے۔ جو ارباب کلیسا کو ناپسند ہوتی تھیں تو انہیں چیئرنگ کر اس اور ٹپل بار پر کاٹھ مار کر سنگسار کر دیا جاتا تھا۔ بیگار میں پکڑنے والے ہر جگہ گھومتے پھرتے تھے۔ اور لوگوں کو گلیوں۔ گھروں اور غم و شادی کی مجالس تک سے پکڑے جاتے تھے۔ برطانیہ کے مشہور وزیر اعظم وٹیم پٹ (۱۷۵۹-۱۸۰۶) نے برطانوی ملاخوں کو اجازت دے دی تھی۔ کہ وہ ہالینڈ کے جہازوں کو جہاں پائیں ٹوٹ لیں۔

فرانس کی حالت | فرانس میں لوئیس چہارم (۱۶۴۲-۱۷۱۵) کے بعد پرے درجے کی ابتری پھیل گئی۔ ایک طرف قحط اور دوسری طرف بھاری ٹیکس۔ سارا ملک دُکھ میں مبتلا ہو گیا۔ عوام کو غلاموں

۱۔ اٹلی کا سیاست دان جس نے جھوٹ اور فریب کو سیاست بنا دیا تھا۔ یورپ چار سو برس سے اس کی تقلید کر رہا ہے۔

۲۔ تشکیل انسانیت ص ۲۵۴

۳۔ " " ص ۲۴۸

سے بھی ذیل تر سمجھا جاتا تھا۔ جب کوئی ٹیکس لینے والا کسی بستی میں داخل ہوتا۔ تو ساری آبادی بھاگ جاتی۔ اور سرکاری ملازمین کا سارا سامان اٹھا لے جاتے۔ بھوکوں کے مسلح انبوه نانبائیوں پہ ہتھ پوتے اور ان کی روٹیاں اٹھا کر بھاگ جاتے۔ الغرض یورپ کے عوام نے اپنے ظالم سرداروں اور بولشیاہوں کے ہاتھوں وہ دکھ اٹھائے ہیں۔ کہ اگر آج وہی سلوک کتوں سے کیا جائے۔ تو دنیا میں غیض و غضب کا طوفان بپا ہو جائے۔ اُس زمانے میں ہزار ہا انسانوں کی کھال کھینچی جاتی۔ اُن کے ہاتھ پاؤں میں میخیں ٹھوکی جاتیں اور انہیں کھولتے ہوئے پانی میں اُبالا جاتا تھا۔ ایک زمانہ ایسا بھی تھا کہ لنڈن پھانسیوں کا شہر کہلاتا تھا۔

ظالم پیٹر قسطنطین کا بادشاہ تھا۔ اس نے

سپین میں مسلمانوں سے سلوک ۱۳۲۴ء سے ۱۳۶۹ء تک سلطنت

کی۔ اس نے ایک مرتبہ غرناطہ کے بادشاہ محمد ششم البوسعید (۱۳۶۰-۱۳۶۲ء) کو ایک خوشامد گبر بربخط لکھ کر دعوت پہ بلایا۔ اُس کے پیش بہا جو اس بات دیکھ کر اُس کے منہ میں پانی بھر آیا۔ چنانچہ اُسے قتل کر دیا اور جو اس پر اتار بیٹھے۔

قسطنطین کے ایک اور حکمران کا نام آلفونسو ہشتم (۱۱۵۸-۱۲۱۴ء) تھا۔ یہ ہمیشہ مسلمانوں کے خلاف برسرِ پیکار رہتا تھا۔ ایک جنگ (۱۲۱۲ء) میں فرانسیسی فوج نے بھی حصہ لیا۔ ایک مقام پر کچھ مسلمان قیدی ان کے ہاتھ لگے۔ جنہیں آلفونسو نے بعد

۱۰ تشکیل انسانیت ص ۲۹

۱۱ کتوں سے بدتر سلوک آج جنوبی افریقہ میں وہاں کے اصلی باشندوں امرکیہ میں سرخ جشیوں اور ہندوستان میں باج کر ڈر مسلمانوں سے کیا جا رہا ہے اور یورپ کی تمام طاقتیں ان ظالموں کو تھکی دے رہی ہیں۔ ۱۲ تشکیل انسانیت ص ۲۶ - ۱۳ میراث اسلام۔ آرٹلڈ ص ۱۰

میں چھوڑ دیا۔ اور تمام مزارنسیسی اس بنا پر واپس چلے گئے۔ کہ قیدیوں کو قتل کیوں نہیں کیا۔ یا زندہ کیوں نہ جلایا۔

تاریخ کا قطعی فیصلہ ہے کہ اگر مسلمان سپین اور سمرقانی میں نہ جاتے تو یورپ بربریت افلاک اور انتہائی بد اخلاقی کی دلدلوں سے کبھی نہ نکل سکتا۔ مسلمانوں نے یورپ کو ایک بار تمدن، عظیم الشان تہذیب بے شمار درس گاہیں اور ہر قسم کے علوم دیئے انھیں کپڑے پہنا، ہانا، کھانا اور انسانوں کی طرح رہنا سہنا سکھایا۔ اخلاق و آداب کا درس دیا۔ اُن سے اٹھ سو برس تک نہایت عادلانہ و فیاضانہ سلوک کیا۔ اپنے درباروں میں بڑے بڑے منصب دیئے۔ سب کچھ کیا۔ لیکن جونہی انہیں زوال آیا۔ عیسائیوں نے ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ ڈھانے شروع کر دیئے۔ ۱۴۹۲ء میں اسلامی سلطنت کا خاتمہ ہوا تھا۔ صرف آٹھ برس ہی گزرے تھے۔ کہ فریسیان نے مسلمانوں سے اسلام چھڑانے کی مہم شروع کر دی۔ وہ اس طرح کہ تمام سرکردہ مسلمانوں کو جن کی تعداد ساڑھے تین لاکھ تھی، پکڑ کر مذہبی عدالت کے سامنے پیش کر دیا۔ ان میں سے اٹھائیس ہزار پانسو چالیس کو موت کی سزا ملی اور بارہ ہزار کو زندہ جلا دیا گیا۔ ان کی سینکڑوں لائبریریاں جن میں لاکھوں کتابیں تھیں سپرد آتش کر دی گئیں۔ ۱۵۵۶ء میں فلپ دوم نے سارے حمام بند کر دیئے۔ ۱۶۱۰ء میں تمام مسلمانوں کو ترک ملک کا حکم مل گیا۔ ڈیڑھ لاکھ عربوں کا ایک قافلہ بندرگاہ کی طرف جا رہا تھا کہ بلیڈانامی ایک پادری نے عہدوں کو ساتھ ملا کر اس قافلے پر حملہ کر دیا۔ اور ایک لاکھ نفوس قتل کر ڈالے۔ اس کے بعد مسلمانوں کے گھروں، گلیوں اور بازاروں میں قاتلانہ حملے شروع ہو گئے۔ اور

۱۷ انائیگلو بیڈیا برطانیہ۔ سپین۔

۱۸ تشکیل انسانیت ۲۵۳

۱۲۳۰ء میں ایک بھی مسلمان سپین میں باقی نہ رہا۔

اس ہجرت کا اثر یہ ہوا کہ وہ اندلس جو سارے یورپ کو علم و تہذیب کا درس دے رہا تھا۔ دفعۃً جہالت میں ڈوب گیا۔ مدارس بند ہو گئے۔ اساتذہ بھاگ گئے۔ صنعت و حرفت ختم ہو گئی اور شہر اُجڑ گئے۔ اسلامی عہد میں طلیطلہ (ٹولیدو) کی آبادی دو لاکھ تھی۔ اور آج صرف بیس ہزار ہے۔ غرناطہ کی آبادی بیس لاکھ تھی۔ اور اب پچاس ہزار ہے۔

مسلمان ۲۶۴ برس تک سبیلی پر
سبیلی میں مسلمانوں پر مظالم | حکمران رہے۔ اس عرصے میں انھوں

نے عیسائی رعایا سے بہترین سلوک کیا۔ ایس۔ پی۔ سکاٹ لکھتا ہے۔

”سبیلی کے عیسائی مذہبی و قومی تعصب کے باوجود مسلمانوں کی عادلات

حکومت کو اچھی نظر سے دیکھتے تھے۔ خصوصاً قسطنطنیہ کے حریص و جاہل

حکومت کے مقابلے میں۔۔۔۔۔ جب بازنطینی رعایا اپنی حالت کا

موازنہ مسلمانوں کی عیسائی رعایا سے کرتے۔ تو اُن پر رشک کرتے۔“

لیکن جب عیسائیوں کی باری آئی تو رابر اول نے تبلیغ اسلام کو حکماً روک دیا

اور پھر یہ قدم اٹھائے۔

۱۔ تمام مسلمانوں کو ملازمتوں سے نکال دیا۔

۲۔ اُن سے زمینیں اور دکانیں چھین کر عیسائیوں میں بانٹ دیں۔

۳۔ مُسلم اُمرا سے دولت چھین لی۔

۱۔ ہسٹری آف دی نوڈیش امپائر کا اُندو ترجمہ۔ ۲۔ اخبار الاندلس“ از منشی خلیل الرحمان ج ۲ ص ۲۲

۴۔ عیسائی غنڈوں کو اکسایا۔ کہ وہ مسلمانوں کے گھر جلائیں اور ان پر قاتلانہ حملے کریں۔

۵۔ حضور پُر نور صلعم کو ہر جگہ اور ہر محفل میں گالیاں دیں۔

۶۔ اذان اور نماز جمعہ بند کر دی۔

۷۔ فریڈرک دوم (۱۲۱۲ - ۱۲۵۰) نے اندازاً اسی ہزار مسلمان سسلی سے نکال کر اٹلی کے جنوب میں جابائے۔ جنہیں چارلس دوم (۱۲۸۵) نے جبراً عیسائی بنالیا۔

جب سپین کا ایک عالم ابن جُبَیر (۱۱۸۵ء میں سسلی پہنچا۔ تو وہاں ایک عجیب واقعہ دیکھا۔ یہ لوگ سسلی کی ایک بندرگاہ پر جہاز کا انتظار کر رہے تھے۔ کہ ان کے پاس سسلی کا ایک مسلم اپنی جوان لڑکی کے ساتھ آیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ میری اس لڑکی سے یا تو خود نکاح کر لو۔ اور یا اسے ساتھ لے جاؤ۔ یہاں رہی تو عیسائی غنڈوں سے اس کی آبرو محفوظ نہیں رہے گی۔ زوالِ سسلی کے بعد ولیم اول (۱۱۵۱ - ۱۱۶۶) کے زمانے میں اُس کے ایک امیر البحر نے بونہ (سسلی کا شہر) پر حملہ کیا۔ وہاں چند ایک مسلم علماء و مشائخ بھی موجود تھے۔ امیر البحر نے ان کا احترام کیا۔ اور انہیں کوئی دکھ نہ دیا۔ جب یہ خبر پوپ تک پہنچی۔ تو اُس نے امیر البحر کو اس مجرم میں، کہ اُس نے ان علماء کو زندہ کیوں چھوڑ دیا تھا۔ آگ میں پھینک دیا۔

(تاریخ مقلیہ۔ از ریاست علی۔ ج۔ ۱ ص ۴۷)

جب یورپ میں ٹوٹھر کے پیر و بڑھ گئے۔ تو

پاپائے روم نے حکومتِ فرانسی کو گانڈا ۱۱۰۱

پیروان ٹوٹھر کا قتل عام

مذہبی عدالت

کو سزا دینے کے لئے پاپا نے سلاطین میں ایک سہابی

کو قید و بند کی سزا دی اور ساتھ ہی مختلف علوم کی چھ ہزار کتابیں جلا دیں۔

پاکستانی مرکزی مذہبی عدالت کے ۱۴۸۱ احکامات

زنده جلا دیا۔

زندہ جلا دیا۔
شارلیمان نے جرمنی کے سیکسنز کو بزورِ شمشیر عیسائی بنانے

مذہبِ نبویؐ کے لیے ان پر حملہ کر دیا۔ اور ایک جنگ میں چار

سہزار قیدی پکڑ لایا۔ اُن کے سامنے عیسائیت پس فی۔ اہلوں کے استادیہ ہو گیا۔
کو قتل کر ڈالا۔

جب فرائض کی وہ مشہور تحریرت پسند اور دلیر

۴۵ معرکہ مذہب و سائنس ص ۴۵

۲۸۴ ۴ ۵ ۱۱ ۵

۵ طارح میرزا آف سطر - از املا بجنوب سطر - نگ م ۱۲۸

تاج محل شاہجہان نے ۱۶۳۲ء میں تعمیر کیا تھا۔ یہ
تاج محل گرانے کا تجویز دنیا کی حسین ترین عمارت ہے۔ جس کی مثال مغربی

پہ کیسے موجود نہیں۔ انگریز کی بدذوقی اور اسلام دشمنی دیکھئے کہ ہندوستان کے ایک
 انگریز گورنر جنرل لارڈ ڈبلیو (۱۸۳۳-۱۸۳۸) نے حکومت برطانیہ کے پاس یہ
 تجویز بھیجی تھی۔ کہ تاج محل کو گرا کر اس کا مصالحہ فروخت کر دیا جائے۔ لیکن پارلیمنٹ
 نے محض اس بنا پر اتفاق نہ کیا۔ کہ گرانے کی محنت زیادہ اور وصولی کم تھی۔

آج کل یورپ میں عورت جنس بازار بن چکی
عیسائیت میں مقام عورت ہے۔ بہر حال لڑکی جس مرد سے چاہے

جنسی تعلقات قائم کر لیتی ہے اور اسے "بوائے فرینڈ" کے نام سے یاد کرتی ہے
 ان "بوائے فرینڈز" کی تعداد بیک وقت دو تین بھی ہو سکتی ہے۔ جن کے ساتھ وہ
 شام کو شراب پیتی، فلم دیکھتی، رقص کرتی اور چاندنی راتوں میں سمندر کے ساحل پر
 پینک مناتی ہے۔ مغربی تہذیب کا یہ وہ شرمناک پہلو ہے۔ جسے مشرق اور خصوصاً
 اسلام انتہائی نفرت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ مشرق میں عورت ایک دیوی ہے جس
 کا احترام پرستش کی حد تک کیا جاتا ہے۔ ہم لوگ اتنا بھی گوارا نہیں کر سکتے۔ کہ
 کوئی ناپاک نگاہ ہماری محترم خواتین کے حسن و جمال پر پڑے۔ لیکن یورپ میں عورت
 گرتے گرتے بیسوا کے مقام تک پہنچ چکی ہے۔ اور لطف یہ کہ وہاں کے پراپیگنڈسٹ
 اس آوارگی و عصمت فروشی کو تہذیب اور ہماری خواتین کے حیا و حجاب کو قید و غلامی
 کا نام دیتے ہیں۔

یورپ میں عورت سے یہ غیر انسانی سلوک ابتداء سے ہو رہا ہے۔ موسیٰ لیاں

دیکھتے ہیں۔ کہ قدیم یونان میں عورت وارث نہیں بن سکتی تھی۔ اگر اس کے بطن سے لڑکا یا لڑکی پیدا ہوتا۔ تو شوہر اسے قتل کر سکتا تھا۔ سپارٹا میں ایسی عورت کہ جس میں طاقتور سپاہی جنم دینے کی صلاحیت نہیں ہوتی تھی۔ مار ڈالتے تھے۔ بائبل میں لکھا ہے۔ کہ عورت موت سے زیادہ تلخ ہے اور سارے جہان میں ایک بھی ایسی عورت موجود نہیں۔ جسے خدا پسند کرتا ہو۔ اطالویوں میں کہاوت ہے کہ گھوڑے کو مہینز کی اور عورت کو مار کی ضرورت ہے۔ روم میں عورت پر مرد کی حکومت جا برانہ تھی۔ اور وہ اسے قتل بھی کر سکتا تھا۔ ایس۔ پی۔ سکاٹ لکھتا ہے۔ کہ مسلمانوں کی طفیل فرقہ ریسواں کا احترام اتنا بڑھ گیا۔ کہ ان کے پرستش ہونے لگی۔

عیسائیت کی علم دشمنی | عیسائیت نے سترہ سو سال تک علم پر کس قدر مظالم توڑے۔ کتنے علماء و فلاسفہ ذبح کیے۔ کتنے دارالکتب جلائے اور کتنی درسگاہیں بند کیں۔ یہ ایک طویل کہانی ہے۔ جس کی پوری تفصیل توڈریسپر کی معرکہ مذہب و سائنس میں ملیں گی۔ یہاں صرف چند واقعات پر اکتفا کی جاتی ہے۔

درسگاہیں بند | اول۔ عیسائیوں کا ایک فرقہ فسٹوری کہلاتا ہے۔ اس کا بانی فسٹورین پادری (۴۵۱ء) تھا۔ یہ لوگ بعض عقائد میں دوسرے عیسائیوں سے اختلاف رکھتے تھے۔ ۴۳۱ء میں انہیں عیسائی کونسل نے کافر قرار دیا۔ قیصر زینو (۴۴۲ء - ۴۹۱ء) نے ان کی درسگاہیں بند کر دیں۔ اور انہیں ملک سے نکال دیا۔ یہ لوگ ایران کے ایک شہر جنیدیشا پور میں جمع ہو گئے۔ وہاں ایک

۱۰ تمدن عرب ص ۲۷

۱۱ اخبار الاندلس ج ۲ ص ۵۹

عظیم درس گاہ، دارالکتب اور شفا خانے کی بنا ڈالی۔ جب ۵۲۹ھ میں قیصر جینیئن اول (۵۲۷ - ۵۶۵ھ) نے یونان و مصر کی تمام درس گاہیں بند کر دیں۔ تو وہاں کے علما بھی جینیٹا پور میں جمع ہو گئے۔

دوم - فلانس میں ایک اکاڈمی تدریس و تصنیف کے فرائض سرانجام دیا کرتی تھی۔ لیکن کلیسا نے اُس کی مخالفت کی۔ اور وہ بند ہو گئی۔ سوم - زوالِ روم کے بعد حمہ اور اقوام یعنی گاتھ۔ ہنز۔ وینڈل وغیرہ نے غری و وسطی یورپ کے تمام مدارس بند کر دیئے۔ اور صدیوں تک تعلیم و تدریس کا سلسلہ منقطع رہا۔

یہاں یہ ذکر نامناسب نہ ہو گا۔ کہ فلانس کے شہنشاہ شارلمین (۷۶۸ - ۸۱۴ھ) نے اپنی قلمرو میں چند مدارس جاری کئے تھے۔ لیکن ان کی حالت یہ تھی۔ کہ ریاضی صرف تین کے پہاڑے اور جمع و تفریق تک پڑھائی جاتی تھی اور تعلیم کا مقصد صرف پادری تیار کرنا تھا۔

(۱) - ڈاکٹر ڈیرپر لکھتے ہیں کہ اسکندریہ کا کتب خانہ، جس میں کتابیں جلانا اندازاً سات لاکھ کتابیں تھیں، بجولیس سینر (۵۰ - ۴۴ ق م) کے حکم سے برباد کر دیا گیا اور اس کی نصف کتابیں جلادی گئیں۔ پھر قیصر تھیوڈوسیئس دوم

۱۰ میراث اسلام۔ آرٹلڈ۔ ص ۳۱۳ نیز معرکہ مذہب و سائنس ص ۷۷

۱۱ معرکہ مذہب و سائنس ص ۷۷

۱۲ تمدن عرب ص ۵۱۳

۱۳ تشکیل انسانیت ص ۲۱۵

۱۴ معرکہ مذہب و سائنس ص ۱۳۶

(۲۵۰-۲۸۸) نے بھیا نلسن کو حکم دیا۔ کہ باقی ماندہ کتابیں جلا دو۔ جب پیرس میں
موزخ اڈرڈشس اسکے ۱۲ میں اسکندریہ پہنچا۔ تو وہاں ایک بھی کتاب موجود نہ تھی
۶۔ فردن وسطیٰ میں رامبوں کی علمی سرگرمیاں یہ تھیں۔ کہ وہ یونان و روم میں
کتابیں جلا کر ان کی جگہ مسیحی ادویا کی داستانیں رکھ دیتے تھے۔ چونکہ اس زمانے میں
کاغذ نایاب تھا۔ اور اس کی جگہ چرمی جھلی استعمال ہوتی تھی۔ جس کی قیمت کافی زیادہ
تھی۔ اس لیے یہ راہب جھلی پہ لکھتی ہوئی کتابیں کھرچ ڈالتے۔ اور ان پر دعائیں
اور ادویا کی داستانیں لکھ دیتے تھے۔

۳۔ پاپائے اعظم گریگوری ۱۶ (۵۴۰-۶۰۴) سائنس۔ تاریخ۔ ادب۔ شعر اور دیگر علوم
کا شدید دشمن تھا۔ اور دینیات یا دعاؤں کے سوا کسی اور صنف کو برداشت نہیں کر
سکتا تھا۔ اُس نے رومی سیاست دان و خطیب سسرو (۴۴۳-۴۹۶) اور موزخ لیوی (۵۰۶-۵۵۶)
کی سب کتابیں تلف کر ڈالیں۔ ایک مرتبہ اسے خبر پہنچی۔ کہ دی آناڈ آشریا کے دار الحکومت
کے لاط پاری نے کسی ادبی موضوع پر ایک مقالہ پڑھا ہے۔ تو اسے لکھا:
”میں ایک خبر ملی ہے جس کے ذکر سے ہمیں شرم آتی ہے کہ تم نے
کوئی ادبی مقالہ پڑھا ہے۔ مجھے امید ہے۔ کہ تم مجھے یہ لکھو گے کہ تمہیں
ان لغویات سے کوئی سروکار نہیں ہے۔“

۴۔ (فرانس کے ایک پادری سینٹ برنارڈ (۱۰۸۵-۱۱۵۳) کی تنگ نظری کا یہ عالم تھا

۱۔ تشکیل انسانیت ص ۲۱۴

۲۔ انسان کے سورہ پوپ تھے۔ یہ پہلا تھا اور کئی کتابوں کا مستف تھا۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے انسائیکلو

۳۔ تشکیل انسانیت ص ۲۲۱

۴۔ ۲۲۲

پیڈیا برطانیکا

لگا دی۔ تمام کتب جلا ڈالیں۔ اور مسلمانوں کی چھ سو سالہ محنت کو تباہ کر دیا۔
۱۰۔ اس برطانیہ کا ایک فلسفی جان اریجینا سپن کے مشہور مسلم فلسفی ابن رشد (۱۱۹۵ء)
کا شارح تھا۔ اس نے اپنی تصانیف میں فلسفہ و مذہب میں اتحاد کی کوششیں کی تھیں
پادریوں نے اس کی بیشتر کتابیں جلا دیں۔

۱۱۔ پشین کی مذہبی عدالت نے، جو ۱۴۷۵ء میں قائم ہوئی تھی، عربی علوم پر سودی
علماء کے لکھی ہوئی چھ ہزار کتابیں سپرد آتش کر دیں۔

۱۲۔ ۱۵۰۱ء میں پاپائے الیکزینڈر ششم (۱۴۹۲ - ۱۵۰۳ء) نے ایک نگران کے
ٹروسے تمام پریس والوں کو ہدایت کی۔ کہ وہ باطل عقائد (سائنس وغیرہ) پر کوئی کتاب
طبع نہ کریں۔

قرون وسطیٰ کے یورپ میں نہ کوئی درس گاہ تھی۔ نہ معلم نہ مصنف جب مسلمان
سپین۔ فرانس اور سسلی میں پہنچے۔ تو انہوں نے نہ صرف سکول اور کالج کھولے۔ بلکہ
یونیورسٹیاں قائم کیں۔ جن میں دنیا کے ہر حصے سے طلبہ حصول علم کے لیے آتے تھے۔
ساتھ ہی دارالکتب قائم کئے۔ جن میں یونان۔ ایران۔ روم۔ ہند اور عرب کی لاکھوں کتابیں
جمع کیں۔ نسل انسان پر اس سے بڑا ستم کیا ہو سکتا ہے۔ کہ جاہل اور وحشی عیسائی
بادشاہوں اور پادریوں نے، اس زمانے میں کہ اہل علم و قلم کا شدید قحط تھا، ساٹھ لاکھ
سے زیادہ کتابیں جلا دیں۔ سات لاکھ اسکندریہ میں، پندرہ لاکھ سپین میں، تیس لاکھ
طرابلس میں، تین لاکھ سسلی میں اور کئی لاکھ قسطنطنیہ، ایشیائے خورد، فلسطین، دمشق

۱۷۔ معرکہ مذہب و سائنس ص ۱۷۹

۱۸۔ " " " " ص ۲۷۷

۱۹۔ " " " " ص ۳۹۹

اور یورپ کے مختلف حصوں میں اگر کوئی کسر رہ گئی تھی۔ تو وہ تیرھویں صدی میں تاتاریوں نے پوری کر دی۔ انہوں نے بغداد۔ کوفہ۔ بصرہ۔ حلب۔ دمشق۔ نیشاپور۔ خراسان۔ خوارزم اور شیراز کی سینکڑوں لائبریریاں، جن میں کتب کی مجموعی تعداد تین کروڑ سے زیادہ تھی۔ بھسم کر ڈالیں۔ بے شمار علماء مار ڈالے، مدارس جلادیں۔ اور مسلمان جو ساری دنیا کو تجلیاتِ علم سے منور کر رہا تھا۔ جاہل ہو کر رہ گیا۔

یہ ساٹھ لاکھ کتابیں تو وہ ہیں۔ جن کا ذکر تاریخ میں آگیا ہے۔ نہ جانے ان تباہ شدہ کتابوں کی تعداد کیا ہوگی، جو مورخ کے علم میں نہیں آئیں۔ یورپ میں طاقت دو گروہوں کے پاس تھی۔ بادشاہ اور پادری۔ اور یہ دونوں علم کے دشمن تھے۔ ان حالات میں اگر کوئی کتاب بچ گئی ہے۔ تو اسے معجزہ سمجھیے۔

آگے چلنے سے پہلے ذرا یہ بھی سنتے جائیے۔ ساٹھ لاکھ کتابیں جلانے والے عیسائیوں نے خود کتنی کتابیں لکھیں۔

تیرھویں صدی تک
یورپ کے اہل قلم

روم کی سلطنت...، قم میں قائم ہوئی تھی۔ پہلی پانچ صدیوں میں کسی کتاب کا سرائع نہیں ملتا۔ نیناس

روم کے اہل قلم

(۲۰۰ قم) غالباً پہلا رومی مصنف ہے۔ جس نے کچھ یونانی کتابوں کو لاطینی میں منتقل کیا اور چند ایک ڈرامے لکھے تھے۔ دوسرا صاحبِ قلم ڈرامہ نویس

پلاٹس (Plautus) (۱۸۴ قم) تیسرا ایک شاعر انیس (Ennius)

(۱۶۹ قم) اور چوتھا ایک ادیب کیٹو (Cato) (۱۴۹ قم) تھا۔ ابتداء سے ولادت مسیح تک صرف ہیں اہل قلم کے نام ملتے ہیں۔ جن میں سے اکثر شاعر، ڈرامہ نگار اور افسانہ نویس تھے۔ مورتخ صرف ایک تھا، یعنی لیوی (۴۱ قم) شعرا و ادبا میں مشہور یہ تھے۔ سسرو (۴۳ قم) گیٹس (۲۰ قم) ورجیل (۹۱ قم) ہورس (۸ قم) اور لوقن

(۶۵ ق م) یہ تمام غیر عیسائی رومی تھے۔

پہلی صدی عیسوی میں روم نے تقریباً تیس مصنف پیدا کیے۔ اور بعد کی نو صدیوں میں صرف بیس نام ملتے ہیں۔ درست کہا تھا۔ رابرٹ بریفاٹ نے اس میں شبہ نہیں۔ کہ قسطنطنیہ کا دربار اس کے بازار، محل، رقص گاہیں کھیل کے میدان اور اکھاڑے بہت شاندار تھے۔ لیکن اس نے ایک ہزار سال کی زندگی میں ترقی تو درکنار ترقی کا ایک شرارہ تک پیدا نہ کیا وہ ایسی بستیوں میں گھری ہوئی تھی۔ جو تاریکی سے نکلنے کے لیے بے تاب تھیں۔ لیکن بازنطینی (رومی) تہذیب نے ان کے لیے کچھ نہ کیا۔ نتیجہ یہ کہ عربوں نے آکر ان کے بیڑے ڈبو دیے۔ اور ان کی تجارت پر قبضہ کر لیا۔ رومیوں کا ادب۔ تو وہ بالکل بے مغز۔ بے حقیقت جعلی۔ ضمیاتی اور اداہام پرستی سے لبریز تھا۔ یہ ادب آج بھی پڑھنے کے قابل نہیں۔ گو بازنطینی سلطنت کو بے شمار مواقع حاصل تھے۔ لیکن اس نے کچھ نہ کیا۔ کیونکہ اصلی اقتدار جاہل راہبوں کے ہاتھ میں تھا۔ جو علم کے دشمن تھے۔ نیز رومیوں کو یونان اور اس کے ادب سے چڑھتی۔ اس لیے وہ قائم نہ اٹھا سکے۔

(لمحصر)

جرمنی کا ادب | جرمنی میں ششہ سے پہلے کسی کتاب کا شروع نہیں ملتا۔ البتہ

یہ یاد رہے کہ ششہ سے پہلے کتابیں غیر عیسائی رومیوں نے لکھی تھیں۔ قسطنطین ششہ میں

عیسائی ہوا تھا۔ اور رومی مصنفین کی تعداد ششہ سے ششہ تک میں تھی۔

محل انسانییت میں

شارلیمان (۷۲۲ - ۸۱۴) کی وجہ سے جرمنی میں کچھ ذہنی حرکت پیدا ہو گئی تھی۔ اس نے تبلیغ عیسائیت کی خاطر پادریوں سے کچھ دعائیں، مذہبی گیت اور دینی رسائل لکھوائے۔ سب سے پہلا رسالہ ۸۸۰ء میں لکھا گیا، نوے برس بعد ایک تاریخی نظم شائع ہوئی۔ اور اس کے بعد اڑھائی سو برس میں صرف ایک درجن شعرا وادبا پیدا ہوئے۔ ۱۰۵۰ء اور ۱۲۵۰ء کے درمیان عرصے میں صرف تیس اہل قلم کے نام ملتے ہیں۔ فرانسیسی زبان میں ۱۵۰۰ء تک چند ایک مذہبی گیتوں

کچھ جنگی نظموں اور دو پادریوں سینٹ لیجر اور سینٹ الیکٹر

فرانس کا ادب

کے سوانح حیات کا سراغ ملتا ہے۔ وہیں۔

بارہویں صدی کے وسط تک انگریزی ادب صرف چند گیتوں

نظموں اور کوئی دیرپہ درجن کتابوں پر مشتمل تھا۔ لکھنے والوں

انگریزی ادب

کی تعداد پندرہ سے زیادہ نہ تھی۔ ان میں قابل ذکر ایلدھم (۶۵۰ - ۷۲۵) ایگبرٹ

(۶۷۸ - ۷۶۶) بیڈ (۶۷۱ - ۷۲۵) ونفریڈ (۶۸۰ - ۷۵۵) اور کنگ الفریڈ

(۸۷۱ - ۹۰۱) ہیں۔

بارہویں صدی عیسوی تک عیسائی یورپ میں کتابیں لکھنے کی رفتار یہ تھی:

ملک	زمانہ	تعداد مصنفین	تعداد و کتب
۱۔ روم شرقی و غربی	۳۲۵ء - ۵۵۵ء	تقریباً بیس	زیادہ سے زیادہ پچاس
۲۔ جرمنی	۱۲۵۰ء - ۱۵۵۰ء	پچاس	سو
۳۔ فرانس	۱۰۵۰ء - ۱۵۵۰ء	دس	پندرہ
۴۔ برطانیہ	۱۱۶۰ء - ۱۵۵۰ء	پندرہ	پچیس

تو گویا سارے یورپ کے اہل قلم نے اندازاً ہزار برس میں تقریباً دو سو کتابیں لکھیں۔ چلیے، پانچ سو کہہ لیجیے۔ اور ساٹھ لاکھ سے زیادہ جلا دیں۔

زوالِ روم (۳۷۶ء) کے بعد پاپائیت برسرِ اقتدار آگئی۔ اور ٹوئٹر (۱۵۴۶ء) کے خروجِ چمک سیاہ و سفید کی مالک رہی۔ پوپ مذہبی

عالمِ کُشی

ادب کے بغیر باقی تمام اصنافِ علم کا دشمن تھا۔ اور جہاں کہیں کوئی عالم، فلسفی یا مفکر سر اٹھاتا تھا۔ اُسے کچل دیتا تھا۔ چند واقعات ملاحظہ فرمائیے :-

۱۔ یونان کی ایک لڑکی ہائے پیشیا (۴۱۴ء) اسکندریہ میں تحصیلِ علوم کے لئے آئی۔ اور برسوں کی محنت کے بعد وہ ایک ممتاز فلسفی بن گئی، اسے فلاطون و ارسطو کے فلسفہ اور ریاضی و ہندسہ میں بڑا ورک حاصل تھا۔ اسکندریہ کے بشپ ساثرل (۴۱۴ء) میں بشپ مقرر ہوا تھا، نے اس لڑکی کو کافرہ قرار دیا۔ اور ایک روز جب وہ فرائضِ تدریس سرانجام دینے کے لیے اپنی درس گاہ کی طرف جارہی تھی۔ ساثرل کے پیچھے ہوئے چند سنگدل راہبوں نے اُسے پکڑ لیا۔ پہلے ننگا کر کے بازار میں گھسیٹا۔ پھر اسے گرجے میں لے گئے۔ وہاں تیز سیپوں سے اس کی کھال کھرچی، پھر اسے اس کا سر توڑا۔ لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کیے اور انہیں آگ میں پھینک دیا۔

۲۔ گیلیلیو (۱۶۴۲ء) فلارنس (اطالی) کا قزو مشہور میت دان ہے جس نے دورِ بین ایجاد کی تھی۔ جب اس نے کاپرنیکی (۱۵۴۲ء) کے نظامِ شمس کی تائید کی۔ تو پوپ نے اسے گرفتار کر کے مذہبی عدالت کے سامنے پیش کر دیا۔ اس نے وہاں

۱۔ مرکز مذہب و سائنس ص ۷۷ و تمدن عرب ص ۶۷

۲۳۷

کیاں کے لئے دالے تھے۔
 ۱۔ جیمز ہنری ہسٹون (۱۶۲۰-۱۶۹۰) جرمنی کا مشہور مہیت دان تھا۔ سب سے پہلے اسی نے
 "سائنس اور معنی" اور "سند پر چاند کا اثر" کے نظریات پیش کیے تھے۔ نیوٹن
 کی شہرت میں اس نے اپنی کتاب "خلاصہ نظام کاپرنیکی" شائع
 کی۔ ۱۶۸۷ء میں جب کافر قرار دیا اور اس کی کتاب ضبط کر لی۔

۲۔ عالم سمجھتا تھا۔ اسے کافر قرار دیا اور اس کی کتاب ضبط کر لی۔
 ۳۔ ڈانٹے (۱۲۶۵-۱۳۲۱) فلارنس (اطلی) کا شہرہ آفاق فلسفی شاعر تھا۔ اس
 نے اپنی لازوال کتاب "طوبہ خداوندی" (Divine Comedy) پر

۴۔ اٹھارہ برس صرف کیے تھے۔ یہ تین دیگر کتابوں کا بھی مصنف تھا۔ ۱۳۰۰ء میں یہ فلارنس
 کا جیلر بنا۔ ۱۳۰۱ء میں اسے وطن سے نکال دیا گیا اور بیس برس تک مسافر
 رہا۔ ۱۳۲۱ء میں فوت ہو گیا۔
 ۵۔ جیمز ہسٹون کے بعد یہ
 ۶۔ ڈاکٹر ڈیرمیر ایک سائنس دان ڈی ڈامینس کے متعلق لکھتا ہے۔ کہ کلیسا
 نے اسے جیل میں ڈال دیا تھا۔ یہ وہیں فوت ہوا اور بعد از مرگ اس کی لاش کو
 انبار پر رکھ کر جلا دیا گیا۔

۷۔ اس کی تصانیف کے انبار پر رکھ کر جلا دیا گیا۔
 ۸۔ اس کی تصانیف کا مشہور فلسفی تھا۔ جس کی تصانیف فرانس
 ۹۔ ابن رشد (۱۱۲۶-۱۲۹۸) سپین کا مشہور فلسفی تھا۔ جس کی تصانیف فرانس
 جرمنی۔ سپین اور اطلی کی یونیورسٹیوں میں صدیوں تک بطور نصاب پڑھائی جاتی رہیں
 ۱۵۲۱ء میں عیسائیوں کی مذہبی مجلس نے اس کی تصانیف کو ملحدانہ قرار دیا۔ اور ۱۵۳۱ء

۱۰۔ معرکہ مذہب و سائنس ۱۵۹۰ء

۱۱۔ تمدن عرب ۱۰۶۰ء

۱۲۔ معرکہ مذہب و سائنس ۱۵۹۰ء

۱۳۔ انٹرویو کشن ڈومسٹری آن دیٹرن یوبپ از جیمز شاولیل ۱۵۵۰ء

میں پوپ گریگوری ہنم (۱۲۲۷-۱۲۴۱) نے فلسفہ عرب کی تدریس کو حکماً روک دیا چونکہ عیسائیوں کے پاس پڑھانے کے لیے اور کچھ بھی نہیں تھا۔ اس لیے اس حکم کے باوجود ابن رشد کی تدریس جاری رہی۔

یورپ میں ابن رشد کا فلسفہ بہت مقبول تھا۔ پیرس یونیورسٹی اس کا مرکز تھی۔ اور عیسائیوں کا فرانسیسکن فرقہ اس کا مبلغ۔ یہودی بھی اس فلسفہ کے دلدادہ تھے۔ موسیٰ بن میمون (۱۱۲۰ء) ایک مشہور یہودی فلسفی اس فلسفہ کا شارح تھا۔ لیکن یہود کی دینی مجلس نے موسیٰ کی تمام کتابیں جلا ڈالیں۔

پوپ نے ابن رشد کے خلاف اس قدر زہر اگلا کہ وہ الحاد کی ایک علامت بن کر رہ گیا۔ حالات یہاں تک بگڑے کہ جب اٹلی کے نقاش جنت و جہنم کا منظر کھینچتے۔ تو ابن رشد کو داعی جہنم کے طور پر پیش کرتے۔ اٹلی کی ایک مشہور تصویر میں ابن رشد کو دجال کے ساتھ دکھایا گیا تھا۔

۱۰۔ کولمبس (۱۵۰۶) وہ جاں باز ملاح ہے۔ جس نے آج سے ساڑھے چار سو سال پہلے جب بحری سفر سخت خطرناک تھا۔ ایک کمزور سے جہاز میں اوقیانوس کو عبور کیا اور ساڑھے پانچ ہزار میل کے سفر کے بعد ۱۴۹۲ء میں وہ امریکی ساحل کے قریب جزائر بوباما میں جا اُترا۔ وہ اس سفر پر اسپین کے فرمانروا فرنانڈ

۱۰۰ فرانسس اٹلی کا ایک پادری تھا۔ جس نے کوڑھیوں اور لونوں کی خدمت کے لیے ۱۲۱۰

میں ایک فرقہ بنایا۔ اس کی وفات ۱۲۶۶ھ میں ہوئی۔ (انسائیکلو پیڈیا برطانیکا)

۵۲ معرکہ مذہب و سائنس ص ۲۰۲

٢٤ ٢٥ ٢٦ ٢٧

۱۴۲ تاریخ بیروز آفتاب، هجری ۱۳۲۲

کی منظوری و اجازت سے روزانہ ہوا تھا۔ وہ بوہما سے واپس آیا۔ مزدینان کو
 ایک نئے ملک کی خبر دی۔ مزدینان نے اسے وہاں کا گورنر مقرر کر دیا۔ چنانچہ
 یہ دوبارہ وہاں پہنچا۔ نظم و نسق قائم کیا۔ سات سال بعد اس کی گرفتاری کے احکام
 جاری کر دیئے۔ دنیا کا یہ عظیم ملاح اس حال میں واپس آیا کہ ہاتھ پاؤں زنجیروں
 میں جکڑے ہوئے تھے۔ بادشاہ نے اسے جیل میں پھینک دیا۔ گو کچھ عرصے کے بعد
 اسے رہا کر دیا۔ لیکن بھوک۔ ناداری اور بیماری نے آخر تک اس کا پیچھا کیا
 اور چھ برس کے بعد ایک سرائے میں اس کی وفات ہو گئی۔ سال وفات ۱۵۰۶ء۔

۱۱۔ جب ۹۹۹ء میں پوپ سٹیفن دوم (۹۹۹ - ۱۰۰۳) نے یورپ میں
 کچھ درسگاہیں کھولنا چاہیں۔ تو عام آبادی کو یہ اقدام سخت ناگوار گزرا۔ اور مشہور
 کر دیا کہ پوپ پر شیطان مسلط ہو گیا ہے۔

۱۲۔ فریڈرک ثانی (۱۲۱۲ - ۱۲۵۰) نے اٹلی کے مختلف شہروں مثلاً نپلز
 مسینا اور پٹو امیں یونیورسٹیاں قائم کیں۔ سکنڈو میں طب کا ایک مدرسہ جاری کیا۔
 اپنے ایک درباری مائیکل سکاٹ کو ابن رشد کی تصانیف جمع کرنے کے لیے قرطبہ بھیجا
 اور یہ نسخے ہر مدرسہ میں رکھوا دیئے۔ پادریوں نے اس کی سخت مخالفت کی، اس
 کی رعایا کو بغاوت پہ اکسایا اور پوپ گریگوری نہم (۱۲۲۷ - ۱۲۴۱) نے اسے
 دجال قرار دیا۔

۱۵۔ تمدن عرب ۵۱۵

۱۶۔ اس کا نام دوہی پوپ تھے۔ اول ۳۱۲ - ۲۲۶

دوم ۹۹۹ - ۱۰۰۳

۱۷۔ تشکیل انسانیت ۲۷۹

۱۳۔ قیصر زینو (۲۷۷ - ۲۹۱) اور قیصر جیٹین اول (۵۲۷ - ۵۶۵) نے تمام
اہل علم کو اپنی سلطنت سے نکال دیا تھا اور مدارس بند کر دیئے تھے۔
الغرض عیسائیت نے پورے ہزار برس تک گناہ کو ترقی دی۔ رشوت برہان
علوم و فنون کو کچلا، کتابیں جلایش، اہل علم کو آگ اور جیل میں پھینکا، مسلمانوں
کے خلاف زہر اگلا، صلیبی جنگوں کا آغاز کیا اور دنیا کو گناہ و جہالت سے بھر دیا۔

قرون وسطیٰ میں اسلام کی سیاسی تہیّث

آپ نے صفحات گزشتہ میں دیکھ لیا۔ کہ قرون وسطیٰ میں یورپ کی حالت کیا تھی۔ اس کے بالمقابل اسی زمانے میں اسلام تہذیب و تمدن کے انتہائی منازل طے کر رہا تھا۔ ان تفصیل میں جانے سے پہلے یہ بتانا ضروری ہے۔ کہ اُس وقت اسلام کا سیاسی خاکہ کیا تھا۔

حضور پر نور صلعم کی رحلت (۶۳۲ء) کے وقت اسلام کی حکومت صرف جزیرہ نمائے عرب پہ تھی۔ ایک سال بعد عراق عرب اور حیرہ فتح ہوئے۔ ۶۳۲ء میں اسلامی عساکر شام میں داخل ہو گئے۔ ۶۳۵ء میں دمشق، ۶۳۶ء میں حصن انطاکیہ اور بیت المقدس کا الحاق ہوا اور ۶۳۸ء میں پورے شام پہ ہلالی پرچم لہرانے لگا۔

ایران میں فتوحات کا آغاز ۶۳۵ء میں ہوا تھا۔ ۶۴۲ء میں جنگ نہادند کے بعد ساسانی خاندان کا خاتمہ ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد اسلامی افواج افغانستان پہ چھا گئیں۔ ۶۴۵ء میں بخارا فتح ہوا اور ایک سال بعد سمرقند۔ ۶۴۷ء میں محمد بن قاسم نے کراچی سے ملتان تک کا علاقہ زیر نگین کر لیا۔ ۶۴۸ء میں مصر ۶۴۹ء میں ٹیونس ۶۵۰ء میں قیروان (تونس) کا شہر، اور ۶۹۲ء میں ساحل اطلس (اوقیانوس) اسلامی سلطنت کا حصہ بن گیا۔

۱۱۸۰ء میں جنرل طارق سپین میں داخل ہوئے۔ اور سپین کو فتح کرنے کے بعد آدھے جزائریں پر بھی قبضہ کر لیا۔ ۱۱۸۲ء میں چارلس مارٹل نے تور (Tours) جبرالٹر سے پندرہ سو میل شمال میں، کے مقام پر اسلامی یلغار کو روکا۔ ۱۱۸۳ء میں ایشیائے خورد پہ قبضہ ہوا۔ ۱۱۸۵ء میں جزائریوں نے قبرص ۱۱۸۶ء میں کارسیکا، ۱۱۸۷ء میں جزیرہ ساردینیا ۱۱۸۸ء میں کریٹ، ۱۱۸۹ء میں سیسیلی، ۱۱۹۰ء میں جنوبی اٹلی اور ۱۱۹۱ء میں مالٹا مسخر ہوا تو یہ قطعی اسلامی سلطنت جو شمال میں بحیرہ اسود، جنوب میں لبنان، مشرق میں سمرقند اور مغرب میں جنوبی جزائریں و ساحل اوقیانوس تک پھیلی ہوئی تھی۔ اور اس کا رقبہ اندازاً نوے لاکھ مربع میل تھا۔

اس زمانے میں تہذیب کے بڑے بڑے مرکز بغداد، ایران، مصر، سپین اور سیسیلی تھے۔ ان ممالک پر مختلف سلسلے حکمران رہے۔ تفصیل جداول ذیل میں دیکھیے۔ چونکہ ان سلسلوں کی تعداد کافی زیادہ ہے۔ اس لیے یہاں صرف ان خاندانوں کا ذکر کیا جائے گا۔ جن کا ذکر اس کتاب میں بار بار آتا ہے۔

۱۔ خلفائے راشدین

سال خلافت یا تخت نشینی

نام

۶۳۲	۱۔ حضرت ابو بکر
۶۳۴	۲۔ عمر
۶۴۴	۳۔ عثمان
۶۵۶ - ۶۶۱	۴۔ علی

۲۔ خلفائے اموی

۶۶۱	۱ معاویہ - اول
۶۸۰	۲ یزید - اول
۶۸۲	۳ معاویہ دوم
۶۸۲	۴ مروان - اول
۶۸۵	۵ عبد الملک
۷۰۵	۶ ولید - اول
۷۱۵	۷ سلیمان
۷۱۷	۸ عمر بن عبد العزیز
۷۲۰	۹ یزید - دوم
۷۲۳	۱۰ ہشام
۷۲۳	۱۱ ولید - دوم
۷۴۴	۱۲ یزید - سوم
۷۴۴	۱۳ ابراہیم
۷۴۴ - ۷۵۰	۱۴ مروان - دوم

(انہیں خاندان عباسیہ نے ختم کیا)

۳۔ خلفائے عباسی

۷۵۰	۱ سفاح
۷۵۴	۲ منصور

۷۷۵	جمدی	۳
۷۸۵	بادی	۴
۷۸۶	بارون الرشید	۵
۸۰۹	آمین	۶
۸۱۴	مامون	۷
۸۲۳	مُعْتَمِد	۸
۸۲۲	والثق	۹
۸۲۷	مُتَوَكِّل	۱۰
۸۶۱	مُنْصَرَف	۱۱
۸۶۲	مُسْتَعِين	۱۲
۸۶۶	مُعْتَزَل	۱۳
۸۶۹	مُسْتَدَى	۱۴
۸۷۰	مُعْتَمِد	۱۵
۸۹۲	مُعْتَمِد	۱۶
۹۰۲	مُكْتَفَى	۱۷
۹۰۸	مُقْتَدِر	۱۸
۹۳۲	قَابِر	۱۹
۹۳۴	راضی	۲۰
۹۳۵	مُسْتَقْبَل	۲۱
۹۳۶	مُسْتَكْبِف	۲۲
۹۳۷	مُطِيع	۲۳

۹۷۴	طایح	۲۴
۹۹۱	قادر	۲۵
۱۰۳۱	قائم	۲۶
۱۰۷۵	مقتدی	۲۷
۱۰۹۴	مستظہر	۲۸
۱۱۱۸	مشرشد	۲۹
۱۱۳۵	راشد	۳۰
۱۱۳۶	مقتنی	۳۱
۱۱۶۰	مستجد	۳۲
۱۱۷۰	مستضی	۳۳
۱۱۸۰	ناصر	۳۴
۱۲۲۵	ظاہر	۳۵
۱۲۲۶	مستفہر	۳۶
	مستعظم	۳۷

۱۲۴۲ — ۱۳۵۸

(اس سلسلے کو تاتاریوں نے ختم کیا)

مصر اور افریقہ کے شمالی ساحل پر پندرہ سلسلے بر
سلاطین افریقہ | سیراقتدار ہے - یعنی :

سلسلہ	پایۂ تخت	از — تا
۱ ادارہ	مراکش	۹۸۵ — ۷۸۸
۲ بنو اقلب	تونس وغیرہ	۹۰۹ — ۸۰۰
۳ بنو حماد	الجیریا	۱۱۵۲ — ۱۰۰۷

۱۱۴۷	۱۰۵۶	مراکش رفیرہ	بنو حنفیہ	۶
۱۲۶۹	۱۱۳۰	" "	بنو حنفیہ	۷
۱۵۲۲	۱۲۲۸	تونس	بنو زریان	۸
۱۲۷۳	۱۵۲۵	الجزیرہ	بنو مرین	۹
۱۲۷۰	۱۱۹۵	مراکش	بنو حنفیہ	۱۰
۱۵۵۰	۱۳۷۰	"	شرفائے مراکش	۱۱
۱۸۹۳	۱۵۲۲	"	ایٹولی	۱۲
۱۳۳۱	۱۱۶۹	مصر شام الجزائر عرب	مالیک	۱۳
۱۵۱۷	۱۲۵۲	مصر شام	بنو طوکلون	۱۴
۹۰۵	۸۶۸	مصر	آل اشید	۱۵
۹۶۹	۹۳۵	"	فاطمی	
۱۱۷۱	۹۰۹	"		

خلفائے فاطمی

خلفائے فاطمی حضرت فاطمۃ الزہرا کی اولاد تھے، اس
سلطے کا بانی عبید اللہ تھا۔ جس نے ہمدی اور امیر المؤمنین
ہونے کا دعویٰ کیا اور اپنے پیروؤں کا بلاوے امرائے اقلبی کو شکست دے کر مکہ
کا فرماں روا بن گیا۔ ابتدا میں فاطمیہ کا پایہ تخت تونس کے قریب ایک شہر ہمدیہ
تھا۔ ۹۶۹ء میں ایک فاطمی جرنیل نے انشیدیوں کو شکست دے کر مصر پر قبضہ
کے کیا۔ اور نیل کے دریا کے ایک تالاب بنایا۔ جس کی آبادی بڑھتی گئی۔ اور یہ شہر
قاہرہ کے نام سے مشہور ہوا۔ ۹۹۱ء میں فاطمیوں نے شام پر بھی قبضہ کر لیا۔
اور ان کی حکومت شام سے سواہل اقلس تک پھیل گئی۔ جب موحدین و مرابطین
نے قاہرہ کو دار الخلافہ بنا لیا۔ اس سلطے

کو اللہ میں صلاح الدین ایوبی نے ختم کیا۔
 انویان اُندلس کے بعد یہ دوسرا سلسلہ تھا۔ جو خلفائے عباسی کی اطاعت سے
 آزاد ہو گیا تھا۔

جدولِ خلفا

۹۰۹	ابو محمد عبید اللہ	مدی	۱۰
۹۲۲	ابو القاسم محمد	قائم	۲
۹۴۵	ابو طاهر اسماعیل	منصور	۳
۹۵۲	ابو تمیم	مُعِز	۴
۹۷۵	ابو منصور	عزیز	۵
۹۹۶	ابو علی منصور	حاکم	۶
۱۰۲۰	ابو الحسن علی	ظاہر	۷
۱۰۲۵	ابو تمیم	مُسْتَنْصِر	۸
۱۰۹۲	ابو القاسم احمد	مستغنی	۹
۱۱۰۱	ابو علی عامر	منصور	۱۰
۱۱۲۰	ابو المہدیون	حافظ	۱۱
۱۱۴۹	ابو المنصور اسماعیل	ظافر	۱۲
۱۱۵۲	ابو القاسم عیسیٰ	فائز	۱۳
۱۱۷۰ - ۱۱۷۱	ابو محمد عبداللہ	عاصد	۱۴



اسلامی سلطنت سپین میں

طارق نے ۱۱ھ میں سپین پر حملہ کیا تھا، یہ ملک ۷۵۶ء تک خلفائے اموی (دمشق) اور پھر ۷۵۶ء تک خلفائے عباسیہ کے تحت رہا۔ لیکن زوالِ امیہ کے بعد حالات نے ایک نئی کرٹ لی۔ جب عباسیوں نے دمشق پر قابض ہونے کے بعد خاندانِ امیہ کا صفایا شروع کیا۔ تو خلیفہ ہشام (۲۲۴ - ۲۴۳) کا پوتا عبد الرحمن بچ کر مراکش پہنچ گیا۔ اور وہاں سے امرائے اندلس کے ساتھ خط و کتابت شروع کر دی۔ جب اسے ان امرا کی حمایت کا یقین ہو گیا۔ تو ۷۵۵ء میں وہاں جا پہنچا۔ اور ۷۵۶ء میں ملک کی سیادت سنبھال لی۔ ابتداءً میں یہ خلفا سلاطین کہلاتے تھے۔ ۹۲۹ء میں عبد الرحمن ثالث نے خلیفہ ہونے کا اعلان کر دیا۔ ۱۰۳۱ء میں یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔ اور جابجا چھوٹی چھوٹی ریاستیں بن گئیں۔ کچھ ریاستیں ان خلفائے اموی کے عہد ہی میں تشکیل پا چکی تھیں۔ اشبیلیہ کے بنو عبّاد نے کسی حد تک اس طوائف الملوک کو ختم کیا۔ اور پھر عیسائیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے افریقہ کے مراہطین سے مدد مانگی۔ انہوں نے مدد تو کی۔ لیکن بنو عبّاد کا تخت خود سنبھال لیا۔ حالات یوں ہی چلتے رہے۔ یہاں تک کہ ۱۴۹۲ء میں فرزینان نے اسلامی سلطنت کا خاتمہ کر دیا۔

جداول سلاطین

۱۔ خلفائے اموی۔ (قرطبہ میں)

۷۵۶

عبد الرحمن اول

۱

۷۸۸

ہشام

۲

۷۹۶	حکم - اول	۳
۸۲۲	عبدالرحمن - دوم	۴
۸۵۲	محمد - اول	۵
۸۸۶	منذ	۶
۸۸۸	عبداللہ	۷
۹۱۲	عبدالرحمان - سوم - الناصر	۸
۹۶۱	حکم - دوم - المشتقر	۹
۹۷۶	بشام - " - التوید	۱۰
۱۰۰۹	محمد " - المدی	۱۱
۱۰۰۹	سلیمان - المشتعین	۱۲
۱۰۱۰	محمد - دوم (دوبارہ)	۱۳
۱۰۱۰	بشام - دوم (دوبارہ)	۱۴
۱۰۱۳	سلیمان "	۱۵
۱۰۱۶	علی بن حمود (بنو حمود میں سے)	۱۶
۱۰۱۸	عبدالرحمن - چہارم	۱۷
۱۰۱۸	قاسم بن حمود	۱۸
۱۰۲۱	یحییٰ بن علی (امراٹے حمود میں سے)	۱۹
۱۰۲۲	قاسم بن حمود (دوبارہ)	۲۰
۱۰۲۲	عبدالرحمان - پنجم - المشتقر	۲۱
۱۰۲۴	محمد - سوم	۲۲
۱۰۲۵	یحییٰ بن علی	۲۳

۲۳۔ ہشام ثالث
 (اس سلسلے کے بعد ملک چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بٹ گیا)
 ۲۔ بنو حمود
 (مالقہ میں)

۱۰۱۶	علی بن حمود	۱
۱۰۱۸	قاسم بن حمود	۲
۱۰۲۱	یحییٰ بن علی	۳
۱۰۲۲	قاسم بن حمود (دوبارہ)	۴
۱۰۲۵	یحییٰ بن علی "	۵
۱۰۳۵	ادریس - اول	۶
۱۰۳۹	حسن	۷
۱۰۴۲	ادریس - دوم	۸
۱۰۴۶	محمد - اول	۹
۱۰۵۲	ادریس - سوم	۱۰
۱۰۵۳	دوم (دوبارہ)	۱۱
۱۰۵۴ - ۱۰۵۴	محمد - دوم	۱۲
اس خاندان کو مرابطین نے ختم کیا -		
۳۔ بنو حمود		
(الجزیرہ میں)		

۱۰۳۹ محمد - الہدی ۱

لے جبرالٹر سے چھ میل مغرب کی طرف ایک ساحلی شہر ادد بندرگاہ۔

قاسم - الوراق
(اس سلسلے کو بنو عباد نے ختم کیا)
۱۰۴۸ - ۱۰۵۸

۴ - امرائے عبادی

(اشبیلیہ میں)

۱۰۲۲	محمد - اول بن اسماعیل	۱
۱۰۴۲	عباد بن معتقد بن محمد	۲
۱۰۶۸ - ۱۰۹۱	محمد - دوم بن معتقد بن عباد	۳
ان امرا کا خاتمہ مرابطین کے ہاتھوں ہوا		

۵ - بنو زیری

(غرناطہ میں)

۱۰۱۲	زادی	۱
۱۰۱۹	جوس بن ماکن صنهاجی	۲
۱۰۲۸	بادیس بن جوس	۳
۱۰۴۲	عبداللہ بن سیف الدولہ بن بادیس	۴
۱۰۹۰	تیمم بن سیف الدولہ	۵

(انہیں مرابطین نے ختم کیا)

۶ - بنو جہوز

(قرطبہ میں)

۱۰۳۱

جہوز بن محمد

۹۔ امراء تجیبی و ہودی

(مترقسط میں)

۱۰۱۹	منذر بن یحییٰ - التجیبی، المنصور	۱
۱۰۲۲	یحییٰ بن منذر - المنظر	۲
۱۰۲۹	منذر بن یحییٰ	۳
۱۰۳۹	سلیمان بن احمد بن محمد بن ہود - المستعین	۴
۱۰۴۶	احمد بن سلیمان - المقتدر	۵
۱۰۸۱	یوسف بن احمد - المومن	۶
۱۰۸۵	احمد بن یوسف - المستعین	۷
۱۱۰۹	عبد الملک بن احمد - عماد الدولہ	۸
۱۱۱۹ - ۱۱۴۱	احمد بن عبد الملک - سیف الدولہ	۹

(انہیں عیسائیوں نے ختم کیا)

۱۰۔ امراء دانیہ

(دانیہ میں)

۱۰۱۷	مجاہد بن یوسف	۱
۱۰۴۴ - ۱۰۷۵	علی بن مجاہد	۲

(انہیں امراء ہودی نے ختم کیا)

۱۔ مشرق سپین میں ولفشہ سے چالیس میل جنوب کی طرف ایک ساحلی شہر۔

۱۱ - بنو نصر (بناں الحرا) (غناطہ میں)

۱۲۳۲	محمد - اول	۱
۱۲۴۳	محمد - دوم	۲
۱۳۰۲	محمد - سوم	۳
۱۳۰۹	نصر	۴
۱۳۱۲	اسماعیل - اول	۵
۱۳۲۵	محمد - چارم	۶
۱۳۳۳	یوسف - اول	۷
۱۳۵۲	محمد - پنجم	۸
۱۳۵۹	اسماعیل - دوم	۹
۱۳۶۰	محمد - ششم	۱۰
۱۳۶۲	محمد - پنجم (دوبارہ)	۱۱
۱۳۹۱	یوسف - دوم	۱۲
۱۳۹۲	محمد - ہفتم	۱۳
۱۴۰۷	یوسف - سوم	۱۴
۱۴۱۷	محمد - ہشتم	۱۵
۱۴۲۷	محمد - نهم	۱۶
۱۴۲۹	محمد - ہشتم (دوبارہ)	۱۷
۱۴۳۲	یوسف - چارم	۱۸
۱۴۳۲	محمد - ہشتم (دوبارہ)	۱۹

۱۲۲۲	محمد - دہم	۲۰
۱۲۲۵	سعد	۲۱
۱۲۲۶	محمد - دہم (دوبارہ)	۲۲
۱۲۵۲	سعد	۲۳
۱۲۶۱	علی	۲۴
۱۲۸۲	محمد یازدہم	۲۵
۱۲۸۳	علی (دوبارہ)	۲۶
۱۲۸۵	محمد دوازدہم	۲۷
۱۲۸۶ - ۱۲۹۲	محمد یازدہم (دوبارہ)	۲۸
(اس سلسلے کو فردینان نے ختم کیا۔ اور سپین میں یہ آخری اسلامی سلطنت تھی)		

چوتھا باب

قرون وسطیٰ میں اسلامی تہذیب و تمدن

قرون وسطیٰ میں یورپ وحشت، بربریت اور جہالت میں تا بفرق ڈوبا ہوا تھا۔ لوگ گارے اور گھاس کی جھونپڑوں میں رہتے، پتے کھاتے اور کھالیں پہنتے تھے۔ ان کی گلیاں غلیظ، جا بجا گندے جوہڑ اور کوڑے کے ڈھیر، سڑکیں نڈارد، ہر طرف بے راہ جنگل۔ جن میں ڈاکوؤں اور آدم خوروں کا بسیرا تھا۔ سیاست، حکومت، تمدن، تہذیب اور علوم و فنون کا کوئی تصور موجود نہیں تھا۔ عین اس عالم میں عرب سے ایک قوم اٹھی، جو صرف نوے برس میں ملتان سے بحیرہ اسود اور سرقند سے ساحل اطلس اور وسط فرانس تک چھا گئی۔ اس قوم نے جا بجا مساجد بنائیں۔ علم و فن کے بڑے بڑے مرکز قائم کئے دنیا بھر کے علماء حکما کو اپنے درباروں میں جمع کیا۔ تمام یونانی و رومی علوم کو عربی میں منتقل کیا۔ جا بجا دارالکتب اور دارالعلوم قائم کیے۔ شفا خانے بنوائے سڑکیں نکالیں۔ نہریں کھودیں۔ باغات لگائے۔ گلیوں کو سچتہ کیا۔ رات کو روشنی کا انتظام کیا۔ پل اور تالاب بنائے اور دنیا کو حسین تعمیرات سے بھر دیا۔

اسلامی تعمیرات کے امتیازی اوصاف چمک، روشنی، صفائی، کشادگی،

حسین نقش و نگار، رنگین شجر کا باریک کام، سنگ مرمر کی جالیاں، بلند مینار
 چمکتے ہوئے گنبد، چمکتے ہوئے تالاب، سرسرا تے ہوئے چشمے، بہکتے ہوئے
 باغ، اور ناپختہ ہوئے فوارے ہیں۔ الحرام میں کالسی کے شیر، سونے کے مور
 اور ایسے فوارے بنے ہوئے تھے۔ جن سے پانی کے ساتھ ساتھ نہایت میٹھی تائیں
 نکلتی اور ساز بجتے تھے۔ المقتدر عباسی (۹۰۸ - ۹۳۲) کے محل میں ایک
 وسیع حوض تھا، جس کے وسط میں سونے کا درخت تھا۔ اس کی شاخیں سو
 سے زیادہ تھیں، اس کے پتے، پھل اور ٹھوڑے یا قوت و زبرد وغیرہ سے
 بنائے گئے تھے۔ شاخوں پر رنگ برنگ کے پرندے تھے۔ جو سونے، چاندی
 اور لعل و مرجان سے تیار کیے گئے تھے۔ جب ہوا چلتی تو یہ پرندے مختلف
 بولیاں بولتے اور گاتے تھے۔ تالاب کے دونوں جانب ایسے مصنوعی سوار
 تھے۔ جو خوبصورت لباس پہنے اور مرقع تلواریں ہاتھوں میں لیے یوں بڑھتے
 تھے جیسے وہ ایک دوسرے پر حملہ کر رہے ہوں۔ ان خلفاء کی شان و ہیبت
 کا یہ عالم تھا۔ کہ جب قسطنطین ہفتم (۹۱۲ - ۹۵۸) کا سفیر مقتدر عباسی (۹۰۸
 ۹۳۲) کے دربار میں پہنچا۔ تو اس نے محل کے باہر ایک لاکھ ساٹھ ہزار سوار
 اور پیادہ، سات ہزار خواجہ سرا، سات سو حاجب اور محل کے اندر اٹھتیس
 ہزار پردے اور بائیس ہزار قالین دیکھے۔ جب فوج کے ایک دستے نے پریڈ
 کی۔ تو اس کے ساتھ ایک سوشیر بھی مارچ کر رہے تھے۔ اس کا محل نو مربع میل
 میں پھیلا ہوا تھا۔ اور اس میں نو ہزار گھوڑوں کا ایک اصطبل بھی تھا۔

۱۵ تمدن عرب ص ۷۷

۱۶ الامون از شبلی ص ۸۹

عبد مامون (۸۱۳ - ۸۳۳) میں بغداد کی آبادی دس لاکھ تھی جس میں تیس ہزار مساجد، دس ہزار حمام ایک ہزار محل اور آٹھ سو ساٹھ اطباء تھے۔ نیز ایک دار الحکمت تھا۔ جس میں ایران، عراق، شام، مصر اور ہندوستان کے سینکڑوں حکما دنیا بھر کے علوم و فنون کو عربی میں منتقل کر رہے تھے۔ سڑکوں پر ہر روز گلاب اور کیوڑے کا عرق چھڑکا جاتا تھا۔ جب خلیفہ کی سواری سڑکوں پر نکلتی تھی۔ تو اس کے آگے پیچھے دس ہزار سوار ہوتے تھے۔ ان کے گھوڑے زیوروں سے آراستہ اور سب کا رنگ نیلگوں مانگ رہا ہوتا تھا۔ محلات میں چاندی اور سونے کے شمعدان، مُرُصع فانوس اور ان میں عنبری شمعیں ذات بھر نور و خوشبو کا عالم رچائے رکھتی تھیں۔ امرا میں سمورو سنجاب اور حریر و پرنیاں کا استعمال عام تھا۔ بغداد کے جامہ باف اس قدر باکمال تھے۔ کہ ایک لمبے مرتبہ امین (۸۰۹ - ۸۱۳) کی والدہ زبیدہ کو کپڑے کا ایک تھان پچاس ہزار دینار (بارہ لاکھ پچاس ہزار روپے) میں خریدنا پڑا۔ جب مامون کی شادی حسن بن سہل وزیر کی بیٹی بُوران سے ہوئی۔ تو حسن بن سہل نے ایک قالین سونے کے تاروں سے بنوایا۔ جس کی جھال میں قیمتی جواہر پیسے ہوئے تھے۔ جب مامون اس قالین پر بیٹھا۔ تو اس پر موتی نچھاور کیے گئے۔

دل ڈیوران لکھتا ہے۔ کہ دمشق میں سو حمام۔ سو فوارے۔ پونے چھ سو مساجد اور بے شمار باغات تھے۔ آبادی ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ تھی۔ شہر کا طول بارہ میل اور عرض تین میل تھا۔ یہاں ولید اول (۷۰۵ - ۷۱۵) نے ایک مسجد

تیار کرائی تھی۔ جس پر بارہ ہزار مزدور آٹھ سال تک کام کرتے رہے۔

(ایچ آف فیتھ ص ۲۳۱-۲۳۲)

رابرٹ بریفلٹ لکھتا ہے۔ کہ عربوں کے نفیس کتابی، سوتی، اونی اور ریشمی لباس، بغداد کے حریر و پرنیاں، دمشق مشجر، موصل کی ململ، غارہ کی جالی، غرناطہ کے اونی کپڑے، ایرانی تافتہ اور طرابلس کے شیفون نے یورپ کی نیم برہنہ آبادی کو اعلیٰ لباس کا شوقین بنا دیا۔ اس قسم کے مناظر اکثر دیکھنے میں آئے۔ کہ ایک بشارت گرجے میں عبادت کر رہا ہے اور اس کی عبا پر قرآنی آیات کاڑھی ہوئی ہیں۔ مرد تو رہے ایک طرف عورتیں بھی عزنی قمیص اور جبہ بڑے فخر سے پہنتی تھیں۔ سپین اور سبسی میں بے شمار کرگھے تھے۔ صرف ایشیلیہ میں سولہ ہزار تھے۔ قرطبہ میں ریشم باؤں کی تعداد ایک لاکھ تیس ہزار تھی۔ سبسی کے پایہ تخت میں تین ہزار سے زیادہ جامہ باف تھے۔ ان کی تیار کردہ عباؤں، قباؤں اور چادروں پر قرآنی آیات بھی ہوتی تھیں جنہیں عیسائی بادشاہ اور پادری فخر سے پہنتے تھے۔ سبسی میں عیسائی عورتیں نقاب اوڑھتی تھیں۔

عبدالرحمن سوم (۹۱۲ - ۹۶۱) کے زمانے میں قرطبہ کی آبادی پانچ لاکھ تک پہنچ گئی تھی۔ اس میں سات سو مساجد، تین سو حمام، ایک لاکھ تیرہ ہزار مکانات، اکیس مضافاتی بستیاں اور ستر لاکھ ریہاں تھیں۔ اس میں شیشہ سازی اور چمڑہ

۱۔ تشکیل انسانیت ص ۲۶۸

۲۔ ۲۶۹

۳۔

رنگنے کے کارخانے بھی تھے۔ ۹۳۶ھ میں عبدالرحمن سوم نے ایک شاندار محل کی بنا ڈالی۔ دور دراز ممالک سے سنگ پر مرمر سرخ نیز سنگ موسیٰ منگوایا اور دس ہزار مزدور پندرہ سو گدھوں کے ساتھ بیس سال تک کام کرتے رہے۔ الحجر اس سال میں تیار ہوا تھا۔ اور تاج محل میں ہزار مزدوروں نے بائیس برس میں بنایا تھا اور اس کا سالہ چھ کروڑ روپے میں خریدا گیا تھا۔

سہلی کا پایہ تخت پلڑے مو مسلمانوں کے عہد میں نہایت خوبصورت شہر تھا کشادہ بازار۔ پختہ سڑکیں۔ سیدھی گلیاں، جا بجا پارکیں اور فوارے۔ اندر پانچ ہنری ہستی تھیں۔ وہاں ایک بہت بڑا کارخانہ بھی تھا۔ جس میں جہاز، تلواریں نیزے۔ تیر۔ خنجر۔ زره۔ خود۔ ڈھالیں۔ منجھنق، بارود اور چنید دیگر چیزیں بنتی تھیں۔ عظیم شاہی محلات۔ چھ سو مساجد اور دیگر عبادات کی وجہ سے شہر دہن نظر آتا تھا۔ وہاں تانبے، پتیل، کاغذ، تیل اور عطر کے بھی بیسیوں کارخانے تھے۔ مسلمانوں نے سہلی میں نہریں کاٹیں۔ دور دور سے شفا کو۔ لیوں وغیرہ کے درخت منگا کر لگائے۔ کپاس اور نیشکر کو عام کیا۔ ریشم کو رواج دیا۔ تعمیرات میں سرخ و سفید پتھر کا استعمال کیا۔ نوکدار محرابوں، آرائشی طاقچوں، جالیوں اور میناروں کو مقبول بنایا۔ محلات و مساجد پر خط طغرائی میں آیات نویسی کا سلسلہ شروع کیا۔ جا بجا درگاہیں اور کتب خانے قائم کیے۔ ایک سو تیرہ بندر گاہیں بنائیں اور وہاں کے لوگ سماری تہذیب سے اس قدر متاثر ہوئے۔ کہ ان کا لباس تمدن، نظام تعلیم اور رہن سہن سب کچھ اسلامی سانچے میں ڈھل گیا۔

پوپ اور قیصر ہمارے باجگزار تھے

اُس دور میں عیسائیوں کے طاقتور حکمران دو ہی تھے۔

روم میں پوپ اور قسطنطنیہ میں قیصر۔ ۱۲۵۹ھ میں مسلمان اٹلی پر حملہ آور ہوئے۔

اور ۸۷۲ء میں روم تک جا پہنچے۔ اُس وقت پوپ جان ہشتم (۸۷۲-۸۸۲ء) مسندِ پاپائیت پہ فائز تھا۔ اُس نے ہتھیار ڈال دیئے۔ جزیرہ دینا منظور کر لیا۔ اور مسلمان واپس آ گئے۔^۱

اسی طرح قیصر بھی ۸۷۶ء سے ہمارا ابا بگزار تھا۔ لیکن جب قیصر ناسیفرس اول (۸۰۲-۸۱۱ء) مسند نشین ہوا۔ تو اُس نے ہارون الرشید (۷۸۶-۸۰۹ء) کو لکھا۔ کہ میں آئندہ خراج ادا نہیں کروں گا۔ ہارون الرشید نے اس کا وہ جواب دیا۔ کہ یورپ کے مورخین آج تک نعل در آتش ہیں۔ لکھا :
”امیر المومنین ہارون الرشید کی طرف سے
رُومی کہتے کے نام

اے فاحشہ ماں کے بچے ! میں نے تمہارا خط پڑھا۔ اس کا جواب تو عنقریب اپنی آنکھوں سے دیکھے گا۔“
چند روز بعد قیصر یہ حملہ کیا۔ اور اُسے سخت شکست دے کر دوبارہ باجگزاری پر مجبور کر دیا۔ تاریخ بتاتی ہے۔ کہ مائیکل ہفتم (۱۰۶۷-۱۰۷۸ء) سلجوقی بادشاہوں کو خراج دیتا تھا۔

الغرض دنیا کی قیادت و سیادت ہزار برس تک ہمارے پاس رہی۔
سیاہ و سفید کے مالک ہم تھے۔ خشک و تر پہ ہمارا سکہ چلتا تھا۔ کوئی گردن کش ہم سے سرتابی کی جرات نہیں کر سکتا تھا۔ دنیا ہماری تہذیب۔ ہمارے تمدن اور ہمارے علوم و فنون پہ جان دیتی تھی۔ ملک کے ملک ہمارا مذہب قبول کر

۱۔ تہذیب عرب ص ۲۷۵

۲۔ معرکہ مذہب و مائیکل ص ۱۲۳

۳۔ ایچ آف فیث ص ۳۷۸



ہو گیا جب ارسلان کے سامنے پیش ہوا۔ تو اُس نے پوچھا "اگر میں گرفتار ہو کر تمہارے سامنے پیش ہوتا۔ تو تم مجھ سے کیا سلوک کرتے؟" کہا۔ میں کوڑوں سے تمہاری کھال کھینچ لیتا۔ فرمایا: مسلم اور عیسائی میں یہی فرق ہے۔ اس کے بعد قیصر کی خدمت میں بیش بہا تحائف پیش کیے۔ اُسے اس کی سلطنت واپس دے دی۔ اور بڑے شان و احترام سے رخصت کیا۔

رچرڈ شیرڈل (۱۱۸۹-۱۱۹۹) فلسطین میں صلاح الدین ایوبی **بلند اخلاقی** (۱۱۶۹-۱۱۹۳) کے خلاف لڑ رہا تھا۔ ایک مرتبہ وہ بیمار ہو گیا۔ تو ایام علالت میں صلاح الدین اُسے کھانا۔ پھل اور مفرحات بھیجتا رہا۔ جرمنی کا شہنشاہ فریڈرک دوم (۱۲۱۲-۱۲۵۰) عربی کا عالم اور اسلامی تہذیب کا ازبس گرویدہ تھا۔ جب پوپ نے اسے صلیبی جنگوں میں شمولیت پر مجبور کیا۔ اور وہ فلسطین میں پہنچا۔ تو مصر و شام کے بادشاہ محمد الکامل (۱۱۹۹-۱۲۱۳) نے آگے بڑھ کر اُس کا استقبال کیا۔ اور بڑی خاطر و مدارات کی۔ عموماً یہ دونوں مسجدِ عمر میں بیٹھ کر علمی مسائل پر گفتگو کیا کرتے تھے۔ انہی ملاقاتوں میں ایک بار فریڈرک نے کہا تھا :-

”سلطان کتنا خوش قسمت ہے۔ جس کا کوئی پوپ نہیں“

جب فریڈرک نے واپسی کی تیاری کی۔ تو سلطان نے اسے نہایت قیمتی تحائف دیئے۔ جن میں ایک کلاک بھی شامل تھا۔ یہ آسمان کی طرح گنبد نما تھا۔ اس میں ایک چاند اور ایک سورج بنا ہوا تھا۔ یہ آسمانی چاند سورج کی حرکت

کے عین مطابق گھومتے تھے۔ جب آسمان کا سورج ڈوبتا۔ تو کلاک کا آفتاب بھی چھپ جاتا تھا۔ اور صبح کے وقت سورج کے ساتھ نکل آتا تھا۔ پُر لطف بات یہ کہ سرما ہویا گرما۔ ان دونوں آفتابوں کی حرکت میں سرِ مو فرق نہیں آتا تھا۔

گورنڈرک نے سسلی سے تمام باقی ماندہ مسلمانوں کو نکال دیا تھا۔ لیکن جب اس کی وفات ہوئی۔ تو تمام دنیائے اسلام نے اس کا ماتم کیا۔ موسیٰٰ لبیان لکھتے ہیں :

عربوں نے چند صدیوں میں اندلس کو مالی اور علمی لحاظ سے یورپ کا سرتاج بنا دیا۔ یہ انقلاب صرف علمی و اقتصادی نہ تھا۔ اخلاقی بھی تھا۔ انہوں نے نصارے کو انسانی خصائل سکھائے۔ ان کا سلوک یہود و نصارے کے ساتھ وہی تھا۔ جو مسلمانوں کے ساتھ۔ انہیں سلطنت کا ہر عہدہ مل سکتا تھا۔ مذہبی مجالس کی کھلی اجازت تھی ان کے زمانے میں لاتعداد گرجوں کی تعمیر اس امر کی مزید شہادت ہے۔ جب ۱۱۹۳ء میں والی قرطبہ (ابو یوسف یعقوب بن المنصور) نے موحدین افریقہ (۱۱۸۴ - ۱۱۹۹ء) نے طلیطلہ کا محاصرہ کیا۔ جو اس وقت ایک عیسائی شہزادی بیرن ڈیر کے قبضے میں تھا۔ تو شہزادی نے ابو یوسف کو پیغام بھیجا کہ عورتوں پر حملہ کرنا بہادروں کا شیوہ نہیں۔ اُس نے جواب دیا کہ شہزادی پر میرا سلام ہو۔ اور

مسلمانوں کو عیسائی اور یہودی لڑکیوں سے نکاح کرنے کی مذہباً اجازت ہے لیکن انہیں لڑکیاں دینے کی اجازت نہیں۔ اس مذہبی رکاوٹ کے باوجود اشبیلیہ کے بادشاہ ابو القاسم محمد ثانی (۱۰۶۸ - ۱۰۹۱) نے اپنی بیٹی زابدہ لیوں کے فرماؤ پر الفونسو ششم (۱۰۶۵ - ۱۱۰۹) کے نکاح میں دی اور الفونسو پنجم (۹۹۹ - ۱۰۲۸) نے اپنی بہن کی شادی طلیطلہ کے بادشاہ محمد سے کی۔ اسی طرح ایک عیسائی سردار برموڈ کی لڑکی ٹریسیہ نامی سرقسطہ کے فرماں روا المنصور (۱۰۱۹ - ۱۰۲۳) کے نکاح میں تھی۔

تو یہ تھا وہ سلوک جس سے متاثر ہو کر صرف غناطہ میں انیس لاکھ سے زیادہ عیسائیوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ ہم نے اُس ملک پر نہایت عادلانہ و عاقلانہ حکومت کی، ملک کو آباد کیا۔ ہزاروں درسگاہیں قائم کیں۔

۱۵ تشکیل انجمنیت ۲۷۲

124 12 12 12

۱۰۳۱ طلیطلہ کے بادشاہوں میں اس کا نام کا کوئی بادشاہ نہیں تھا۔ غالباً اس سے مراد اشبیلیہ کا بادشاہ ابو القاسم محمد اول ہے۔ جس نے ۱۰۲۳ء سے ۱۰۴۲ء تک حکومت کی۔

بہرین نکالیں، سینکڑوں کارخانے لگائے۔ اور ساری آبادی کو بہال و آسودہ حال کر دیا۔ دل ڈیوران کہتا ہے:-

”اندلس پر عربوں کی حکومت اس قدر عادلانہ، عاقلانہ اور مشفقانہ تھی کہ اُس کی مثال اس کی تاریخ میں موجود نہیں۔ اُن کا نظم و نسق اُس دور میں بے مثال تھا۔ اُن کے قوانین سے معقولیت انسانیت ٹپکتی تھی۔ اور ان کے حج نہایت قابل تھے۔ عیسائیوں کے معاملات ان کے اپنے ہم مذہب حکام کے سپرد تھے۔ جو عیسوی قانون کے مطابق فیصلے کرتے تھے۔ پولیس کا انتظام اعلیٰ تھا۔ بازار میں وزن اور ماپ کی کڑی نگرانی کی جاتی تھی۔ رومہ کے مقابلے میں ٹیکس کم تھا۔ کسانوں کے لیے عربوں کی حکومت ایک نعمت ثابت ہوئی۔ کہ انہوں نے بڑے بڑے زمینداروں کی زمینیں مزارعین میں تقسیم کر دی تھیں۔“

اسلامی اثرات یورپ میں

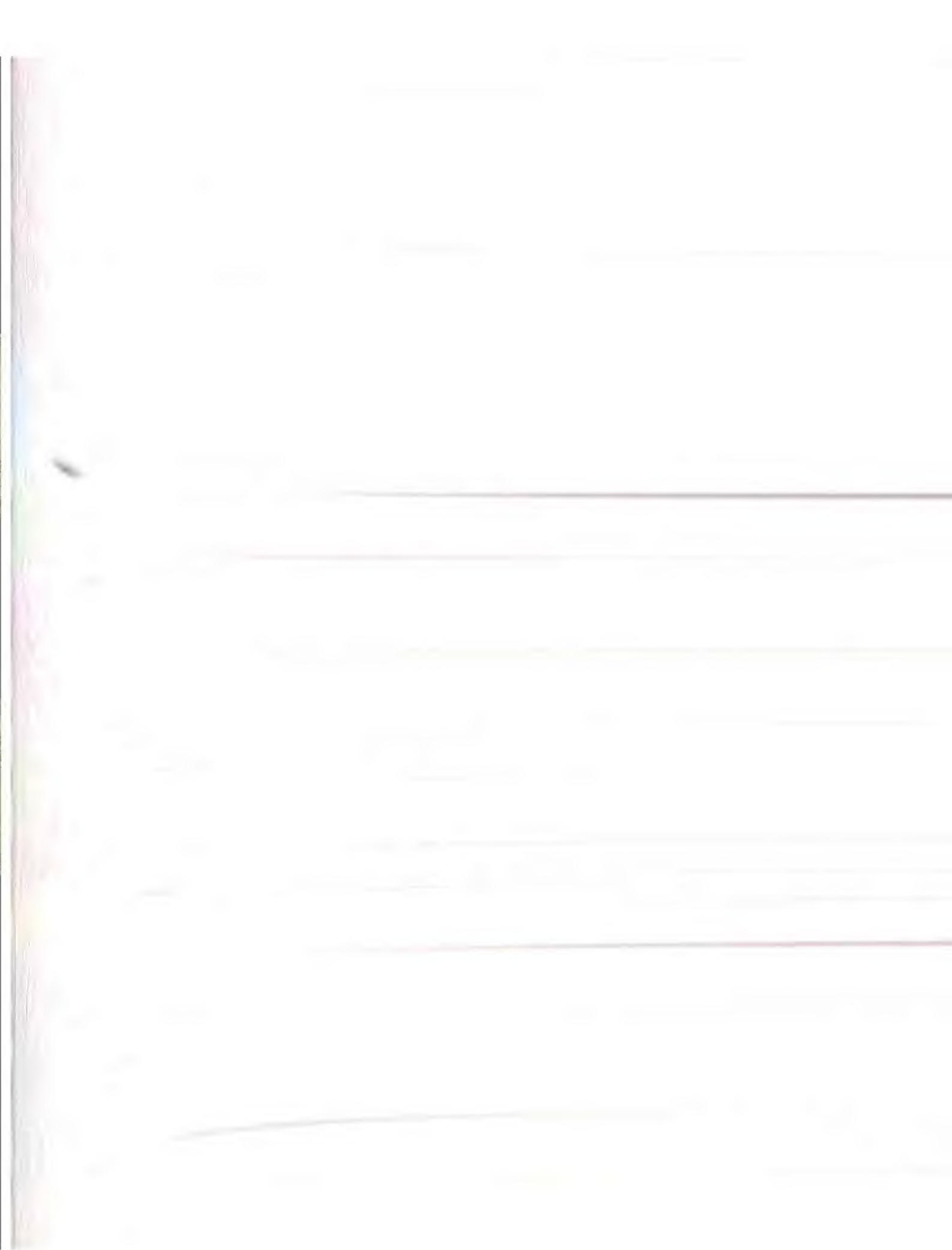
آدمی آدمی سے ملے تو کچھ سیکھتا اور کچھ سکھاتا ہے۔ ہم سپین میں آٹھ سو جنوبی فرانس میں دو سو سبیل میں دو سو ترسٹھ اور جنوبی اٹلی میں ڈیڑھ سو برس تک حاکم رہے۔

حکوم پر حاکم کا اثر اتنا شدید ہوتا ہے۔ کہ تہذیب و تمدن تو رہے ایک

طرف، بعض اوقات اُس کا مذہب تک بدل جاتا ہے۔ ہندوستان پر انگریزوں نے صرف ڈیڑھ سو برس حکومت کی۔ اور پچاس کروڑ انسانوں کا تمدن، لباس، طرزِ حیات اور نقطہ نگاہ تک بدل گئے۔ اس معاملے میں مسلمانوں کا جواب نہیں۔ یہ مشرقی و وسطی افریقہ، بحر الکاہلی جزائر، ملایا اور چین میں تجارت کی غرض سے گئے تھے اور وہاں کا نقشہ بول آئے۔ یہاں تک کہ چین کے مشہور ہیئت دان کو شوچنگ نے ۱۲۸ء میں علی ابن یونس مصری (۱۰۰۹ء) کی کتاب البیہت کو چینی زبان میں منتقل کیا۔

(تمدنِ عرب ص ۵۱۲)

یہ انڈونیشیا کے ساڑھے سات کروڑ ملایا کے نوے لاکھ چین کے پانچ کروڑ اور مشرقی و وسطی افریقہ کے آٹھ کروڑ مسلمان اُن تاجروں کی یاد دلاتے ہیں۔ سچہ آج سے تیرہ سو سال پہلے ان علاقوں میں بغرض تجارت گئے تھے۔ کتبہ ہی ایسی مٹیاں ہیں۔ جہاں عیسائی اور مسلمان صدیوں ملتے رہے۔ مثلاً مصر۔ تونس۔ کرٹہ قبرص، جزائر یونان و اندلس۔ شام۔ انطاکیہ۔ آرمینیا۔ عراق وغیرہ۔ موسیو لیبیاں لکھتے ہیں کہ عرب تاجر دریائے والگا کے راستے فن لینڈ تک جلتے تھے۔ نیز بحیرہ بالٹک کے جزائر مثلاً گارٹ لینڈ (Gotland) بارن ہوم (Bornholm) اور آلفینڈ (Åland) سے ہو کر سوئیڈن، ڈنمارک اور پرشیا کو نکل جاتے تھے۔ ارا، زائر سے کئی سو عرب سکتے ملے ہیں۔ اور یہ اس امر کی واضح شہادت ہے کہ عرب وہاں تجارت کرے گئے تھے۔ یہ سکتے پولینڈ میں بھی دستیاب ہوئے ہیں۔



کے شعرا نے بھی رجز خوانی شروع کر دی۔ اور لطف یہ کہ سحر، رلیف و قافیہ کے علاوہ تشریحات و استعارات تک عربوں سے لے لیے۔ وہی اُونٹ، آہو ریت اور خار مزیلاں کا تذکرہ وصل و فراق کے قصے اور حسب و نسب پر ناز۔ عربی ساز مثلاً بنسی، عود، رباب، طنبورہ اور گٹار بھی یورپ میں جا پہنچے۔ یوں عربوں کی شائستگی کا نور آہستہ آہستہ یورپ میں پھیلتا گیا۔ یہاں تک کہ وہ جاہل اور وحشی لوگ ذہنی مشاغل میں حصّہ لینے لگے۔ اُن کے لباس چمک اٹھے، اور وہ دنیا کی مہذب ترین قوم بن گئے۔

مسلمانوں کا شوقِ علم

یوں تو آغازِ اسلام میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا شاعرِ رسالت حضرت حسان بن ثابت اور امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب کے دیوان حضرت عبداللہ بن عباس کی تفسیر، حضرت کعب بن زہیر کا قصیدہ (بائتِ سعاد) حضرت علیؑ کے خطبات و خطوط کا مجموعہ (نیج البلاغۃ) حضرت ابوبکر صدیقؓ کا مجموعہ احادیث، ابنِ العرّام کا جغرافیہ عرب (اس کی ایک نقل پروفیسر عبدالعزیز میمن، علی گڑھ یونیورسٹی حال کراچی کے پاس موجود ہے) درقہ بن نوفل کا ترجمہ تورات و انجیل اور درجنوں شعرا کا کلام اس پر شاہد ہیں لیکن جب ہمارے سلاطین و خلفا جہاں گیری سے فارغ ہوئے۔ تو انہوں نے علوم و فنون کی طرف خاص توجہ دی۔ دارالکتب قائم ہوئے۔ تصنیف و ترجمہ

کے ادارے بنے۔ اور دنیا بھر سے علما اور کتابیں پایہ تخت میں آنے لگیں۔ یہ کام دورِ اُمیہ میں شروع ہوا تھا۔

یزید اول (۶۸۰ء) کے بیٹے خالد نے ایک دارالترجمہ قائم کیا تھا۔ جس میں ایک پادری آہرن نامی نگرانی پر مامور تھا۔ خود خالد بھی مصنف تھا۔ ابن النذیم نے الفہرست (ص ۴۹۷) میں اس کی چار کتابوں کے نام دیئے ہیں۔

۱۔ کتاب الحرات

۲۔ کتاب الصحیفۃ الکبیر

۳۔ کتاب الصحیفۃ الصغیر

۴۔ وصیئۃ الی ابنہ فی الصنۃ

امیر معاویہ (۶۶۱ - ۶۸۰ء) کی خواہش پر ایک عیسائی عالم ابن آثال نے طب کی کچھ کتابیں عربی میں ترجمہ کیں۔ مروان بن حکم (۶۸۲ - ۶۸۵ء) کے حکم سے ماسرجیس یہودی نے آہرن کی قرابادین کو عربی میں منتقل کیا۔ ہشام بن عبد الملک (۶۲۴ - ۶۴۳ء) کے میرمنشی سالم نے ارسطو کے بعض رسائل کا ترجمہ کیا۔ اسی خلیفہ نے فارسی کا ایک شاہ نامہ بھی عربی میں منتقل کرایا تھا۔ عباسی خلفائے دنیا کے ہر حصے میں اپنے آدمی بھیجے جو کتابوں کے انبار

لے کر واپس آئے۔ جہاں بھر کے حکماء و علماء دربارِ خلافت میں طلب ہوئے۔

اور تصنیف و ترجمہ پر مامور ہوئے۔ ان لوگوں نے تھیلز (پ ۶۴۰ ق م) سے لے کر بطلیموس (۱۵۱ء میں زندہ) تک کی تصانیف عربی میں منتقل کر ڈالیں، جالینوس و ارسطو کی شرحیں لکھیں۔ یونانیوں کی غلطیاں نکالیں، بطلیموس کے بعض مشاہدات پر تنقید کی۔ اور نہایت محنت سے ستاروں کے مقام و حرکت کی فہرستیں بنائیں۔ خسوف و کسوف کے اسباب بتائے۔ زمین کی جسامت معلوم

کی کئی قسم کے اصطلاح بنائے۔ علماء کے ساتھ بعض وزراء، امرا اور سلاطین بھی کتب خانوں اور رصد گاہوں میں جا بیٹھے۔ حکمت یونان کو جسے دنیا بھول چکا، نئی، پھر زندہ کیا۔ قرطبہ سے سمرقند تک ہزاروں درس گاہیں قائم کیں۔ طلبہ کی کثرت کا یہ عالم تھا کہ بقول شیخ طبری "جغرافیہ دانوں، مؤرخوں، منجموں، فقیہوں، محدثوں، طبیبوں اور حکیموں کے ہجوم سے سڑکوں پر چلنا مشکل تھا۔"

سلاطین کی علم نوازی | علم و ادب کی تخلیق کوئی آسان کام نہیں۔ اس کے لیے برسوں کا مطالعہ، دیدہ ریزی، ایثار اور کسوٹی چاہیے۔ جب تک ادیب فکر معاش سے آزاد نہ ہو۔ وہ لکھ نہیں سکتا۔ تخلیق ادب کے لیے یا تو حکومت کی سرپرستی چاہیے۔ اور یا امرا و طاہرین کی طرف سے حوصلہ افزائی۔ یورپ میں ایک آدمی صرف ایک کتاب لکھ کر فکر نہیں ہے ہمیشہ کے لیے آزاد ہو جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ انگلستان کی مشہور شخصیت ملر چپل (۱۹۶۲ء) میں زندہ۔ عمر ۸۶ برس) کی کتاب "دوسری جنگ عالمگیر کی تاریخ" کو ایک پبلشر نے ایک پونڈ فی لفظ کے حساب سے خریدا تھا۔ لیکن ایشیا میں یہ صورت نہیں۔ یہاں ادیب کو روزی کا بھی دھند اکرنا پڑتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ کہ احمد شاہ بخاری (۱۹۵۸ء) جیسا فاضل اجل صرف ایک مجموعہ "میں (مضامین پطرس) لکھ سکا۔ سنا ہے کہ ایک یادو انگریزی کتابوں کا بھی ترجمہ کیا تھا۔ لیکن کہیں دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ اور ڈاکٹر محمد دین تاثیر (۱۹۵۱-۱۹۰۲ء) کو کشاکش روزگار نے لکھنے کی فرصت ہی نہ دی۔ اُن کی صرف چند نظمیں کتابی صورت میں نکلیں۔ اور وہ بھی بعد از مرگ۔ اس وقت پاکستان میں لاتعداد اہلِ تلم موجود ہیں۔ لیکن حکومت کی سرپرستی سے محروم۔ نتیجہ یہ کہ اُن میں

سے کوئی فلمی گیت لکھ رہا ہے۔ کوئی کلر کی کر رہا ہے۔ اور کوئی ادارہ گردی۔
 آج سے ہزار سال پہلے صورتِ حالات مختلف تھی۔ اس دور کے سلاطین اہل علم
 کا شکار کھیلتے تھے اور جس طرح بھی بن پڑتا، انہیں اپنے ہاں بلا لیتے تھے۔
 جب سلطان محمود غزنوی کو معلوم ہوا کہ خوارزم شاہی دربار میں البیرونی
 اور ابن سینا (۱۰۳۷ء) جیسے فضلا موجود ہیں۔ تو اس نے خاص قاصد بھیج کر انہیں
 طلب کیا۔ اور ساتھ ہی شاہ خوارزم کو دھمکی دی کہ اگر انہیں نہ بھیجا تو سلطنت
 کی اینٹ سے اینٹ بجا دی جائے گی۔ محمود غزنوی کے دربار میں چار سو
 علما و شعرا تھے۔ یہی حال سلجوقیوں، عباسیوں، سامانیوں، خوارزمیوں اور
 ولیمیوں کا تھا۔ پروفیسر براؤن (تاریخ ادب فارسی کا مصنف) محمود کے متعلق
 لکھتا ہے۔ کہ وہ اہل علم کو اغوا کیا کرتا تھا۔ ہمارے تذکرے ایسے علماء کے
 ذکر سے لبریز ہیں جو سلاطین و اُمراء سے فتائد و تصانیف پہ بے اندازہ انعام
 پاتے تھے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں :-

۱۔ جبریل بن سُجّتِ یثوع۔ ہارون الرشید کا طبیب خاص اور چند کتابوں
 کا مصنف تھا۔ اس کی سالانہ آمدنی یہ تھی۔

- | | |
|--|-------------------------------|
| ۱۔ سرکاری مشاہرہ | ایک لاکھ بیس ہزار درہم سالانہ |
| ۲۔ یحییٰ بن خالد (۸۰۵ء) وزیر ہارون سے۔ | چھ لاکھ |
| ۳۔ جاثداد سے آمدنی | پندرہ لاکھ |
| ۴۔ عطیات | ایک لاکھ |
| ۵۔ جعفر بن یحییٰ (۸۰۳ء) سے | بارہ لاکھ |

۱۔ تاریخ الحکما۔ القفطی۔ باب الحیم

۶۔ فضل بن یحییٰ (۸۰۸ء) سے چھ لاکھ
۷۔ دیگر اُمراء سے دو لاکھ

میزان : تینتالیس لاکھ بیس ہزار

- ۲۔ ہارون نے ایک شاعر مردان بن ابی حفصہ کو صرف ایک نظم سن کر پانچ ہزار دینار (پچیس ہزار ڈالر) عطا کیے تھے۔
- ۳۔ ایک روز نصر بن شہیل (۸۱۹ء) جو مشہور موجدِ عروص خلیل بصری کا شاگرد تھا، مامون کو سلام کرنے آیا۔ اور دورانِ گفتگو میں ایک ایسا ادبی چٹکل پیش کیا۔ کہ مامون پھڑک اٹھا اور اُسے پچاس ہزار درم بطورِ انعام دیئے۔
- ۴۔ اسی طرح ایک مرتبہ مامون ایک ادیب، کلثوم عتابی، کے چند جملوں سے اس قدر محظوظ ہوا۔ کہ اُسے ایک ہزار دینار عنایت کیے۔
- ۵۔ ایک مرتبہ مامون نے قیصرِ روم کو لکھا۔ کہ وہاں کے ایک حکیم یونانی کو دربارِ خلافت میں بھیج دیجئے۔ اس کے عوض چالیس من سونا دیا۔ نیز دائمی صلح کا وعدہ کیا۔
- ۶۔ مامون علمائے دارالحکمت کی تصانیف کو سونے میں تولتا۔ اور یہ سونا مصنف کو دے دیتا تھا۔

۱۔ المامون - شہیل ص ۱۲۲

۲۔ " " ص ۱۲۸

۳۔ " " ص ۱۱۸

۴۔ " " ص ۱۱۵

- ۷۔ ماموں کے سامنے ایک شاعر محمد بن دُہیب نے ایک قصیدہ پڑھا اور ہر شعر پر ایک ہزار دینار انعام پایا۔
- ۸۔ جب ماموں نے اپنے والد ہارون سے محل کی ایک خاص کنیز طلب کی۔ تو ہارون نے کہا۔ کہ قیمت ادا کرو۔ پوچھا کتنی؟ فرمایا۔ کہ ایک نظم لکھ کے لاؤ۔
- ۹۔ ایک دفعہ خلیفہ ہشام (۷۴۲ - ۷۴۳ء) کو ایک قصیدہ کی ضرورت محسوس ہوئی۔ بڑی تلاش کی۔ لیکن نہ ملا۔ آخر حماد الراوی نے اسے سنایا۔ جس پر ہشام نے اسے دو کنیزیں اور پچاس ہزار دینار صلہ دیا۔
- خلفاء ملوک کی بھی وہ قدر افزائی تھی۔ کہ اُس دور کے ایک ایک عالم نے کئی کئی سوکتا ہیں لکھیں۔ ان علما کے شوق و ذوق کا یہ عالم تھا کہ حنین بن اسحاق (۸۷۷ء) نے جالینوس (۲۰۰ء) کی ایک کتاب تلاش کرنے کے لیے بغداد سے شام۔ فلسطین اور اسکندریہ تک پیدل سفر کیا۔ اور واپسی پر اُسے دمشق میں اس کتاب کا صرف ایک مقالہ ملا۔
- ہمارے اسلاف کی بھی وہ محنت، تلاش اور ہمت تھی۔ جس نے ایشیا و یورپ ہر دو کو علوم و فنون سے بھر دیا۔ اور کائنات ارضی کے در و دیوار نورِ علم سے چمک اٹھے۔

۱۔ الامون ص ۱۳۷

۲۔ ایچ آف فیث ص ۱۹۸

۳۔ الامون ص ۱۱۵

۔ عربوں کی درس گاہیں

دنیا نے اسلام میں ہزار ہا مساجد تھیں اور ہر مسجد سے درس گاہ کا کام لیا جاتا تھا۔ ان مساجد کے علاوہ ہر بڑے شہر میں بڑے بڑے دارالعلوم موجود تھے۔ مثلاً بغداد میں نظامیہ اور تیس دیگر کالج شیراز میں عصندیہ وغیرہ۔ جن میں ہزار ہا طلبہ بیک وقت تعلیم پاتے تھے۔ جب سعدی (۱۲۹۱ء) نظامیہ میں داخل ہوا۔ تو اس وقت وہاں سات ہزار طلبہ زیر تعلیم تھے۔ اور مزید تین ہزار کی ابھی گنجائش تھی۔ مرزا حیرت دہلوی اپنی کتاب (حالات سعدی ص ۶) میں لکھتے ہیں کہ دارالعلوم نظامیہ پورا ایک شہر تھا۔ لا تعداد کمرے اور ایک وسیع ہال جس میں دس ہزار انسان سما سکتے تھے۔ کالج میں قرآن، حدیث، فقہ، فلسفہ، ریاضی، ہیئت اور دیگر علوم کی تدریس کا پورا انتظام تھا۔ ایک شعبہ اجنبی زبانوں کا تھا۔ جہاں یونانی، عبرانی، لاطینی، سنسکرت اور فارسی پڑھائی جاتی تھی۔ تیراندازی، تیغ بازی اور گھڑ سواری کی بھی مشق کرائی جاتی تھی۔ جب گیارہویں صدی میں اٹلی کا ایک پادری پیٹر نامی حصولِ علم کے لیے سپین گیا۔ تو اس نے قرطبہ، غرناطہ میں ہر خطے کے طلبہ دیکھے۔ جن میں چند ایک انگریز بھی تھے۔ اساتذہ کا سلوک بیرونی ممالک کے طلبہ سے بڑا ہی فیاضانہ اور مشفقانہ تھا۔ خلیفہ کے محل میں ایک بہت بڑا کتب خانہ تھا۔ جس میں کتب کی تعداد چار لاکھ تھی۔ وہاں کتابوں، جلد سازوں اور نقاشوں کا بھی ایک بہت

بڑا گروہ تھا۔ جن کا نام کتابوں کو نقل کرنا اور جلد باندھنا تھا۔ خلیفہ کے درجنوں قاصد دنیا بھر سے کتابیں جمع کرنے پہ مامور تھے۔

قرطبہ کا ایک پادری الوارو لکھتا ہے کہ تمام تعلیم یافتہ عیسائی نوجوان عربی مدارس کے تعلیم یافتہ ہیں۔ یہ عربی زبان و ادب سے آشنا ہیں۔ عربوں کی کتابیں ذوق و شوق سے پڑھتے ہیں۔ مطالعہ کے لیے عربوں کے کتب خانوں میں جاتے ہیں۔ اور شب و روز عربی ادب کے گن گاتے رہتے ہیں۔ جب آری نکت (فرائس) کا ایک معلم جبرٹ نامی (۱۰۱۰) سپین سے ریاضی و ہیئت سیکھ کر واپس گیا۔ تو اس کے رفقا و طلبا اس کی معلومات سن کر حیرت زدہ ہو گئے۔

جامعہ قرطبہ عربوں کی قدیم ترین یونیورسٹی تھی۔ جس کی بنیاد عبدالرحمان سوم (۹۱۲ - ۹۶۱) نے ڈالی تھی۔ اس میں یورپ، افریقہ اور ایشیا تک سے طلبہ آتے تھے۔ اس کی لائبریری میں چھ لاکھ کتابیں تھیں۔ اس کی فہرست چوالیس جلدوں میں تیار ہوئی تھی۔ جب مسلمانوں کو سپین سے نکال دیا گیا اور ان کی کتابیں جلادی گئیں تو سپین کے بادشاہ فلپ دوم (۱۵۵۶ - ۱۵۹۸) کو لائبریری بنانے کا خیال آیا۔ پوری تلاش کے بعد اسے صرف اٹھارہ سو کتابیں ملیں۔ جن میں اسلامی کتب صرف نو سو تھیں۔ اسی لائبریری کا نام اسکوریل لائبریری ہے۔ جو میڈرڈ میں قائم ہوئی تھی۔

۱۵۔ تشکیل انسانیت ص ۲۵۴

۱۶۔ ولادت ۹۲ھ۔ پہلے اٹلی اور پھر فرائس میں معلم رہا۔ ۹۹۱ھ میں بشپ اور ۹۹۹ھ میں

بلوسٹر دوم کے لقب سے پوپ بنا۔

۱۷۔ یہ تعداد صحیح ہے۔ کیونکہ اس کتب خانے کی فہرست اسکوریل لائبریری میں موجود ہے۔

کلونی (فرانس) کا پسٹر انسٹیٹیوٹ (۱۲۸۰) لکھتا ہے۔
 "میں نے قیام ہسپانیہ کے دوران میں دیکھا۔ کہ فرانس۔ جرمن
 اور برطانیہ کے طلبہ جوق در جوق عربوں کے علمی مراکز میں
 جمع ہو رہے ہیں۔"

عربوں نے ایک درس گاہ طلبہ میں بھی قائم کی تھی۔ جہاں یورپ کے
 ہر حصے سے طلبہ آتے تھے۔ اس کالج سے بڑے بڑے اہل قلم نکلے۔ مثلاً
 رابرٹ (۱۱۴۰) جس نے قرآن اور خوارزمی (۸۴۴) کے الجبرا کو لاطینی میں
 منتقل کیا۔ مائیکل سکاٹ، فریڈرک ثانی کا درباری، ڈنیل مارے، مائیکل
 سکاٹ کا دوست اور ایڈل ہارڈ۔ یہ تینوں انگلستان کے رہنے والے ہیں۔
 سین کے علاوہ عربوں نے ماؤنٹ پلیٹر (فرانس) پڑھا اور پشیا۔
 (دونوں اٹلی کے شہر) میں بھی درس گاہیں قائم کی تھیں۔ جہاں ابو علی سینا (۱۰۳۷)
 اور ابوالقاسم بن عباس اندلسی (۱۱۰۷) کی کتابیں پڑھائی جاتی تھیں، ان
 ہی مدارس سے اٹلی کے دو مشہور سرجن فیلوپپس (۱۵۶۲) اور ویسالیوس
 ایک طبیب کارڈن نامی (۱۵۷۶ - اٹلی) اور شہرہ آفاق منجم گلیلیو (۱۶۴۲)

۱۔ تشکیل انسانیت ص ۲۵۵

۲۔ میراث اسلام۔ آرنلڈ ص ۲۵۵

۳۔ سکاٹ لینڈ کا رہنے والا ہے۔ پیدائش ۱۲۰۰ء۔ ۱۲۱۷ء میں طلبہ کے دارالعلوم میں داخل
 ہوا۔ سات برس بعد روم میں پہنچا۔ ۱۲۳۶ء تک سسلی میں رہا۔ اور ارسطو، ابن رشد
 نیز ہیت اور اخلاق کی بعض عربی کتابیں لاطینی میں منتقل کیں۔

۴۔ بارہویں صدی کا برطانوی عالم۔ جس نے عربی میں کمال حاصل کرنے کیلئے شام کا سفر کیا تھا
 ۵۔ تشکیل انسانیت ص ۲۶۲

عربوں کے کتب خانے

صفحات گزشتہ میں ضمنی بات آچکی ہے۔ کہ قرطبہ میں خلفائے اموی نے ستر ہزار کتب قائم کئے تھے۔ ان میں سے ایک اتنا بڑا تھا۔ کہ اس کی فہرست چوالیس جلدوں میں تیار ہوتی تھی۔ اور اس میں چھ لاکھ کتابیں تھیں۔ طرابلس کی لائبریری کا بھی ذکر آچکا ہے۔ جس میں تیس لاکھ کتابیں تھیں۔ وہ زمانہ ہی ایسا تھا کہ کتابوں کا شوق حد جنوں تک پہنچا ہوا تھا۔ اور ہر لکھا پڑھا آدمی کتابوں کو نشانِ تہذیب سمجھ کر جمع کیا کرتا تھا۔ ہر مکتب و مسجد کے ساتھ لائبریری ہوتی تھی۔ علماء و وزراء، امرا اور سلاطین کے ذاتی و سرکاری کتب خانے ان کے علاوہ تھے۔ مورخ کا علم و مشاہدہ محدود ہوتا ہے۔ لاہور کے مورخ کو کیا خبر کہ لاہور میں کس کے پاس کتنی کتابیں ہیں، ہمارے مورخین نے بعض کتب خانوں کا حال لکھا ہے۔ لیکن ظاہر ہے۔ کہ یہ فہرست مکمل نہیں ہو سکتی۔ بہر حال جو حالات ہم تک پہنچے ہیں۔ وہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ ابن ندیم (۹۸۸ء میں زندہ) لکھتا ہے۔ کہ میں نے بغداد میں محمد بن حسین المعروف بہ ابن ابی بعرہ کا کتب خانہ دیکھا، اس میں شعرائے عرب کے قصائد، کتب حکایات، امام حسن و حسین اور امیر المؤمنین حضرت علیؑ کی تحریرات و دستاویزات و معابدات نیز ابو عمرو و الشیبانی اور ابو عمرو بن العلاء (۲۳۷ء) کی تصانیف تھیں۔ ابن خلیکانؒ کی روایت ہے۔ کہ ابن العلاء نے عربی اشعار

اور خطبات کے اس قدر مجموعے جمع کیے تھے۔ کہ اُن کا مکان چھت تک بھر گیا تھا۔

- ۲۔ مشہور محدث ابن شہاب الزہری (۱۲۲ھ) کی کتابیں اس قدر تھیں کہ جب وہ ایک کتب خانے میں منتقل کی گئیں تو کئی خراور نچرا استعمال ہوئے۔
- ۳۔ سلطان بہار الدولہ دہلی (۹۸۹ - ۱۰۱۲ھ) کے وزیر ابو نصر ساہوور بن اَرْدَشیر نے بغداد کے ایک محلے کَرْخ میں ایک کتب خانہ قائم کیا تھا۔ جس کے متعلق یاقوت حموی (۱۱۷۹ - ۱۲۲۹ھ) کا بیان ہے:

لَمْ يَكُنْ فِي الدُّنْيَا أَحْسَنَ مِنْهَا

(کہ اس سے بہتر دنیا بھر میں کوئی کتب خانہ نہیں تھا)

- ۴۔ حماة (شام) کے والی ابو الفدا (۱۳۲۱ھ) جو بحیثیت مؤرخ بہت مشہور ہے۔ کے پاس بہت بڑا کتب خانہ تھا۔ جس میں دو سو علما و کاتبین کتابیں لکھنے اور نقل کرنے پر مقرر تھے۔

- ۵۔ ۱۲۱۶ھ میں یاقوت (۱۲۲۹ھ) شام کے ایک امیر ابو الفوارس عند الدین کے ہاں گیا۔ اور اُس کے پاس ایک ایسا کتب خانہ دیکھا۔ جس کی کتابوں کی تعداد خود امیر کو بھی معلوم نہ تھی۔ ایک مرتبہ اُس نے چار ہزار کتابیں بیچ ڈالیں۔ باایں ہمہ کتب خانہ ویسے کا ویسا نظر آتا تھا۔

- ۶۔ آخری عباسی خلیفہ مستعصم (۱۲۴۲ - ۱۲۵۸ھ) کے وزیر مؤید الدین

۱۔ طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۱۳۶۔

۲۔ معجم البلدان ج ۲ ص ۲۴۳۔

۳۔ معجم الادبا ج ۲ ص ۱۹۶۔

۴۔ الفخری ص ۲۴۳۔

ابوطالب محمد بن احمد المعروف بہ ابن العلقمی کی ذاتی لائبریری میں دس ہزار کتب تھیں۔ اسی وزیر کی فرمائش پر علامہ صفائی نے العباب (لغة) اور عبد الحمید ابن الحمید نے بیس جلدوں میں نہج البلاغۃ کی شرح لکھی تھی۔

۷۔ ابو کثیر افراسیم بن الزقان، ابوبی سلطان نور الدین علی افضل (۱۱۸۶-۱۱۹۶) کا طبیب تھا۔ اس کے پاس ایک عظیم و نایاب کتب خانہ تھا۔

۸۔ بہرام شاہ بن عز الدین سلجوقی (۱۱۶۷-۱۱۸۷) کے وزیر امین الدولہ ابو الحسن بن الغزال نے کتابیں نقل کرنے کے لیے کئی کاتب اپنے کتب خانے میں رکھے ہوئے تھے۔

۹۔ اندلس کے ایک وزیر ابو جعفر احمد بن عباس نے کئی لاکھ کتابیں جمع کی تھیں۔ (السُّلُوک - المقرئ ج ۲ - ص ۳۰۸)

۱۰۔ کوفہ کے مشہور امام اللغز احمد بن یحییٰ ثعلب (۷۳-۷۹) کے پاس بہت بڑا کتب خانہ تھا۔ (معجم الادباء، ج ۲، ص ۱۹۶)

۱۱۔ احمد بن محمد ابو بکر بن الخراج (۹۹۱) کی ذاتی کتابوں کی قیمت دس ہزار دہم تھی۔ (معجم الادباء، ج ۲، ص ۷۷)

۱۲۔ یحییٰ بن معین (۸۴۸) کی وفات پر اس کے گھر سے ایک سو مسند و اقوال چار ہٹائے گئے۔ (معجم الادباء، ج ۲، ص ۷۷)

۱۔ طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۱۰۵

۲۔ یہاں ابن سعد سے لغزش ہوئی ہے۔ بہرام شاہ

۳۔ لغز شاہ (والی کرمان کا بیٹا تھا۔ دیکھیے سلسلہ سلاطین اسلام ترجمہ عباس اقبال ص ۳۱ پر شجرہ سلاطین)

۴۔ وقایع الاعیان ج ۲، ص ۲۱۴

- ۱۲۔ جب نصیر الدین طوسی (ہلاکو خان کا وزیر، وفات ۱۲۶۲ء) نے ایران کے ایک شہر مراغہ میں رصد گاہ قائم کی۔ تو ساتھ ہی ایک لائبریری بھی بنائی جس میں چار لاکھ کتابیں تھیں۔
- ۱۳۔ یاقوت حموی (۱۲۲۹ء) نے مرقہ میں بارہ لائبریریاں دیکھیں۔ ایک میں بارہ ہزار کتب تھیں۔
- ۱۵۔ خلفائے فاطمی کے دارالکتب میں تقریباً چھ لاکھ کتابیں تھیں۔
- ۱۶۔ جب نوح بن منصور سامانی (۹۷۶-۹۹۷ء) نے صاحب بن عباد (۹۹۶ء) کو وزارت کی دعوت دی۔ تو اس نے چار سو اونٹ اپنی کتابیں اٹھانے کے لیے طلب کیے۔
- ۱۷۔ المقرئ کا بیان ہے۔ کہ ابو جعفر احمد بن عباس کے پاس چار لاکھ کتابیں تھیں۔

۱۸۔ قطب الدین عبد الکریم بن عبد النور ایلکلی (۱۳۳۵ء) مصنف "قطب الدین" (تاریخی کتاب) لکھتا ہے۔ کہ اہل بغداد نے اس قدر کتابیں جمع کی تھیں۔ کہ جب مغلوں نے ان کتابوں کو دہکدہ میں پھینکا تو ایک پشتہ سا بن گیا۔ جس پر لوگ پیدل چل سکتے تھے اور دریا کا پانی دوشٹائی گھٹنے سے کالا ہو گیا تھا۔

۱۔ وئیات الاحیان ج ۲ ص ۱۴۹

۲۔ ایچ آف نیٹھ ص ۲۲۹

۳۔ کتاب المخطوطات والآثار - از مقرئ

۴۔ معرکہ مذہب و سائنس ص ۱۶۵

۵۔ نغمۃ البیہ ص ۲ ص ۳۰

۶۔ تمدن عرب ص ۱۷۵

- ۱۹۔ ایک مرتبہ مامون (۸۱۳ - ۸۳۳) نے قیصر مائیکل دوم (۸۲۰ - ۸۲۹) سے ایک معاہدہ کیا۔ جس کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ قسطنطنیہ کا فلاں کتب خانہ بطیموس (۱۵۱۰ء میں زندہ) کی کتاب الجسطی سمیت بغداد بھیجا جائے۔
- ۲۰۔ حملہ تاتار کے وقت (۱۲۵۸ء) بغداد میں چھتیس سرکاری لائبریریاں تھیں۔ اور ہر تعلیم یافتہ کے پاس بھی کتب کا خاصہ ذخیرہ تھا۔
- ۲۱۔ اسلام کے مشہور مؤرخ آواقدی (۸۲۲ء) کے گھر سے اس کی وفات پر کتابوں کے چھ سو صندوق نکلے تھے۔

یہ تو تھی مسلمانوں کی حالت۔ رہے عیسائی

عیسائیوں کے کتب خانے

تو ۱۳۰۰ء میں ان کی سب سے بڑی لائبریری کینٹربری میں تھی۔ جس میں صرف پانچ ہزار کتابیں تھیں۔ دوسری کلونی (فرانس) میں جہاں پانچ سو ستر کتابیں تھیں۔ یورپ کی کسی اور لائبریری میں سو سے زیادہ کتابیں نہیں تھیں۔ بارہویں صدی کے ایک پادری عالم برنارڈ (۱۱۵۳ء) کی وفات پر اس کی لائبریری کو کھولا گیا۔ تو اس میں سے صرف چوبیس کتابیں نکلیں۔ کتابوں کی کمیابی کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ عیسائیوں میں لکھنے والے بہت کم تھے۔ اور دوسری یہ کہ ان کے ہاں کاغذ نہیں تھا۔ وہ چمڑے کی جھلی پہ لکھتے

۱۔ معرکہ ذہب و سائنس ۱۶۴

۲۔ ایچ آف فیتھ ۲۲۴

۳۔ " " " "

۴۔ " " " ۹۰۹

۵۔ " " " ۹۰۹

تھے جو اس مذہب کی ہمتی کہ ایک معمولی کتاب دو سو ڈالر (ہزار روپیہ) میں آتی تھی۔ اسی دور کا واقعہ ہے کہ یورپ کی ایک امیر خاتون کو چند نسخے کی ایک کتاب دو سو بھیسٹریں اور پانچ من غنہ دے کر خریدنا پڑی۔ ان تفصیل کا ماحصل یہ کہ عیسائی یورپ نے بارہ سو برس میں اندازاً دو سو کتابیں لکھیں اور ساٹھ لاکھ سے زیادہ جلدیں۔

اسلامی تہذیب کا اثر یورپ پر

اسلامی تہذیب نے حیات مغرب کے ہر پہلو پر اثر ڈالا۔ ان لوگوں کے لباس بدل گئے۔ طور طریقے تبدیل ہو گئے۔ تعمیرات میں مشرقیت آگئی۔ عورتوں کا احترام بڑھ گیا۔ اور انہوں نے حریص نگاہوں سے بچنے کے لیے نقاب اوڑھ لیے۔ باقی کیا کچھ ہوا یہ تفصیل ذیل ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ گوسٹسکی کا پہلا نارمن بادشاہ راجراؤل (۱۰۹۱-۱۱۰۱) مسلمانوں کا شدید دشمن تھا۔ لیکن اُس کا لباس اسلامی تھا۔ اس کے دربار میں مسلم علماء حکما بھرے ہوئے تھے۔ اور اس کے احکام عربی، یونانی اور لاطینی میں نکلتے تھے۔

یورپ میں کاغذ پر پہلی تحریر راجراؤل کی بیوی کا ایک حکم تھا جو ۱۱۰۹ء

۱۔ ایک آت قیتہ ۹۰۵

۲۔ رعلتہ ابن مجیر ۲۲۲

۳۔ تمدن عرب ۲۸۵

میں عربی اور یونانی میں جاری ہوا تھا۔

۲۔ راجر۔ دوم (۱۱۰۵ - ۱۱۵۴) کے اسلامی لباس پر عربی آیات و امثال لکھی ہوئی تھیں۔ مشہور جغرافیہ دان الادرسی (۱۱۶۶) اسی کے دربار میں رہتا تھا۔ مسلم سلاطین کی طرح اس کے ہاں بھی ایک حرم تھا۔ جس میں متعدد بیویاں اور کینزیں تھیں۔ اس کے سکتے پر یہ عبارت کندہ تھی :

اَلْمُعْتَزِلُ بِاللّٰهِ الْمَلِكِ الْمُعْظَمِ رَجَارُ الشَّامِ
لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ

—

راجر دوم کے بعد ولیم اول (۱۱۵۴ - ۱۱۶۶) تخت نشین ہوا۔ اس کے سکتے پر یہ عبارت لکھی تھی۔

اَلْهَارُونُ بِاَمْرِ اللّٰهِ الْمَلِكِ الْمُعْظَمِ

۳۔ سپین کا مشہور جغرافیہ دان ابن جبیر (۱۲۱۶) ۱۱۸۲ء میں سیلی پنچا۔ وہاں کے بادشاہ کے متعلق لکھتا ہے۔

”سیلی کا بادشاہ (ولیم۔ دوم) حیرت انگیز انسان ہے۔ اس کے خواجہ سرا، باورچی، تمام خدمت گار، وزراء اور دربان سب کے سب مسلمان ہیں۔ اس کا سرکاری نشان

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَقَّ حَمْدِهِ

ہے۔ اور اس کے باپ (ولیم اول) کا

۱۔ تاریخ صلیقہ ج ۲ ص ۱۴۱ نیز رحلۃ ابن جبیر ص ۲۲۲

۲۔ رحلۃ ابن جبیر ص ۲۲

الْحَمْدُ لِلَّهِ شُكْرًا لَا نَحْمَدُ

رعداتی نینتوں کا شکر ادا کرنے کے لیے ہم اس کی حمد کرتے ہیں (
 رعداتی نینتوں کے محل کے زرکار (کیڑے پر طلائی کام کرنے والا)
 تھا۔ اس کے محل نے مجھے بتایا کہ جو عیسائی لڑکیاں شاہی محل
 چلی بنفتیان ہوتی ہیں۔ وہ مسلم کنیزوں کی نیکی، پاکیزگی اور نماز
 میں داخل ہوتی ہیں۔ (مُلخص)

۴۔ ترمیمیہ (برفانیہ) کے ایک بادشاہ آفا (Offa) (۷۵۷-۷۹۶) اسلامی دنیا کی شکل کا تھا۔ جس پر عربی حروف میں ایک عربی مثل کندہ اسلامی شہزادہ میں موجود ہے۔

پیش میوزیم میں نویں صدی کی ایک صلیب رکھی ہے جس پر کوئی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

۶۔ میلان (اٹلی) کے ایک کلیسیا میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سر کے لباس پر عربی عبارت ہیں۔

۷۔ جرمنی کے ایک شہر زن بزرگ میں شاہانِ سیلی کی ایک ایسی ریشمی چادر موجود ہے۔ جس پر ایک کتبہ کوئی حروف میں درج ہے۔ یہ چادر

میراث اسلام ص ۱۱۲

111

۴۸۶ تمدن عرب

4

۱۲۶ سالہ میں تیار ہوئی تھی۔ یہ رنگین ہے۔ اور اس حقیقت پر واضح شہادت ہے کہ مسلمان رنگ بنانا بھی جانتے تھے۔

۷۔ پوٹوئی (فرانس) کے کلیسا کا دروازہ عربی کتبے سے آراستہ تھا۔ اور نابون (فرانس) کی فصیل پر عربی تاج بنی ہوا تھا۔ عربوں کے کنگرے۔ جھجے اور مینار فرانس کے قلعوں، برجوں اور فصیلوں پر آج بھی نظر آتے ہیں۔

۸۔ جرمن امپیرل فریڈرک دوم (۱۲۱۲ - ۱۲۵۰) کا دربار مشرقی طرز کا تھا وہی حرم، حاجب، خواجہ سرا۔ عربی لباس، دربار میں عرب علما کا ہجوم منتش ہال، باغات۔ فوارے۔ چڑیا گھر۔ علمی مسائل پر بحثیں، اور عربی راگ عربی سازوں کے ساتھ۔ اگر کسی بادشاہ نے یورپ کو وحشت و بربریت سے نجات دلائی ہے تو وہ شارلیمان نہیں بلکہ فریڈرک تھا۔ اس نے مختلف مقامات پر یونیورسٹیاں قائم کیں۔ سکولز میں عربی طب کا مدرسہ کھولا۔ اور اپنے ایک درباری، مائیکل سکاٹ کو ابن رشد کی تصانیف جمع کرنے کے لیے قرطبہ بھیجا۔ اور ان کی نقول ہر درگاہ میں رکھوائیں۔

۹۔ چودھویں صدی میں آکسفورڈ اور پیرس میں عربی لازمی قرار دی گئی۔

۱۰۔ مسلمانوں کی علمی مہم کا ایک نتیجہ یہ نکلا کہ یورپ میں جابجا علمی عمارت قائم ہو گئیں۔ ان میں سے ایک لندن کی رائل سوسائٹی تھی۔ جس کی بنیاد

۱۔ تمدن عرب ۵۱۶

۲۔ تشکیل انسانیت ۲۴۵ - ۲۴۹

۳۔ معرکہ مذہب و سائنس ۲۱۶

۱۰۰۰ کی کتاب پر نیا شائع کی
میں نے کئی انکشافات کیے۔

برائے (۱۹۹۲ء-۱۹۹۳ء) نے مثبت تبدیلیہ کی

پندرہویں اور گھڑی کے ڈائل پر میزانِ ساعات

۱۸۶۰-۱۸۶۹ء کی طویل سمندری سیاحتوں کا انتظام
نے کئی نئے جزائر ڈھونڈے۔ اور سمندری نقشے

ایک شہر ٹولوز میں ایک ادبی اکادمی
 کے بعد فلپس میں ایک سائنسی مجلس معرض وجود میں آئی۔
 یہ ایک اور مجلس دانش کے نام سے روم میں بنی۔ یہ
 اسی قسم کی دیگر مجلس کی مساعی سے ادام پرستی ختم ہو گئی۔ کلیسا
 کے خلاف ایک قسم کا نفرت پیدا ہو گئی۔ کلیسا کے خلاف ایک

اس عالم میں کارکن کو حق سے محروم کیا گیا۔ عوام کو باپ کے مظالم کے خلاف مزبور بن گئے۔ اور

مارٹن ٹوٹر

کے والدین غریب تھے۔ اس کا باپ سیٹھ بنانا اور بچنا تھا۔ تعلیم حاصل کرنے کے بعد پہلے پادری کی تربیت لی۔ اور پھر وٹن بزرگ یونیورسٹی میں پچھلے بن گیا۔ ۱۸۵۷ء میں پوپ نے وٹن بزرگ کے پادری کو جنت و مغفرت کے پیمانے برائے فروخت بھیجے۔ تو ٹوٹر نے یہ صرف اس "تجارت" کا مستحکم اڈا یا۔ بلکہ اس پادری کو مباشرت کی دعوت بھی دی۔ پادری کے پاس اتنا علم کماں کہ وہ ایک "باغی" کو مطمئن کر سکتا۔ چنانچہ وہ مباشرت سے جھگڑنے لگا۔ اس پر ٹوٹر نے پچھلے نوے سوالات کا ایک پوسٹ تیار کیا۔ اور ۱۸۶۱ء کو برطانیہ کو گرجے کے دروازے پر چسپاں کر دیا۔ اس پر پوپ گہرا۔ اسے کافر و لعنہ قرار دیا۔ نیز چند ایک۔ غنڈے اس کی جان لینے کے لیے بھیجے۔ لیکن سیکسی کے ایک سزاوار نے اسے اپنے قلعہ میں رکھ لیا اور یوں اس کی جان بچ گئی۔

ٹوٹر کے عقاید یہ تھے:

- ۱۔ کہ ہدایت کے لئے صرف بائبل کافی ہے۔ اور روایات و پاپائی
- نفسیات بیکار و گمراہ کن ہیں۔
- ۲۔ کہ بائبل سے ہر شخص براہ راست ہدایت حاصل کر سکتا ہے۔ اور
- ۳۔ کہ بائبل کی وساطت سے ہر شخص تجارت ہے۔

- ۳۔ کہ پوپ کا منصب الحاد و لادینی ہے۔ اسے ختم کرنا چاہیے۔
- ۴۔ کہ پروانہ جنت اور اسی قسم کے دیگر عقائد محض اباطیل و خرافات ہیں۔
- ۵۔ کہ فلاطون، ارسطو اور ابن رشد گمراہوں کے امام تھے۔
- ۶۔ کہ پادریوں کا شادی نہ کرنا، سنت انبیا (ابراہیم - اسحاق - داؤد وغیرہم علیہم الصلوٰۃ والسلام) کے خلاف ہے۔
- ۷۔ کہ رُہبانیت (یعنی ایذائے نفس، فاقہ کشی، کانٹوں اور میخوں پر سونا، برف پر بہینوں چلے کشی) خلاف مذہب ہے۔
- لوہقر کی یہ سیدھی سادی باتیں لوگوں کو پسند آئیں اور وہ فوج در فوج اس کے حلقہ ارادت میں داخل ہونے لگے۔ جب پوپ نے اپنے اقتدار کو خطرے میں دیکھا۔ تو اُس نے حکومتِ فرائس کو گانٹھا۔ اور ۲۴ اگست ۱۵۷۲ء کو فرائس میں پچاس ہزار پیروان لوہقر قتل کر دیئے گئے۔ با این ہمہ یہ تحریک بڑھتی گئی۔ آج یورپ میں پروٹسٹنٹس کی تعداد پچیس کروڑ کے لگ بھگ ہے اور پوپ کی حیثیت محض ایک نمائشی پروہت کی ہے دیں۔
- لوہقر ۱۸ فروری ۱۵۲۱ء کو فوت ہوا۔ اور اُسی گرجے میں دفن ہوا۔ جس کے دروازے پر اُس نے پوسٹر لگایا تھا۔ وہ سوالات اس گرجے کے آہنی دروازے پر مستقلاً کندہ کر دیئے گئے ہیں۔ اور جس مقام پر لوہقر نے پوپ کا فرماں پھاڑ کر بھینکا تھا۔ رہاں آج شاہ بلوط کا ایک درخت ہے لوہقر کے علمی کارنامے پر۔
- ۱۔ بائبل کا ترجمہ کیا۔
- ۲۔ چند مذہبی گیب لکھے۔
- ۳۔ ایک کتاب عیسائیوں کے فرائض پر لکھی۔

۴۔ ایک کتاب میں، شرفا و امرا کو مخاطب کیا۔
 ۵۔ اور ایک میں یہودیوں کی بابل میں اسیری، کے حالات قلمبند کیے۔
 سوال یہ ہے کہ ٹوئٹر میں یہ آزاد خیالی اور معقولیت کہاں سے آئی؟
 اس کے دل میں رہبانیت اور پاپائیت کے خلاف کیسے نفرت پیدا ہوئی؟
 اس کا جواب ایک ہی ہے کہ اسلامی اثرات سے۔ اسلام ان تمام
 خرافات کا دشمن ہے۔ آپ پڑھ چکے ہیں کہ جرمنی کے تین بادشاہ ہنری ششم
 فریڈرک دوم اور مینفرڈ ۱۱۹۲ء سے ۱۲۶۶ء تک سسلی پر حکمران رہے۔ جو
 اسلامی تہذیب کا گوارہ تھا۔ فریڈرک عربی کا عالم اور اسلامی تہذیب کا گرویدہ
 تھا۔ اسی فریڈرک نے ٹوئٹر کی پیدائش سے سو اودو سو سال پہلے سلطان الکامل
 سے کہا تھا :-

”سلطان کتنا خوش قسمت ہے کہ اُس کا کوئی پوپ نہیں“
 پھر سات سو برس سے اسلامی علوم و فنون سپین، فرانس، اٹلی اور جرمنی
 کی درس گاہوں میں پڑھائے جا رہے تھے۔ ٹوئٹر ان اثرات سے کیونکر بچ سکتا
 تھا۔ اس لیے اس حقیقت سے انکار ناممکن ہے کہ ٹوئٹر کی اصلاحی تحریک
 اسلامی اثرات کا نتیجہ تھی۔ درست کہا تھا فرانس کے فلسفی و کٹر بیوگو (۱۸۰۲
 ۱۸۸۷ء) نے :-

”پہلے تمام دنیا یونانی تھی۔ اور اب عربی ہے“

عربی کا اثر یورپی زبانوں پر !

عربی کا اثر جرمنی، اطالوی، یونانی، لاطینی اور فرانسیسی زبانوں پر کیا اور کس حد تک پڑا۔ میں اس سے نا آشنا ہوں۔ کیونکہ انجمن زبانہ عربیہ سے ناواقف ہوں۔ لیکن جب سپین سے ایک ہزار میل دور کی زبان یعنی انگریزی میں عربی کے سینکڑوں لفظ دیکھتا ہوں۔ تو یہ نتیجہ نکالنے پر مجبور ہو جاتا ہوں۔ کہ قریب کی زبانیں یعنی اسپینی، اطالوی، فرانسیسی اور جرمن زیادہ متاثر ہوئی ہوں گی۔ انگریزی کی چند مثالیں دیکھیے :

انگریزی	عربی	اردو
جبرالٹر	جبل الطارق	جبل الطارق
انقلوا نورا	انزال الالف	ٹنگ ہنا۔
آبۃ	ارض	زمین
بیس (Base)	بَس	بُرا۔ خراب
کافن	کفن	کفن
سفیران	زعفران	زعفران
شاؤٹ	صوت	آواز
ماکری	مکر	مکر
ایڈ	ایڈ	مدد۔ مانتہ
ایڈمرل	امیر البحر	سمندری فوج کا افسر اعلیٰ
انکیمی	انکیمیا	علم کیمیا

صدمہ۔ ناگوار

ادبٹ

تلوار

نیزہ

گھوڑا

شق

جمل

سیف

نصال

فرس

شاک

کمنل

سورٹ

لانس

بارس

ہسپانوی زبان میں پہاڑوں۔ دریاؤں اور وادیوں کے نام کے ساتھ
عربی کا آل آج بھی موجود ہے۔ مثلاً

ہسپانوی

عربی

Quilac Roma

وادی الرّمہ

Albuera

الْبُیْرَة

Alverca

الْبِرک (حوض)

Quadal Ajara

وادی الحجارة

Quadal Quivir

وادی الکبیر

چند دیگر الفاظ

اُردو

ہسپانوی

عربی

ہوٹل

Fonda

فندق

چکی

Tahona

طاحونہ

تجارت

Tarifa

تجارت

پہاڑ

Jabalculus

جبل

مینار

Almenara

المنارہ

مینار روشنی

Almeria

المریّیۃ

مالٹا میں مسلمان مسیحی میں پہنچے اور دو سو برس تک رہے۔ وہاں
کی زبان میں آج بھی عربی کے ہزاروں الفاظ موجود ہیں۔ چند مثالیں :-

عربی	مالٹی	اُردو
خبز	خبز	روٹی
نمیز	امبیت	شراب کی قسم
ماء	ماء	پانی
زیت	زیت	تیل
ملح	ملح	نمک
طفل	طفل	لڑکا
دقیق	تفیق	باریک مشکل
نحیاط	حیاط	درزی

ہالینڈ کے ایک نا فضل موسیو ڈوزی (۱۸۸۳ء) نے اُن اندلسی اور پرتگالی
الفاظ کا لغت تیار کیا تھا۔ جو عربی سے مشتق ہیں۔ یہی مصنف لکھتا ہے۔
کہ فرانسیسی اور اطالوی زبانوں میں لاتعداد عربی الفاظ داخل ہیں۔ انگریزی کے
علم ہیئت اور اطالوی علم جہاز رانی کی اکثر اصطلاحات عربی سے ماخوذ ہیں۔

عیسائیوں میں غربی علوم کا شوق

اہل یورپ عربوں کے شاندار علوم اور تابدار تہذیب سے اس حد تک

متاثر ہوئے۔ کہ عربی بولنے اور لکھنے پہ فخر کرنے لگے۔ سبیل کے فرمانروا ولیم دوم (۱۱۶۶ - ۱۱۸۹) اور فریڈریک دوم (۱۲۱۲ - ۱۲۵۰) عربی کے عالم تھے۔ ولیم عموماً عربی میں گفتگو کیا کرتا تھا اور فریڈریک نے طول و عرض سلطنت میں ایسے مدارس کھول دیئے تھے۔ جہاں عربی لازمی تھی۔ جرمنی کی دورا بہات یعنی ہل ڈی گراڈ (۱۱۷۹) اور ٹیوراس ویٹانے بڑی تعداد میں ایسے سکول کھولے۔ جن میں عربی علوم پڑھائے جاتے تھے۔ ان میں سے دو مدارس خاصے مشہور رہے۔ اول۔ فٹہس سکول اور دوسرا نابون (فرانس) کا بن عذرا سکول۔

ولیم فاتح برطانیہ (۱۰۶۶ - ۱۰۸۷) کے ہمراہ یہودیوں کی ایک خاصی تعداد فرانس سے برطانیہ میں پہنچی تھی۔ یہ لوگ عربی کے عالم تھے۔ انہوں نے انگلینڈ میں عربی مدارس کھولے۔ ایک آکسفورڈ میں جاری کیا۔ جہاں دو سو سال بعد راجر بیکن (۱۲۹۴) بحیثیت طالب العلم داخل ہوا تھا۔ راجر بیکن بعد میں آکسفورڈ یونیورسٹی کا پروفیسر مقرر ہوا۔ یہ اپنے طلبہ سے کہا کرتا تھا کہ حقیقی علم حاصل کرنے کا واحد ذریعہ عربی زبان ہے۔

ابراہیم بن عذرا طلیطلہ کا ایک یہودی تھا۔ جو ۱۱۵۵ء میں لندن پہنچا۔ اور برسوں وہاں عربی میں درس دیتا رہا۔

۱۔ تشکیل انسانیت ص ۲۶

۲۔ " " "

۳۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا۔

ابن عربی (۱۲۰۶-۱۲۸۰) اور ابن
 عربی (۱۲۲۲-۱۲۷۴) عربی مدارس کے فارغ التحصیل
 تھے۔ انہوں نے فلسفے پر کتابیں لکھیں۔ اور فارابی (۹۵۱) سینا (۱۰۳۷)
 کے دلائل کو بحثہ لے لیا۔ یہ سینا ہی تھا۔ جس نے یورپ
 کو ابن عربی و فلسفہ دیا اور طب بھی۔ یعنی اس نے پادری بھی پالے

ابن عربی کے ایک شہر مزارقہ میں مسلمانوں نے گیارہویں صدی میں
 ایک مسجد بنوائی اور اس کے بعد کے تار من سلاطین نے بحال رکھا۔
 ابن عربی کے ایک جہان عالم کو اس کا نام قسطنطین افریقی (۱۰۶۰) میں زندہ
 تھا اس کا پڑا بیٹا مرقا کہ اس نے سینا - رازی اور دیگر عربی اطباء کی تقریباً

ابن عربی کے بارہویں صدی میں بغداد میں پڑھاٹی جائیں۔ اٹلی کی ایک
 اسپین کا ایک فلسفی صوفی تھا۔ اس کے احوال
 ابن عربی کے ایک یودی اوسن بران نے عربی میں ایک کتاب
 کے عنوان سے لکھی تھی۔ جسے بارہویں صدی میں ابن عربی

ابن عربی کے ایک یودی اوسن بران نے عربی میں ایک کتاب
 کے عنوان سے لکھی تھی۔ جسے بارہویں صدی میں ابن عربی
 ابن عربی کے ایک یودی اوسن بران نے عربی میں ایک کتاب
 کے عنوان سے لکھی تھی۔ جسے بارہویں صدی میں ابن عربی

۵۰ تمدن عرب ص ۵۴

۵۵ یورپ ص ۵۵

سپین میں مینڈ نام کے دو عالم تھے۔ ایک رینڈ لٹ (۱۲۲۵-۱۲۱۵) جس نے اسلامی علوم کی ایک درسگاہ قائم کی تھی۔ یہ عربی بولتا اور لکھتا تھا۔ اس نے ایک کتاب عربی میں اسمائے الہیہ پر لکھی تھی۔ اس پر عربوں کا اتنا اثر تھا۔ کہ وہ عرب معلوم ہوتا تھا۔ دوسرا رینڈ مارٹن، جو طلیطلہ کے سکول آف آرٹسٹل سٹڈیز کا تعلیم یافتہ تھا۔ یہ قرآن۔ حدیث۔ فقہ۔ فلسفہ وغیرہ کا فاضل تھا۔ اس نے امام غزالی (رحمۃ اللہ علیہ) کی کتاب تہافت الفلاسفہ کا خلاصہ اپنی کتاب Pugio Fidei میں پیش کیا تھا۔ مارٹن کی اس کتاب اور سینٹ طامس کی کتاب سمر (Summa) کے موضوع و دلائل میں اس قدر مشابہت ہے۔ کہ ایک دوسرے کی نقل معلوم ہوتی ہیں۔ خدا رُوح، نظام کائنات اور آخرت کے متعلق طامس کے سارے دلائل غزالی سے ماخوذ ہیں۔

ہسپانوی خلیفہ الحکم۔ دوم (۹۶۱-۹۷۶) کے زمانے میں ہشپ گومبار نے عربی زبان میں تاریخ یورپ لکھی۔ اور پادری ہیریہ نے ایک عربی تقویم کا ترجمہ کیا۔ ان دونوں نے اپنی کتابیں خلیفہ الحکم کے نام منسوب کی تھیں۔ سپین کا بادشاہ انفونسو۔ دہم (۱۲۵۲-۱۲۸۴) عربی علوم کا بڑا سرپرست تھا۔ یہ خود بھی مصنف تھا۔ اس نے حضور صلعم کے سوانح حیات لکھے۔ بعل و گہر کے خواص اور شطرنج پر بھی ایک ایک کتاب لکھی۔ نیز ہسپانوی شاعری کا ایک مجموعہ تیار کرایا جو اسکوریل کے کتب خانے میں موجود ہے۔

۱۰ میراث ص ۲۷۲

۱۱ تشکیل انسانیت ص ۲۷۳

۱۲ میراث ص ۲۷۳

ہم عرض کر چکے ہیں۔ کہ ۱۲۲۴ء میں فریڈرک دوم نے نیپلز میں ایک یونیورسٹی بنائی تھی۔ جس میں ابن رشد کا فلسفہ اور ارسطو کے عربی تراجم بطور نصاب پڑھائے جاتے تھے۔ اور اس کے دارالکتب میں عربی کی کتابیں بڑی تعداد میں تھیں۔ اسی طرح کا ایک ادارہ ۱۱۳۰ء میں طلیطلہ کے بشپ ریمینڈ نے قائم کیا۔ اس میں عربی و لاطینی کے بڑے بڑے عالم جمع کیے۔ ان کا کام تدریس کے علاوہ ترجمہ بھی تھا۔ یہ ادارہ تین صدیوں تک جاری رہا۔ ان علماء کے ابن رشد، رازی، سینا، وغیرہ کے علاوہ ارسطو، بقراط، جالینوس، اقلیدس، ارشمیدس اور بطلیموس کے عربی تراجم لاطینی میں منتقل کیے۔ ان تراجم کی تعداد تین سو سے زیادہ تھی۔

پرتگال کے پرنس ہنری (۱۳۹۴ - ۱۴۶۰ء) نے ایک عظیم بحری اکادمی قائم کی تھی۔ جس میں تدریس و تربیت کے لیے عرب اور یہودی علماء مقرر ہوئے تھے۔ اسی درس گاہ سے واسکو ڈی گاما (۱۵۲۲ء) نے تعلیم حاصل کی تھی۔ جو پرتگال سے چل کر ہندوستان میں پہنچا تھا اور غالباً یہ پہلا یورپی ملاح ہے۔ جس نے یورپ سے ہندوستان جانے کا راستہ معلوم کیا تھا۔

موسیو لیبان لکھتا ہے۔

”یورپ میں پندرھویں صدی میں کوئی ایسا مصنف نہیں تھا جو عربوں کا ناقول نہ ہو۔ راجر بیکن، پادری طامس، البرٹ

۱۔ تمدن عرب ۵۱۴

۲۔ تشکیل انسانیت ۳۶۳

۳۔ تمدن عرب ۵۱۵

بزرگ اور انفوانسود ہم وغیرہ یا تو عربوں کے شاگرد تھے۔ یا
 ناقل۔ البرٹ بزرگ نے جو کچھ پایا، ابن سینا سے پایا۔
 اور سینٹ ٹامس نے اپنا فلسفہ ابن رشد سے لیا۔
 (تخص)



پانچواں باب

اسلامی علوم و فنون

سبحانہ کہ ہمارے باہمت اُسلان نے تعانیف کے انبار لگا دیئے
تھے۔ کتنے ہی ایسے تھے۔ جنہوں نے سو یا سو سے زیادہ کتابیں لکھیں۔
امام غزالی (۱۱۱۱ھ) دو سو ابن العربی (۱۱۶۲ھ) اڑھائی سو ابن تیمیہ پانچ سو۔
جلال الدین سیوطی (۵۰۶ھ) ساڑھے پانچ سو اور ابن طوہون دمشقی (۵۴۶ھ)
ساڑھے سات سو کتابوں کے مصنف تھے۔ لیکن آج ہمیں ان کتابوں کے نام
تک معلوم نہیں۔ دوسری طرف یورپ کی لائبریریوں میں ان کتابوں کے انبار
لگے ہوئے ہیں۔ ہالینڈ کی ایک فرم ای جے۔ برل کی فہرستوں میں کئی ہزار
عربی کتابوں کا ذکر ہے۔ ان میں سے ہزار کے قریب صرف تاریخ پر ہیں۔
پاکستان میں شاید ابن قیمہ کے نام سے بھی کوئی آشنا نہ ہو۔ لیکن برل کی
فہرست میں۔ اس کی دس کتابیں درج ہیں۔ مثلاً کتاب المعارف، کتاب التفسیر
عیون الاخبار، کتاب الآثار وغیرہ۔ اسی فرم نے غزالی کی چوبیس، فارابی
کی بارہ، رازی کی چار، ثعلبی کی چھ، جلال الدین سیوطی کی چودہ، بوعلی سینا
کی سترہ، ابن تیمیہ کی سات، مشہور مؤرخ طبری کی تین، ثابت بن قیس کی دو،
شعرانی کی چھ، ابن رشد کی بارہ، القزینی کی چھ، انقضی کی دو، ابن حزم
کی گیارہ، الحافظ کی دس۔ علامہ ذہبی کی چھ، البیہقی کی سات، ابن تیمیہ کی

چار اور ابن العربی کی سات کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ یہ حقیقت کس قدر افسوسناک ہے۔ کہ وہ مسلمان جو ساری کائنات کے لیے معلم کتاب و حکمت بن کر آیا تھا۔ آج جہالت کی دلدل میں تابفرق ڈوبا ہوا ہے، عراق۔ شام۔ جارجیا۔ یمن۔ سوڈان۔ لبیا۔ تونس۔ الجزائر۔ مراکش، ترکی۔ ملائیا۔ افغانستان اور انڈونیشیا میں آج ایک بھی مفکر اور کام کا مصنف موجود نہیں۔ ایران۔ مصر اور پاکستان میں چند اہل قلم موجود ہیں۔ لیکن انہوں نے زمانہ کی ناقدری اور حکومتوں کی بے اعتنائی کی وجہ سے ان کی حالت بے حد قابلِ رحم ہے۔ اگر صرف اتنا ہی ہو جاتا کہ کوئی اسلامی حکومت اپنے اسلاف کے علمی ذخائر ہی جمع کر لیتی۔ تو پھر ان سے استفادہ کے مواقع بھی نکل سکتے تھے۔ لیکن بُرا ہو اس مغربی تہذیب کا۔ جس نے نہ صرف ہمیں اپنے بزرگوں کے علوم سے بیگانہ بنا دیا۔ بلکہ مذہب تک سے متنفر کر دیا ہے۔

ہمارے بزرگوں کی کتابیں کتنی تھیں۔ اور کس کس موضوع پر تھیں۔ ہمیں تفصیلاً معلوم نہیں۔ اور معلوم بھی کیسے ہو۔ کہ تاریخی اور عیسائی درندوں نے ہماری کتنی کروڑ کتابیں جلا دیں۔ اور جو بچ گئیں۔ وہ آج لندن، پیرس، ہالینڈ۔ جرمنی۔ سپین اور اٹلی میں مقفل ہیں۔ یورپ سو برس تک اسلامی ممالک پر مستطربا۔ اس دوران میں وہ ایک سوچی سمجھی سکیم کے تحت ہر ملک سے کتابیں نکال کر اپنی لائبریریوں میں بھرتا رہا۔ ۱۹۲۸ء کا ذکر ہے۔ کہ میں نے ایک ہندو بڑا زادہ سے کپڑا خریدا۔ جب قیمت ادا کرنے لگا۔ تو وہ بول اٹھا: برق صاحب! اگر آپ عربی یا فارسی کی قلمی کتابیں چاہیں تو ایک پونڈ فی کتاب کے حساب سے کپڑے کی رقم کم کر دوں گا۔ میں نے حیرت سے پوچھا کہ یہ عربی کتابیں تمہارے کس کام کی ہا کہنے لگا کہ "میں انگلستان سے براہ راست کپڑا منگاتا ہوں۔"



ایجاد و صنعت

کاغذ : یورپ پر عربوں کا سب سے بڑا احسان کاغذ کا رواج ہے۔ کاغذ کے اصلی موجد چینی تھے۔ انہوں نے کاغذ کا ایک کارخانہ سرقند میں بھی قائم کیا تھا۔ جب ساتویں صدی عیسوی میں عربوں نے سرقند کو فتح کیا۔ تو وہاں سے یہ صنعت لے لی۔ اہل چین ریشمی کپڑے کے خول سے کاغذ بناتے تھے۔ عرب اپنے کپڑوں اور کپاس کو بھی اس مقصد کے لیے استعمال کرنے لگے۔ کاغذ سازی کا پہلا کارخانہ ۷۹۲ء کو بغداد میں قائم ہوا۔ یہ ہارون الرشید کا زمانہ تھا۔ اس کے بعد یہ صنعت سلطنت کے دیگر بڑے شہروں مثلاً دمشق۔ مصر۔ نیشاپور۔ شیراز۔ خراسان، مراکش۔ قرطبہ۔ غناطہ۔ سبسی وغیرہ میں پہنچی۔ یہ صنعت کس ملک میں کب پہنچی۔ جدول ذیل دیکھیے :

ملک	کب پہنچی	ملک	کب پہنچی
۱۔ چین۔ موجد	۱۰۵۰ء	۲۔ بغداد	۷۹۲ء

- | | |
|----------------------------|------------------------|
| ۸۔ آج آف نیٹھ | ۱۰۔ وول ڈیوران |
| ۹۔ الامون | ۱۱۔ سیشلی |
| ۱۰۔ میراث عرب | ۱۲۔ امین فارس |
| ۱۱۔ فلسفہ و تہذیب | ۱۳۔ پارس۔ ۱۷۰۰ء۔ محمد |
| ۱۲۔ مشرقی آفندی مورث اسپاز | ۱۴۔ ایس۔ ہا۔ سکاٹ |
| ۱۳۔ تاریخ مغلیہ | ۱۵۔ سید ریاست علی ندوی |

اور وہاں کے ڈیٹریز نقدی کی جگہ ایسی کتابوں کو ترجیح دیتے ہیں۔
 تو یوں ہمارے بچی کچھی کتابیں یورپ میں چلی گئیں۔ اور ہم اُن سے یوں محروم
 ہو گئے۔ کہ آج پاکستان جیسی وسیع سلطنت میں ان کتابوں کا ایک فیصد بھی موجود
 نہیں۔ وہ لوگ ہمارے علوم کے اساس بنا کر علم و حکمت کے آفتاب بن گئے۔
 اور ہم اُن سے کٹ کر جہالت کے اندھیروں میں بھٹکنے لگے۔ اور ستم یہ کہ ہم اس
 حال پر قانع ہیں۔

نشانِ راہ دکھاتے تھے جوتاروں کو
 ترس گئے ہیں وہ اک جلوہ شر کے لیے

(اقبال بہ ترمیم)

ان حالات میں تفصیلاً یہ بتانا ناممکن ہے۔ کہ ہمارے اسلاف نے کیا کچھ
 لکھا تھا۔ ان کی کتنی تخلیقات یورپ میں پہنچیں۔ اور کس کس زبان میں کتنے تراجم
 ہوئے۔ تاہم مختصراً چند معروضات پیش کرتا ہوں۔

۱۔ یہ تفصیل ان مآخذ سے لی گئی ہیں۔

- ۱۔ معرکہ مذہب و مائتس - ڈاکٹر ڈیریز
- ۲۔ تکلیفِ انسانیت - رابرٹ بریغارٹ
- ۳۔ تمدنِ عرب - موسیو لیان
- ۴۔ دی عربس - فلپ برٹی
- ۵۔ تہذیبِ اسلامی - پکھال
- ۶۔ تاریخِ ادبِ عربی - پروفسر نکسن
- ۷۔ میراثِ اسلام - پروفسر آرنلڈ وائفریڈ

(باقی اگلے صفحہ پر)

ایجاد و صنعت

کاغذ : یورپ پر عربوں کا سب سے بڑا احسان کاغذ کا اناج ہے۔ کاغذ کے اصل موجد چینی تھے۔ انہوں نے کاغذ کا ایک کارخانہ سمرقند میں بھی قائم کیا تھا۔ جب ساتویں صدی عیسوی میں عربوں نے سمرقند کو فتح کیا۔ تو وہاں سے یہ صنعت لے لی۔ اہل چین ریشمی کیڑے کے خول سے کاغذ بناتے تھے۔ عرب پرانے کپڑوں اور کپاس کو بھی اس مقصد کے لیے استعمال کرنے لگے۔ کاغذ سازی کا پہلا کارخانہ ۹۳۲ء کو بغداد میں قائم ہوا۔ یہ ہارون الرشید کا زمانہ تھا۔ اس کے بعد یہ صنعت سلطنت کے دیگر بڑے شہروں مثلاً دمشق۔ مصر۔ نیشاپور۔ شیراز۔ خراسان، مراکش۔ قرطبہ۔ غرناطہ۔ سبیل وغیرہ میں پہنچی۔ یہ صنعت کس ملک میں کب پہنچی۔ جدول ذیل دیکھیے :

ملک	کب پہنچی	ملک	کب پہنچی
۱۔ چین۔ موجد	۱۰۵۰ء	۲۔ بغداد	۹۳۲ء

۸۔ اسحاق آف نیتھ

۹۔ ول ڈیوران

۹۔ الامون

شیل

۱۰۔ میراث عرب

۱۰۔ امین فارس

۱۱۔ فلسفہ و تہذیب

۱۱۔ چارلس۔ اے۔ مور

۱۲۔ ہسٹری آف دی مورش امپائر

۱۲۔ ایس۔ پی۔ سکاٹ

۱۳۔ تاریخ مغلیہ

۱۳۔ سید ریاست علی ندوی

۱۱۵۴ھ	۶ - اٹلی	۸۰۰ھ	۳ - مصر
۱۲۲۸ھ	۷ - جرمنی	۸۵۰ھ	۴ - سین
۱۳۰۹ھ	۸ - برطانیہ	۹۰۰ھ	۵ - قسطنطنیہ

عرب تاجروں کی بدولت مکہ میں کاغذ ۸۰۰ھ سے بھی پہلے پہنچ گیا تھا۔
یورپ میں کاغذ سے پہلے کتابیں چمڑے کی جھتی پہ لکھی جاتی ہیں۔ اور وہ
اس قدر ہنگی ہوتی تھیں۔ کہ اٹلی کی ایک امیر خاتون کو ایک چھوٹی سی کتاب
کے لیے دو سو بھڑی اور پانچ سو کاغذ دینا پڑا تھا۔ اسی طرح جب فرانس
کے بادشاہ ٹھیس یازدہم (۱۳۶۱ - ۱۴۸۲) کو پیرس کی یونیورسٹی سے رازی کی
چند طبی تصانیف عاریتہ لینا پڑیں۔ تو اس نے ایک امیر کو صابن بنایا۔ نیز ایک
بہت بڑی رقم جمع کرائی۔

یورپ میں کاغذ پہ پہلی تحریر راجراول کی بیوی کا ایک حکم ہے جو ۱۰۹۰ھ
میں جاری ہوا تھا۔ لیکن موسیو لیسان لکھتا ہے۔ کہ کاغذ پہ پہلی تحریر ایک کتاب
تھی جو ۱۰۰۹ھ میں لکھی گئی تھی اور جو اسکودیل کے کتب خانے میں محفوظ ہے
یہ کاغذ عربوں سے خرید لیا گیا تھا۔

قطب نما عربوں کی ایجاد ہے۔ یہ آلہ قرونِ اولیٰ کے تمام
تجارتی و جنگی جہازوں میں لگا ہوا تھا۔ یہ اسی کے رہنمائی
کا کرشمہ تھا کہ ہمارے جہازِ جدہ سے چین تک جاتے تھے۔ جب ہم نے یہ چیز
یورپ کو دی۔ تو اس کا کوئیں بحرِ اطلس کی لہروں کو چیر کر امریکہ جا پہنچا۔ اور
واسکو ڈی گاما ہندوستان تک نکل گیا۔

مسلمان صدیوں سے بارود استعمال کر رہے تھے۔ سبیلی اور سپین
بارود کی صنعت گاہوں میں دیگر اسلحہ جنگ کے ساتھ ایک سالہ بوتلوں
 میں بھرا جاتا تھا۔ جنہیں سنگ انداز مشینوں کی مدد سے دشمن پر پھینکا جاتا تھا
 اہل چین آتش باری کے لیے شورے سے کام لیتے تھے۔ لیکن عرب بارود استعمال
 کرتے تھے۔ یہ توپیں بھی بنا سکتے تھے۔ توپ کو ب سے پہلے افریقہ کے ایک
 سردار یعقوب نے ۱۲۵۵ء میں استعمال کیا تھا۔ ۱۲۸۶ء میں ابو یوسف یعقوب
 سلطان مراکش (۱۲۵۸ - ۱۲۸۶) نے بھی مراکش کے ایک شہر سبخل ماسہ کے
 محاصرے میں توپوں سے کام لیا تھا۔ یورپ کے تاریخ نگار راجر بکین کو بارود
 کا موجد سمجھتے ہیں۔ لیکن یہ دعوے سراسر بے بنیاد ہے۔ لیکن نے بارود سازی
 ایک کتاب **الانتران المخرقة** (جلانے والی آگیں) سے لکھی تھی۔ جو
 کسی عرب نے لکھی تھی۔

ہارون الرشید (۷۸۶ - ۸۰۹ء) اور شاریمان (۷۸۸ - ۸۱۳ء)
کلاک اور گھڑیاں (۸۱۳ء) کے تعلقات بڑے دوستانہ تھے۔ ایک دفعہ
 ہارون نے شاریمان کو چند تحائف بھیجے۔ جن میں ایک کلاک بھی تھا۔
 آپ صفحات گزشتہ میں پڑھ چکے ہیں۔ کہ جب فریڈرک - دوم (۱۲۱۲ - ۱۲۵۰ء)
 صلیبی افواج کو لے کر فلسطین پہنچا۔ اور سلطان الکامل (۱۱۹۹ - ۱۲۱۸ء) کے
 خلاف صف آراء ہوا۔ تو الکامل نے اس بنا پر کہ فریڈرک اسلامی تہذیب کا
 دل دادہ ہے۔ اس کا بڑا احترام کیا۔ اور واپسی پر بیش قیمت تحائف سے

۱۰ تمدن عرب ص ۲۴

۲۳۸

نوازا۔ جن میں ایک کلاک بھی تھا۔ اس میں شمس و قمر حرکت کرتے اور طلوع و غروب کا منظر دکھاتے تھے۔ نیز ہر گھنٹے کے بعد ٹن ٹن کی آواز آتی تھی۔

دمشق کی مسجد میں ایک ایسی گھڑی آویزاں تھی جس کے ڈائل پر تانبے کے دو شاہباز بنے ہوئے تھے۔ ساتھ ہی ایک پیالی میں تانبے کی گولیاں رکھی تھیں۔ جب ایک گھنٹہ ختم ہوتا۔ تو یہ باز حرکت میں آتے۔ ٹھجک کر چوڑی سے گولی اٹھاتے۔ اور باری باری ایک اور پیالی میں ڈالتے جاتے۔ جس سے ٹن ٹن کی آواز پیدا ہوتی۔ غروب آفتاب کے بعد یہ باز سو جاتے اور چند شے پرزے کام کرنے لگتے۔ اس گھڑی پر نیم دائرہ کی شکل میں بارہ سوراخ تھے۔ جن پر شیشہ لگا ہوا تھا۔ اور اوپر ایک سے بارہ تک ہندسے لکھے ہوئے تھے۔ اند ایک چراغ گھومتا رہتا تھا۔ جب ایک گھنٹہ ختم ہو جاتا۔ تو وہ ایک سوراخ کے سامنے آ کر تھوڑے سے وقت کے لیے رک جاتا۔ کمال کی بات یہ ہے۔ کہ وہ ہمیشہ صبح سوراخ کے سامنے رکتا۔ اور وقت بتانے میں کبھی غلطی نہ کرتا، پھر نو (سبستی) میں مسلمانوں نے ایک چشمے پر ایک ایسا گھڑیاں بنایا تھا۔ جو صرف اوقات نماز پہ بجتا تھا۔ اور اس کی آواز کئی میل تک سنائی دیتی تھی۔

ایران کے ایک فاضل ابن رضوان نے ۲۰۳ھ میں ایک کتاب لکھی جس میں ایک ایسی پن گھڑی کا ذکر کیا ہے جو اس کے والد نے دمشق میں بنائی تھی۔ ۲۰۶ھ میں ایک اور فاضل انجری نے گھڑیوں اور مشینوں پر پوری کتاب لکھی تھی۔

مسلمانوں نے سبستی۔ سپین۔ دمشق اور تونس میں ایسے دار الصناعتہ کا رخا نے قائم کیے تھے جن میں تیرے توپ تک تمام اسلحہ

بنتا اور سمندری جہاز تیار ہوتے تھے۔ امیر معاویہ کا سمندری بیڑہ بارہ سو اور اغالہ کا کئی ہزار جہازوں پر مشتمل تھا۔ اور ان کی اجازت کے بغیر کسی سلطنت کا کوئی جہاز بحیرہ روم میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔

عینک۔ طیارہ اور میزان الوقت | دل دیوران لکھتا ہے۔ کہ سپین کے ایک مسلم سائنس دان

ابن فرناس نے تین چیزیں ایجاد کر کے دنیا کو حیرت میں ڈال دیا تھا۔ اول عینک کا شیشہ۔ دوم وقت بتانے والی گھڑی جو کھیلوں اور دوڑوں میں استعمال ہوتی ہے۔ سوم ایک مشین جو ہوا میں اڑ سکتی تھی۔

متفرق ایجادات | خلیفہ المقتدر عباسی کے حوض میں مصنوعی سنہری درخت پر ایسی چڑیاں بنی ہوئی تھیں۔ جو ہوا چلنے پہ گاتی تھیں۔ الحرامیں ایسے فوارے تھے۔ جن سے پانی کے ساتھ گیت بھی نکلتے تھے۔ سپین میں ایک پریس تھا۔ جس پر عبدالرحمان۔ اول (۷۵۶-۷۸۸ء) کے احکام چھپتے تھے۔ اموی خلفا نے پہاڑی چشموں کا پانی دمشق کے ہر گھر میں پونچا دیا تھا۔ سہلی میں ایسی مشینیں تھیں۔ جو کنوئیں کا پانی بلندی پہ پہنچاتی تھیں۔ وہ لوگ دریاؤں پہ پُل بھی باندھ سکتے تھے۔ خلفائے عباسیہ کے عہد میں دریائے دجلہ پہ جو سات سو پچاس فٹ چوڑا ہے۔ تین پُل تھے۔ انہوں نے معاویہ کو گچھلائے کے لیے بھٹیاں اور جامہ بانی کے لیے کر گئے

۱۔ ایچ آف نیٹھ ۲۹۸

۲۔ دی عربس ۱۲۷

۳۔ ایچ آف نیٹھ ۲۹۸

لگائے۔ ہر قسم کی مٹھائیاں، مشروبات اور ادویہ بنائیں۔ زمین سے مختلف ستاروں کا فاصلہ معلوم کرنے کے لیے خاص آلات ایجاد کیے۔ بھاری چیزوں کو جلدی تک پہنچانے کے لیے کلیں بنائیں۔ شیشہ سازی، قالین بافی، چمڑا رنگنے، پدینی کے رنگین برتن اور فانوس بنانے میں کمال حاصل کیا۔ موسیو لیبیاں لکھتے ہیں کہ سہیلی میں ایک نارمن امیر رابرٹ ونگرڈ کو ایک ایسی مورتی ملی۔ جو سنگ مرمر کے چوتھے پر نصب تھی۔ اس کے سر پر کاسی کا تاج تھا۔ اور اس پر یہ الفاظ کندہ تھے۔ "یکم مئی کو غروب آفتاب کے وقت میرے سر پر سونے کا تاج ہو گا۔" کوئی شخص اس کا مطلب نہ سمجھ سکا۔ جب یہ بات ایک مسلم قیدی تک پہنچی۔ تو اس نے پیغام بھیجا۔ کہ اگر مجھے چھوڑ دو تو میں اس مسمومہ کو حل کر دوں گا۔ رابرٹ نے اسے آزاد کرایا۔ اس نے کہا۔ کہ یکم مئی کو وہ جگہ کھودی جائے۔ جہاں وقت غروب اس مورتی کے سر کا سایہ پڑ رہا ہو۔ وہاں سے خزانہ نکلے گا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور وہاں سے زرو جو اسر کے صندوق برآمد ہوئے۔

اُس دور میں چند شہر اپنی مصنوعات کی وجہ سے بہت مشہور تھے۔ جو مثل کی مثل، دمشق اور غلیطہ کی تلواروں، عدن کے اونی کپڑے، حلب کے شیشے رے کے رنگین برتنوں، رقعہ کے صابن، ایران کے قالینوں اور نیشاپور کے عطر کا دور دور تک چرچا تھا۔ بعض کارگر ایسی اعلیٰ چیزیں بناتے تھے جنہیں بڑے بڑے امرا بھی نہیں خرید سکتے تھے۔ ایک مرتبہ ہارون الرشید کا وزیر اعظم یحییٰ بن خالد بزکی (۸۰۵ء) بازار سے گزر رہا تھا کہ اس کی نظر ایک چھوٹے

سے ٹر صحنہ مندو قچے پر پڑی۔ اُسے بے حد پسند آیا اور خریدنے کا ارادہ کیا۔ لیکن قیمت پر اتفاق نہ ہو سکا۔ یہی ستر لاکھ درم دیتا تھا اور دکاندار نے زیادہ مانگتا تھا۔ مسلمانوں نے صنعت و حرفت پر کافی کتابیں لکھی تھیں۔ لیکن آج ان کا نام و نشان تک موجود نہیں۔ صرف چند نام باقی رہ گئے ہیں۔ مثلاً

ابوالفیض اسماعیل بن الرزاق کی الکتاب فی معرفۃ حیل الہندسیۃ - جو ۱۲۰۶ء میں لکھی گئی تھی۔ الخازنی (۱۲۰۰ء) کی میزان الحکمة اور الخوارزمی (۸۴۴ء) کی کتاب الصنائع جس میں ایک سو صنعتوں کا ذکر ہے۔

ہمارے شعری ادب میں مہِ نَخَشَب کا ذکر بار بار آتا ہے نَخَشَب مہِ نَخَشَب | ترکستان میں ایک گاؤں کا نام تھا۔ جہاں حکم بن ہاشم نے دعوائے نبوت کے بعد ڈیرے جایے تھے۔ اس نے ایک چاند بنایا۔ جو غروبِ آفتاب کے بعد نَخَشَب کے ایک کنویں سے نکلتا۔ اندازاً سورج میلِ رقبہ کو رات بھر منور کرتا اور طلوعِ آفتاب سے عین پہلے ڈوب جاتا۔ کمالِ صنعت یہ تھا۔ کہ موسم کوئی ہو۔ جو ہنی سورج کا آخری حصہ نہاں ہوتا۔ وہ چاند نکل آتا تھا۔ اُدھی رات کو عین سر پہ آ جاتا۔ اور پھر رفتہ رفتہ اس رفتار سے واپس جاتا۔ کہ آخری کنارہ غائب ہوتے ہی سورج نکل آتا۔ جب تک یہ چاند باقی رہا۔ سورج سے کبھی اس کا سامنا نہ ہوا۔ غالب کیا مزے کا شعر کہتے ہیں۔

چھوڑا مہِ نَخَشَب کی طرح دستِ قضا نے
خورشیدِ منور اُس کے برابر نہ ہوا تھا

۱۷۵ ایک آئینہ فیض

مطلب یہ کہ دستِ قضا یعنی خدا نے سورج کو حکم دے دیا۔ کہ جاؤ۔ میرے منتخب کی طرح نکلو اور ڈوبو اور صورت یہ تھی۔ کہ ابھی وہ حسن و جمال میں میرے محبوب کے برابر نہ ہوا تھا۔

حکم بن ہاشم کے منہ پر زخم تیغ کا ایک گہرا نشان تھا۔ جسے چھپانے کے لیے وہ برقع اوڑھتا تھا۔ اور اسی لیے الْمُقَنَّب (برقع پوش) کے نام سے مشہور تھا۔ جب اس کا فتنہ حد سے بڑھ گیا۔ تو خلیفہ ہمدی عباسی (۷۷۵ - ۷۸۵ء) نے مُسَيَّب بن زُبَیْر کی کمان میں ایک فوج ترکستان کی طرف بھیجی۔ جب اس نے دیکھا۔ کہ بچنے کی کوئی راہ باقی نہیں رہی تو اُس نے اپنے تمام اہل و عیال کو شراب میں نہر ملا دیا۔ اور خود تیزاب کے مشکے میں غوطہ لگا کر تحلیل ہو گیا۔ تیزاب اتنا تیز تھا۔ کہ اس کی ہڈیاں بھی گل گئیں اور مشکے میں صرف بال رہ گئے۔ یہ واقعہ ۷۸۳ء کا ہے۔

مَقَنَّب دعوے نبوت سے پہلے بغداد میں سرکاری ملازم تھا۔ ظاہر ہے۔ کہ اس نے بغداد ہی میں سائنس پڑھی ہوگی۔ عوز فرمائیے۔ کہ اُس دور میں جب یورپ والے کھالیں پہنتے، پتے کھاتے اور جنگلی وحشیوں کی طرح زندگی بسر کرتے تھے مسلمان علم و فن کی کن بلندیوں پر فائز تھے۔

علومِ طبیعی

(سائنس)

ہم نے علومِ طبیعی یونانیوں سے لیے تھے۔ اور یونانیوں نے مصر و بائبل سے۔ اہل بائبل فلکیات کے اور مصری تعمیرات کے ماہر تھے۔ مصریوں کے اہرام اُن کے

کمال فن پر زندہ شہادت ہیں۔ رہے بابلی۔ تو فلکیات اور چند دیگر انکشافات میں ان کی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ بطلمیوس کے پاس ایک ایسا بابلی جدول تھا جس میں ۴۷۴۴ ق م سے اس کے اپنے عہد تک کے فلکی مشاہدات درج تھے۔ وہ لوگ کسوف و خسوف کے اسباب سے آگاہ اور دھوپ گھڑی۔ پن گھڑی، محدب شیشے اور اصطرباب کے موجد تھے۔ طباعت اور ابتدائی ریاضی سے بھی آشنا تھے۔ ارسطو (۳۸۴ - ۳۲۲ ق م) کا بھتیجا ایکستھینز (۳۶۰ - ۲۲۸ ق م) مطالعہ فلکیات کے لیے یونان سے باہل گیا تھا اور اس نے بابلی ہیئت دانوں کے دو ہزار سالہ مشاہدات ارسطو کو بھیجے تھے۔

یونانی علم کی خامیاں | یہ درست ہے کہ یونانیوں نے ہیئت اور طبیعیات پر چند کتابیں لکھی تھیں۔ لیکن ان میں تلاش و تحقیق، باریک بینی، تفصیل مشاہدات اور اس یقینی علم کی کمی تھی، جو تجربات سے حاصل ہوتا ہے۔ ارسطو نے طبیعیات پر کتاب تو لکھ دی۔ لیکن تجربہ ایک بھی نہ کیا۔ اور کئی باتیں غلط کہہ دیں مثلاً کہ مرد کے دانت عورت سے زیادہ تیز ہوتے ہیں۔ اور شیر کی گردن میں ایک ہڈی ہوتی ہے۔ جالینوس کا قول ہے کہ انسان کے نچلے جبڑے میں آٹھ ہڈیاں ہوتی ہیں۔ یونانی صرف ریاضی کے استاد تھے۔ لیکن اس سے کوئی عملی فائدہ نہ اٹھا سکے۔ اس علم سے ان کی دلچسپی صرف منطق اور موسیقی کے لیے تھی جب یونان کے ایک عالم آرچی ٹائس نے ریاضی کے چند پیمانے

۱۷	معرکہ مذہب دساتن	۱۵
۲۵	تشکیل انسانیت	۲۵۵
۳۵	"	۱۸۸

اور پرکاریں ایجاد کیں۔ تو افلاطون نے اسے ملامت کی، کہ تم نے ریاضی کے حسن کو تباہ کر دیا ہے۔ یونان کا ایک ڈرامہ نگار ارسطوفین (۳۸۵ ق م) فلکیات، طبیعیات اور ریاضی کا مضحکہ اڑایا کرتا تھا۔ اقلیدس (۳۰۰ ق م) یونان میں ریاضی کا امام سمجھا جاتا ہے، لیکن اس کی حیثیت محض ایک جامع کی ہے جس نے اسلاف کا علم ریاضی یک جا کر دیا تھا۔ ہیپاتوس (۱۲۷ ق م) یونان کا منجم اعظم تصور ہوتا ہے لیکن اس کی تصانیف ادبام و خرافات سے بھرپور ہیں۔ یہ چیزیں کاپٹریکی (پ ۱۲۷۲) کے ہاں بھی ملتی ہیں۔ وہ لکھتا ہے۔ کہ تاروں کو فرشتے دھکیلنے ہیں۔ جرمنی کا منجم ریٹلر (۱۶۳۰ء) جنم پتریاں بنایا کرتا تھا۔

مسلمانوں کے مطالعہ کائنات کا انداز یونانیوں سے مختلف تھا۔ یہ لوگ ہر چیز کو اپنی آنکھ سے دیکھتے۔ تجربہ کرتے، تجربات کو دہراتے اور پھر پورے ذوق کے بعد نتائج قلم بند کرتے تھے۔ درست کہا تھا رابرٹ بریفالٹ نے:

”سائنس سے مراد تحقیق کی نئی روح، تفتیش کے نئے طریقے اور پیمائش و مشاہدہ کے نئے اسلوب ہیں..... جن سے یونانی بے خبر تھے۔ یورپ میں اس روح اور ان اسالیب کو رائج کرنے کا شہرہ عربوں کے سر ہے“ (ملخص)

یونانیوں کی یہ غیر تجرباتی سائنس ان کے کوئی کام نہ آئی اور وہ اپنے پانچ سو سالہ دور عروج میں ایک سڑک، ایک پل اور ایک نہریا کا ریزہ تک نہ بنا سکے۔

۱۔ تشکیل انسانیت ۲۵۶

۲۴۷

۲۔

مسلمانوں کے طبیعی کارنامے | مسلمانوں کے طبیعی کارناموں کی فہرست کافی طویل ہے۔ مختصر یہ کہ انہوں نے روشنی، نظر، کسوف و خسوف، زلازل، باد و باران، حیوانات، نباتات اور خواص اشیاء یہ لائن تعداد کتابیں لکھیں، گندھک اور شورے کا تیزاب بنایا معادن پگھلانے کے آلات ایجاد کیے۔ اکمل سے کام لیا۔ جبرِ ثقل کے قوانین پہ روشنی ڈالی، مآلعات معادن اور سیلاب وغیرہ کا وزن معلوم کیا۔ نیز پہاڑوں اور سمندروں کے ذخائر پہ بحث کی۔

عرب علمائے طبیعی

جابر بن حیان (۶۸۳ء) | کو فے کارہنے والا۔ علم الکیمیا کا بابا آدم سمجھا جاتا ہے۔ اس نے سو کتابیں لکھیں تھیں۔ لیکن آج ناپید ہیں۔ اس نے یورپ کے علم کیمیا پہ گہرا اثر ڈالا۔ اس کی کتاب الکیمیا کا لاطینی ترجمہ ایک انگریز رابرٹ آف چیسٹر نے ۱۱۴۴ء میں کیا تھا اور اس کی ایک اور کتاب السبعین کو کرمیونہ کے عالم جیوہارڈ ۱۱۸۷ء نے لاطینی میں منتقل کیا تھا۔ ۱۶۷۲ء میں اس کی ایک کتاب فرانسیسی میں ترجمہ ہوئی۔ انسائیکلو پیڈیا برطانیکا نے لفظ جابر کے تحت ایک ایسے یورپی جلسہ ساز کا نام لکھا ہے جو جابر کی تصانیف کو لاطینی میں منتقل کرنے کے بعد انھیں اپنی تخلیقات بنالیتا تھا کیمائے جدید میں بعض ایسی اصطلاحات بدستور موجود ہیں جو جابر نے وضع کی تھیں۔ ۱۸۹۲ء میں مشرق و مغرب نے جابر کی نو کتابوں کا فرانسیسی میں ترجمہ کیا۔

رازی ۹۲۵ء | پورا نام محمد بن زکریا ابو بکر۔ رے میں پیدا ہوا۔ طب میں لازوال

شہرت کا مالک ہے اور تقریباً دو سو کتابوں کا مصنف جن میں سے نصف سے زیادہ طب پر ہیں۔ بارہ علم الکیمیا پر۔ چند ایک فلسفہ و روحانی علاج، نظر، برف اور غروب شمس و نجوم پر ہیں۔ ایک کتاب میں زمین کی ساخت پر بحث ہے۔ نام ہے۔

رسالة في البحث عن الارض الطبيعية هي الطين امر الحجور اور ایک میں بتایا ہے کہ فضا میں زمین کیسے معلق ہے۔ عنوان ہے۔

کتاب سبب وقوت الارض في وسط السماء

اس کی ایک کتاب چھپک اور خسروے پر تھی۔ جو پہلے لاطینی اور پھر دیگر یورپی زبانوں میں ترجمہ ہوئی۔ اس کتاب کا انگریزی ترجمہ ۱۶۹۸ء میں ہوا۔ اور ۱۸۶۶ء تک چالیس مرتبہ چھپا۔ اس کی کتاب الحاوی میں جلدوں میں ہے۔ جس کی متفرق جلدیں یورپ کی آٹھ لائبریریوں میں موجود ہیں۔ سب سے پہلے اس کا ترجمہ سلی کے ایک یہودی طبیب فرج بن سالم نے ۱۶۴۹ء میں کیا تھا۔ ۱۶۸۶ء کے بعد یہ ضخیم کتاب چھپن برس کے عرصے میں (۱۵۴۲ء تک) پانچ مرتبہ شائع ہوئی۔ تیرھویں صدی کے نصف آخر میں فرج بن سالم نے رازی کی بعض دیگر کتابوں کو لاطینی میں منتقل کیا۔ اور جیہارڈ نے اس کی کتاب الاسرار کا لاطینی ترجمہ پیش کیا۔ رازی نے یورپ کی طب پر گہرا اور پائیدار اثر ڈالا۔ راجریکن اپنی تصانیف میں رازی کا بار بار حوالہ دیتا ہے اور پیرس یونیورسٹی میں رازی و سینا کی تصاویر آج بھی آویزاں ہیں۔

۶۹۸۳ | گوالیرونی مؤرخ کی حیثیت
۶۱۰۴۸ | البوریکان محمد بن احمد البیرونی
سے مشہور ہے۔ لیکن وہ ایک قابل طبیب، منجم، جغرافیہ دان اور طبیعی بھی تھا۔ طب پر کتاب الصیدلہ، ہیئت پر

تقسیم وقانون اور جواہر و معادن پر الجواہر فی الجواہر لکھی جس میں بیس معادن اور تمام جواہر کے اوزان و خواص پر بحث کی۔ اس کی بیشتر کتابیں ابھی تک طبع نہیں ہوئیں۔ ان میں سے اکثر اسکودیل کے کتب خانہ میں موجود ہیں۔ اس نے معدنیات نمونے جمع کرنے اور ان کے مطالعہ پر بیس سال لگائے تھے۔

علی بن حسین المسعودی بغدادی ۹۵۶ھ مسعودی مؤرخ و جغرافیہ دان تھا۔ اس کی مشہور تصنیف

مروج الذهب میں ہندو لہروں، دریائی سانپوں، موتیوں، زبلوں بحیرہ مردار کے پانی، ہوائی چکی اور نظریہ ارتقاء پر بھی طویل بحثیں ملتی ہیں۔

انوان الصفا یہ فلسفیوں کی ایک جماعت تھی جس نے دسویں صدی عیسوی میں پچاس رسائل لکھے۔ ان میں سے سترہ طبیعیات پر ہیں۔ ان میں معادن کی تکوین، زلزلوں، امواج بحر، عناصر اربعہ، باد و باران اور افلاک پر بحث کی گئی ہے۔

ابن الہیثم ۹۶۵ھ بصرے کا رہنے والا۔ پورا نام حسن بن حسن ابن الہیثم دو سو کتابوں کا مصنف تھا۔ ان میں سے بیشتر ریاضی

ہیئت، روشنی اور روایت پر ہیں۔ اس نے ایسے شیشوں پر بحث کی ہے۔ جن سے اشیاء صاف اور بڑی نظر آتی ہوں (عینک)۔ اس نے شفق، قوس قزح، ہالہ اور خسوف و کسوف پر بھی کتابیں لکھیں۔ اس نے پہلی دفعہ اعلان کیا کہ روشنی شفاف چیز سے گزر کر ایک طرف کو مڑ جاتی ہے۔ اس نے اقلیدس اور ابطلمیوس کے اس نظریہ کی کہ رویت اس شعاع سے ہوتی ہے جو آنکھ سے نکل کر مڑتی

تک جاتی ہے، تردید کی۔ اور کہا کہ سرئی کا عکس آنکھ تک آتا ہے۔ اور اسی کا نام دیکھنا ہے۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ طلوع و غروب کے وقت سورج کیوں بڑا نظر آتا ہے اور اشیار کے وزن پہ ہوا کا کیا اثر پڑتا ہے۔ راجر بیکن نے اسی کے مشاہدات سے کام لے کر دور بین ایجاد کی۔ یہ اپنی تصانیف میں بار بار ابن الہیثم کا حوالہ دیتا ہے۔ کیپلر اور لیونارڈو (تیرھویں صدی) نے بھی اسی کے نظریات پر مطالعہ روشنی کی بنا ڈالی تھی۔ راجر بیکن طبیعیات میں بڑا مقام رکھتا ہے لیکن بقول ذیل ڈیویدان :

“Without Ibn ul Haitham Roger Bacon would have never been heard of”

(ابن الہیثم کے بغیر راجر بیکن کا نام و نشان تک نہ ہوتا،
ابن الہیثم کی چند تصانیف :-

- | | |
|--------------------|---------------|
| ۱۔ ترمیع الدائرہ | ریاضی |
| ۲۔ الماتہ وقوس قزح | موسمیات |
| ۳۔ مسئلہ ہندسیہ | انجینئرنگ |
| ۴۔ اصول الکواکب | نجوم |
| ۵۔ شور القمر | چاند کی روشنی |
| ۶۔ کتاب المناظر | رویت |
| ۷۔ ہیئۃ العالم | کائنات |

۱۷ ایچ آف فیتہ

ان میں سے ایک کتاب المناظر کا لاطینی اور اطالوی میں ترجمہ ہوا تھا۔
 الکندی یعقوب بن اسحاق ۸۵۰ ^{اسلام کا مشہور فلسفی، منجم}
^{طیب اور طبیعی جس کی ساری}
 زندگی لکھنے میں گزری۔ اتفطی نے اس کی دوسو پچیس کتابوں کی فہرست دی ہے،
 تقسیم یہ ہے۔

فلسفہ، منطق، حساب، موسیقی، ہیئت، طب، نفسیات
 سیاست، طبیعیات، متفرق - میزان ۲۲۵ -
 الکندی کے طبیعی موضوعات یہ تھے۔

عناصر اربعہ کی ماہیت، زمانہ کیا ہے؟ گرمیوں میں فضا کیوں خشک ہوتی ہے؟
 پیری میں سردی لگنے کی وجہ، جواہرات، پتھروں کی اقسام، رنگ، فولاد، شہد
 کی اقسام، عطر سازی، الکیمیا، مدوجزر، آئینہ، حشرات، زلزلوں کا سبب، کرشک
 چمک، بارش اور اولوں کی حقیقت وغیرہ۔
 چند طبیعی کتابوں کے نام :-

۱۔ کتاب فی ماہیۃ الزمان والحدین والحدھ۔ زمانے پر
 ۲۔ کتاب فی الکواکب الذی یظہر آیا ما ویضمحل چند روزہ
 ستاروں پر جو غائب ہو جاتے ہیں۔

۳۔ کتاب فی استخراج بعد مرکز القمر من الارض۔ چاند
 اور زمین کی مسافت پر۔

۴۔ کتاب معرفۃ العاد قلل الجبال اپہاروں کی چوٹیوں کا فاصلہ

معلوم کرنے کا طریقہ۔

۵۔ کتاب فیما یُصَبَّحُ فِیْ عَطْرِ لَوْنًا۔ رنگوں پر

۶۔ کتاب کیمیاء لعطر۔ عطر سازی پر

۷۔ کتاب فی الخیل۔ گھوڑوں پر۔ وغیرہ وغیرہ

الکندی آج سے سو اکیس سو سال پہلے کا آدمی ہے۔ عربستان کے ایک گوشے میں کارہنہ والا۔ جہاں آج بھی کوئی کالج یا اس سے ملتی جلتی درس گاہ موجود نہیں۔ نہ جانے اُس تاریک زمانے میں وہاں اتنا بڑا فاضل کیسے پیدا ہو گیا۔ اور اس نے حساب، فلسفہ اور ریاضی جیسے ٹھوس مضامین پر درجنوں کتابیں کیسے لکھ لیں؟

فارابی، ابو نصر محمد بن محمد (۹۹۵ء) | فاراب چینی ترکستان میں ایک

ہوا۔ اور بعد میں بغداد چلا گیا۔ یہ اسلام کے عظیم فلسفیوں میں شمار ہوتا ہے ساتھ ہی منجم، طبیب اور طبیعی بھی تھا۔ کشف الظنون میں اس کی ایک سو چودہ تصانیف کے نام درج ہیں۔ چند ایک یہ ہیں:-

۱۔ کتاب النجوم

۲۔ کتاب الردّ جالینوس

۳۔ کتاب الاخلاق

۴۔ کتاب فی العلم الالہی

۵۔ کتاب الیاسات المدنیہ

۶۔ کتاب الموسیقی

۷۔ کتاب فی الجن

ہیت

طب

اخلاق

الہیات

سیاست

موسیقی

جنات کی حقیقت پر

۸۔ کتاب التاثير العلویہ ستاروں کا اثر زمین اور اہل زمین پر۔

۹۔ کتاب شرح السمار العالم آسمان و زمین

عبد اللطیف بغدادی ۱۱۶۲-۱۲۳۲ھ | یہ نحو، حدیث، فقہ، کیمیا، طب اور علوم طبعی کا بہت بڑا فاضل تھا۔ اس نے اپنی تصانیف میں قحط اور زلزلوں پہ بھی بحث کی ہے۔ اس کی تصانیف اب ناپید ہیں۔ صرف ایک باقی ہے جس میں مصر کے حالات ہیں۔ نام ہے:-

الْإِفَادَةُ وَالْإِعْتِبَارُ

یہ لاطینی، فرانسیسی اور جرمنی میں ترجمہ ہو چکی ہے۔

ابوالعباس شہاب الدین تفاشی وفات در مصر ۱۲۵۴ھ | یہ جواہرات کے

پہچاننے اور پرکھنے میں مددگار رکھتے تھے۔ اس فن پر ان کی ایک کتاب اظہار الافکار فی جواہر الاسجار والاسجار علمی حلقوں میں بڑی شہرت رکھتی ہے۔

الخازنی ۱۲۰۰ھ | یہ ایک یونانی غلام تھا۔ جو ترو میں آباد ہو گیا تھا۔ اس نے ایک کتاب کشش ارضی اور پانی کے وزن و حجم پہ لکھی۔

شہاب الدین القرافی ۱۲۸۵ھ | قاہرہ کا ققیہ و قاضی، جس میں فریڈرک دوم کے ان تین سوالات کا جواب

لکھا تھا:-

اول: لاشی کا وہ حقہ جو پانی میں ڈوبا ہوا ہو۔ کیوں ٹیڑھا نظر آتا ہے؟

لے انسائیکلو پیڈیا آف اسلام

ثووم۔ کبھی کبھی آنکھوں کے سامنے شعلے سے اڑتے نظر آتے ہیں۔
کیوں؟

ہوم۔ سورج طلوع و غروب کے وقت کیوں بڑا دکھائی دیتا ہے؟
نیز چشم و نظر پر ایک کتاب لکھی جس میں سپاس مسائل پر بحث تھی۔
ابن العوام ۱۱۹۰ء | اشبیلیہ کا ایک حکیم جس نے بارہویں صدی کے آخر
میں زراعت پر ایک کتاب لکھی۔ اس میں پانچ
سو پچاسی نباتات کا ذکر ہے زمین کی اقسام بتائیں۔ بیج کو ترقی دینے، فصلوں
کے امراض اور ان کے علاج پر روشنی ڈالی۔ سپاس پھلدار درختوں کو لگانے
اور پالنے کے طریقے بھی لکھے۔

ابن البیطار، ابو محمد عبد اللہ بن احمد ضیاء الدین ۱۲۸۸ء | نباتات کا
بڑا عالم تھا۔ اس نے مطالعہ نباتات کے لیے افریقہ، شام اور چند دیگر ممالک
کا سفر کیا اور پھر اپنی مشہور کتاب الجامع فی الاحادیث المفردات مرتب کی جس
میں چودہ سو بوٹیوں کے خواص و کوائف اور ڈیڑھ سو اہلجائے عالم کی آراء درج
ہیں۔ یورپ کے ایک فاضل میٹر نے اپنی کتاب:

میں الجسامع کو محنت و مطالعہ کا ایک یادگاری مینار قرار دیا ہے۔
الجاذبہ عمرو بن بکر، بصری ۸۶۹ء | یہ علم حیوانات کا امام سمجھا جاتا
ہے۔ اس کی کتاب الحیوان یونانی

لے میراث

میں صدیوں بطور نصاب رائج رہی۔ اس کی تصانیف کی فہرست کافی خوب
ہے۔ اہم ترین یہ ہیں۔

- | | |
|--------------------------|-----------------------------|
| ۱۔ کتاب الزرع والنخل | نباتات پر |
| ۲۔ کتاب المعادن | معادن پر |
| ۳۔ کتاب السودان والبیضان | سیاہ و سفید نسلوں پر۔ |
| ۴۔ کتاب النساء | عورتوں کی نفسیات پر۔ |
| ۵۔ کتاب الفتيان | نوجوانوں کی نفسیات پر۔ |
| ۶۔ کتاب الجوارى والعلمان | غلاموں اور کنیزوں پر |
| ۷۔ کتاب القیان | گھانے والی لڑکیوں پر |
| ۸۔ کتاب النخلار | کنجوشوں پر |
| ۹۔ کتاب اخلاق الملوك | شاہوں کے اخلاق پر |
| ۱۰۔ کتاب البیان والتبيين | شعر اور ادب کے عرب کا تذکرہ |

چند دیگر علماء | زکریا قزوینی (۹۱۲ھ) بھی حیوانات، نباتات اور جواہرات کا عالم تھا۔ محمد الدیمیسی کی کتاب الحیوانات بھی خاصی مقبول

ہے۔ اشبیلہ کا ایک عالم ابو العباس (۹۱۲ھ) مطالعہ نباتات کے لیے اطلس سے قلمزم تک گیا۔ اور پھر ایک کتاب لکھی۔ مشہور جغرافیہ دان الآفدیشی ۱۱۶۶ھ نے تین سو ساٹھ پودوں پر بحث کی۔ کسی عرب نے شہباز داری پر یہ ایک کتاب لکھی تھی، جس کا لاطینی ترجمہ فریڈرک دوم نے کرایا تھا۔ میڈرڈ کے ایک عالم متسلر بن احمد نے سیلاب سے مر قیودک لکساٹڈ بنایا تھا۔

۱۔ ایک آف فیرم

کہاں تک لکھوں۔ یہ داستان بہت طویل ہے۔ ابن القفلی (۱۲۴۸) نے تاریخ الحکما میں چار سو گیارہ اور ابن ابی اصیْبہ نے طبقات الاطباء میں چھ سو حکماء کے حالات لکھے ہیں۔ ان میں سے بیشتر طبیعی تھے۔ اگر ان حضرات کی تصانیف یورپ نہ پہنچتیں تو اس کی حیاتِ ثانیہ کئی سو سال پیچھے جا پڑتی درست کہا تھا یورپ کے ایک فاضل نے :-

The Arabs must be considered

The real creators of Physical

Science.

(Alexander Von Humboldt)

میڈیکل سائنس یا طب

چونکہ درسِ نظامی میں تمام علوم شامل ہیں اور ہر طالبِ العلم کو نحو، منطق، فلسفہ، فقہ، حدیث، ریاضی، ہیئت، تفسیر، طب، بدیع و معانی، عروض، کلام، مناظرہ اور دیگر اصنافِ علم لازماً پڑھنا پڑتی ہیں۔ اس لیے اس درس کا فائدہ تحصیلِ سب کچھ ہوتا ہے۔ لیکن بعد از تحصیل کوئی طبیب بن جاتا ہے۔ کوئی منجم، کوئی محدث اور کوئی فلسفی۔ اور کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی شہرت کئی پر لگا کر اڑتی ہے۔ عمر خیام شاعر بھی تھا اور محاسب بھی، سینا و رازی طبیب بھی تھے اور فلسفی بھی۔ یاقوت حموی مؤرخ بھی تھا اور جغرافیہ دان بھی، البیرونی طبیعی بھی تھا اور مؤرخ بھی۔ وقس علی ہذا۔ اسلام نے ہزار با علماء و حکماء پیدا کیے یہ سب کے سب طبیب تھے لیکن ان میں سے اکثر طب کو پیشہ نہ بنا سکے ہم یہاں چند

۱۔ فلسفہ و تہذیب مشرق و مغرب میں - از چالس اے مور ص ۱۷۱

ایسے حکماء کا ذکر کریں گے۔ جنہوں نے طب میں نام پیدا کیا۔ اور اس فن پر کتابیں بھی لکھیں۔

دنیا یونانی علوم کو بھول چکی تھی۔ صدیوں بعد ان کے احیاء کی پہلی کوشش ان حکماء نے کی جو جندیثا پور میں جمع ہو گئے تھے اور پھر بعض شامی علماء اس طرف متوجہ ہوئے۔ مترجمیں (۶۵۳۶) پہلا شامی عالم تھا جس نے جالینوس کے بعض تراجم شامی میں کیے۔ اسکندریہ کے ایک پادری اثیرن (ساتویں صدی) نے طب پر ایک کتاب لکھی جسے دور اُمیہ میں عمر بن عبدالعزیز (۷۱۷-۶۷۰) کے حکم سے مائٹروبیہ یودی نے عربی میں منتقل کیا تھا۔ اسلامی دور کی یہ پہلی طبی کتاب تھی۔ ۵۵۰ء میں المنصور عباسی (۵۴۳-۵۷۵) نے جندیثا پور کے ایک طبیب جبریل کو علاج کے لیے بلایا اور کچھ مدت کے لیے دوبارہ ہی میں رکھ لیا۔ اُس کی پشت سے جبریل بن نجیب یثوع، نجیب یثوع بن جبریل اور بیسیوں دیگر بلند پایہ اطباء پیدا ہوئے۔ انہی اطباء کی وجہ سے عباسیوں کو یونانی طب کے ترجمے کا شوق پیدا ہوا۔ ہارون الرشید، ماموں و معتصم کا طبیب خاص یوحنا بن ماسویہ (۶۸۵ء) اُن طبی کتابوں کے ترجمے پر مامور ہوا جو بلادِ روم سے ملی تھیں۔ یہ خود بھی مصنف تھا۔ اَلْفِطْلٰی نے اس کی اشٹائیس طبی کتابوں کے نام دیے ہیں۔

۱۔ کتاب البزَام

۲۔ کتاب الاسہال

۳۔ کتاب علاج الصُّلْع۔

۴۔ ایک روایت یہ ہے کہ مروان بن حکم (۶۸۳-۶۸۵) نے یہ ترجمہ کرایا تھا۔

۴۔ کتاب ماہ الشعر

۵۔ کتاب القولج

۶۔ کتاب التشریح

۷۔ کتاب الحمام وغیرہ

یوحنا کا ذکر چل پڑا ہے تو ایک لطیفہ بھی سن لیجیے۔ ایک مرتبہ ابن محمد النذیم نے خلیفہ متوکل (۸۲۷ - ۸۶۱) کے بھرے دربار میں یوحنا سے مذاق کیا۔ یوحنا نے جواباً کہا۔ کہ اگر تم میں بجائے جہالت عقل ہوتی اور بمقدار جہالت ہوتی، اور اس عقل کو ایک سو بھونڈوں (گھانگوں) میں بھتہ برابر تقسیم کر دیا جاتا۔ تو ہر بھونڈا ارسطو سے زیادہ عقلمند بن جاتا۔

حنین بن اسحاق (۸۰۹ - ۶۸۷) نے جالینوس کی ایک سو تیس کتابیں عربی میں منتقل کی تھیں۔

حنین بن اسحاق ۶۸۷

اس کے بیٹے اسحاق (۶۹۱۰) اور بھتیجے جلیس نے نوے تراجم کیے۔ حنین کے نوے شاگرد بیت الحکمتہ میں ترجمہ پر مامور تھے۔ اس کے رفقا میں سے ثابت بن قرۃ (۸۲۵ - ۶۹۰) اور قسطنطین (۶۹۰) خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ القفطی نے قسطنطین کی باتیں کتابوں کا ذکر کیا ہے جن میں سے پانچ طب پر ہیں۔ باقی ریاضی، نجوم، سیاست، تاریخ وغیرہ پر۔ ثابت بن قرۃ نے ایک سو چھ کتابیں لکھی تھیں۔ ان میں سے بارہ طب پر، دس ریاضی پر، نو ہنیت پر، دو سیاست پر، تین طبیعیات پر اور ایک موسیقی پر ہے۔

حنین نے ایک سو تین تراجم کیے۔ اور تقریباً تین درجن کتابیں لکھیں۔

بیشر طب پر اور کچھ طبیعیات پر۔ چند نام یہ ہیں :-

غذا پر

۱۔ کتاب الاغذیہ

- | | |
|---|-------------------------------|
| ۲۔ کتاب الاسنان واللثة | دانتوں پر |
| ۳۔ کتاب الحمام | مُغسل پر |
| ۴۔ کتاب عِلل العین | امراض چشم پر |
| ۵۔ ادویات المعدة وعلاجها | معدے کی امراض پر |
| ۶۔ کتاب تولد الحصات | گٹری پر |
| ۷۔ کتاب القرخ | سوزاک |
| ۸۔ کتاب المدو الجزر | سمندر کے مدوجز پر۔ |
| ۹۔ کتاب السبب الذی صارت
للمیاء البحر الحیة | سمندر کا پانی کھاری کیسے ہوا؟ |
| ۱۰۔ کتاب الالوان | رنگوں پر۔ |

الکندی ۶۸۵۰ | الکندی ہر فن مولا تھا۔ اس نے طب پر چوبیس کتب ہیں
لکھیں۔ چند نام یہ ہیں۔

- ۱۔ کتاب الطب الروحانی
- ۲۔ الطب البقراطی
- ۳۔ فی الغذاء والدوار
- ۴۔ الادویۃ المشفیۃ من الروایح الموفیر
- ۵۔ کتاب کیفیۃ الدماغ
- ۶۔ فی اقسام الحمیات
- ۷۔ علاج الطحال
- ۸۔ فی دُخخ المعدة والنقرس
- ۹۔ فی علۃ نفث الدم

۱۰۔ فی علۃ الجنام

رازی دوسو کتابوں کا مصنف تھا۔ اس کی بعض کتابیں ترجمہ ہو کر یورپ کی درسگاہوں میں مدتوں بطور نصاب استعمال ہوتی رہیں۔ راجر بیکن بار بار رازی کا ذکر کرتا ہے۔ اس نے یورپ کی طب پر گہرا اور پائیدار اثر ڈالا۔ رازی نے ایک کتاب چھپک پر بھی لکھی تھی، جو یورپ میں بہت مقبول ہوئی۔ ۱۵۰۹ء میں رازی کی بعض کتابوں کا لاطینی ترجمہ ونیس (اٹلی) میں ہوا۔ بعض دیگر کتب کا ترجمہ ۱۵۲۸ء میں چند فرانسیسی علماء نے کیا تھا۔ لووان (بلجیم) کا کالج ۱۷۱۶ء میں قائم ہوا تھا۔ وہاں سینا رازی کی تصانیف داخل نصاب تھیں۔ اس کی چند کتابوں کے نام یہ ہیں:-

۱۔ کتاب الشکوہ علی جالینوس

۲۔ کتاب کیفیۃ الابصار

۳۔ کتاب الباہ

۴۔ کتاب المحادی فی الطب

۵۔ کتاب الطب الملوکی

۶۔ کتاب الفالج

۷۔ کتاب اللقوۃ

۸۔ کتاب ہیئت القلب

۹۔ کتاب أوجاع المفاصل

۱۰۔ کتاب القوۃ

دنیا کے اسلام

ابو علی حسین بن عبداللہ بن سینا (۹۸۰-۱۰۳۷) کا یہ عظیم فیلسوف

اور طبیب، جسے مورخ "الشیخ الرئیس" کے نام سے یاد کرتا ہے، تقریباً ایک سو

پندرہ کتابوں کا مصنف تھا۔ کچھ طب پر اور باقی ہیئت، ادب، منطق، فلسفہ

و ریاضی پر۔ اس کی چند طبی کتابوں کے نام یہ ہیں:

- ۱۔ القانون ۱۲ جلدیں
- ۲۔ کتاب الشفاء ۱۸ "
- ۳۔ کتاب القورنج
- ۴۔ کتاب الحواشی علی القانون
- ۵۔ کتاب الادویۃ القلبیۃ
- چند غیر طبی کتابیں
- ۱۔ کتاب الحاصل والمحصل ۲۰ جلدیں
- ۲۔ کتاب الانصاف ۲۰ "
- ۳۔ کتاب لسان العرب ۱۰ "
- ۴۔ کتاب النجات ۲۰ " (تیس)
- ۵۔ کتاب البر والاثم ۲ " (دو)
- ۶۔ کتاب المعاد
- ۷۔ رسالۃ القضاء والقدر
- ۸۔ کتاب عیون الحکمت
- ۹۔ مختصر اقلیدس
- ۱۰۔ کتاب الاشارات

سینا کی القانون طب کا شاہکار سمجھی جاتی ہے۔ بارہویں صدی میں
جبرارڈ نے اسے لاطینی میں منتقل کیا۔ اس کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ
پندرہویں صدی کے آخری تیس برس یہ سولہ مرتبہ شائع ہوئی۔ پندرہ ایڈیشن
لاطینی تھے۔ اور ایک عبرانی۔ سولہویں صدی میں اس کے بیس ایڈیشن نکلے
اس کا ایک جزوی ترجمہ انگریزی میں بھی ہوا۔ یورپی علماء نے اس کی اس
قدر شرمیں لکھیں۔ اور چھوٹے چھوٹے حصوں کے اس قدر ایڈیشن نکالے۔
کہ انہیں شمار کرنا مشکل ہے۔ یہ کتاب صدیوں تک یورپ کی درسگاہوں
میں بطور نصاب رائج رہی۔ مائیکل سکاٹ نے (۱۲۲۲-۱۲۲۶ء) کے درمیانی
عرصے میں ارسطو کی وہ کتابیں جو حیوانات و نباتات پر تھیں، سینا کے حواشی
کے ساتھ لاطینی میں منتقل کیں۔ ڈاکٹر وٹیم آسلر القانون کو طب کی بائبل کہا
کرتا تھا۔

یہ فاطمی خلفا کا درباری طبیب تھا۔ اس
اسحاق مصری (۸۵۵-۹۵۵ء) کی دو کتابیں قارورہ اور ہادی الاطباء
صدیوں یورپ کی درسگاہوں میں رائج ہوں۔ ان کا لاطینی ترجمہ قسطنطین افریقی
نے سترہویں صدی میں کیا تھا۔ رابرٹ برٹن (۱۶۴۰ء) اپنی کتاب

Anatomy of Melancholy

میں اس اسحاق کا بار بار حوالہ دیتا ہے۔

۱۰ میراث ص ۳۲۹

۱۱ " ص ۳۲۵

ابن الجزار (۱۰۰۹) | یہ اسحاق کا شاگرد تھا۔ اس کی ایک کتاب زاد السافر یونانی۔ عبرانی اور لاطینی میں ترجمہ ہوئی۔ لاطینی ترجمہ قسطنطین افریقی نے کیا تھا۔ لیکن بددیانتی کی انتہا دیکھیے کہ ترجمہ کو اصل بنا کر اس پر اپنا نام بطور مصنف جڑ دیا۔

علی عباس (۹۹۴) | ایران کا ایک طبیب جس کی الکتاب الملکی دوسرے لاطینی میں ترجمہ ہوئی اور یورپ کی درسگاہوں میں بطور زیناب استعمال ہوتی رہی۔ جب سینا کی القانون وہاں پہنچی تو اس کی تدریس ختم ہو گئی۔ اس کا پہلا لاطینی ترجمہ اٹینی (انطاکیہ) کارہنے والا نے ۱۲۷۷ء میں کیا تھا۔

ابو القاسم بن عباس (۱۰۱۳) | میراث میں اس کی تاریخ وفات ۱۲۷۷ء اور تمدن عرب میں ۷۰۰ء درج ہے۔ یہ قرطبہ کا درباری طبیب تھا۔ اور فن جراحی میں اتنی شہرت رکھتا تھا کہ دور دور سے مریض اپریشن کے لیے اس کے ہاں آتے تھے۔ اس کی کتاب المنصوری ملن عجوز عن التالیف کا لاطینی ترجمہ ۱۲۹۷ء میں ہوا۔ فرانس کے ایک سرجن Guy De Chauliac (۱۳۶۸) نے اس ترجمے کو اپنی ایک تصنیف کے ساتھ بطور ضمیمہ شامل کیا۔

حسدے بن شپروت (۹۹۰) | عبد الرحمان سوم (۹۱۲-۹۶۱) اور الحکم دوم (۹۶۷-۹۷۶) کا درباری

۱	میراث ۲۲۶
۲	تمدن عرب ۲۵۵
۳	میراث ۳۳

طیب، جس نے ایک یونانی طیب ڈیا سکرانڈ (ششہ) کی کتاب میڈیکام
اعربی ترجمہ کیا تھا۔ اور بعد میں ابن جلیجل اندلسی نے اس کی شرح لکھی۔
اشیلیہ کارہنے والا، ابن رشد کا دوست اور کتاب التفسیر

ابن زہر (۱۱۶۲) کا مصنف۔ اس کتاب کا لاطینی ترجمہ ۱۲۸۰ء میں
پیزاویٹین نے کیا۔ ول ڈیوران لکھتا ہے کہ ابن زہر جالینوس کے بعد سب
سے بڑا طیب تھا اور تپ دق، ناسور اور فالج کے علاج میں ماہر تھا۔

اس کی طبی تصانیف کے لاطینی تراجم مدتوں
داؤد الانطاکی (۱۵۹۹) یورپ میں استعمال ہوتے رہے۔

غناطہ کا طیب جو ساٹھ کتابوں کا مصنف
ابن الخطیب (۱۳۱۳-۱۳۴۲) تھا۔ ایک مرتبہ سپین میں طاعون کی وبا

پھوٹ پڑی۔ اور پادریوں نے اسے سزائے گناہ سمجھا۔ تو ابن الخطیب نے
طاعون پر ایک کتاب لکھی۔ اس میں اسباب طاعون پر بحث کی۔ نیز بتایا کہ یہ
ایک متعدی مرض ہے۔ اس کی تائید میں اس کے ایک ہم عصر وہیم وطن ابن الخاتمہ
(۱۳۶۹) نے بھی ایک کتاب لکھی۔ اور طاعون کو متعدی مرض قرار دیا۔ متعدی کا نظریہ
یونانی طب میں موجود نہ تھا۔ اس لیے یہ انکشاف اچھوتا تھا۔ ان دونوں کی تصانیف
چودھویں اور سولہویں صدی کے درمیان یورپ میں بار بار چھپیں۔

۳۳ میراث منہ

۳۴ ایک آف فیتہ منہ

۳۵ میراث منہ

۳۶ " منہ

ابن رشد (۱۱۹۸ء) سپین کا یہ عظیم فیلسوف لیب بھی تھا۔ اس کی لے
بنافسہ نامی نے لاطینی میں منتقل کیا۔ اس نے لب پرولہ کتا میں لکھی تھیں
چند دیگر لاطینی تراجم
چند اور اطباء جن کا بعض کتا ہیں۔ لاطینی
میں ترجمہ ہوئے یہ ہیں:

- ۱۔ علی بن رضوان مصری (۱۱۶۴ء)
- ۲۔ ابن بطالان بغدادی (۱۱۶۳ء)
- ۳۔ ماسویہ ماریہ بنی بغدادی (۱۱۵۵ء)
- ۴۔ علی بن عدی بغدادی، ماہر اراغی ختم (۱۱۰۰ء)
- ۵۔ ابودیمان البیرونی (۱۱۲۸ء)

ڈاکٹر ڈیریر لکھتے ہیں کہ چچک کا ایک مسلمانوں کی ایجاد ہے۔

۱۶۲۱ء میں وسطی یورپ کی ایک بلوچی میرسی وارٹلی مانیگ

ٹیکے کا طریقہ سیکھا، لیکن جب اپنے وطن میں واپس

دواں اس ٹیکے کا طریقہ سیکھا، لیکن جب اپنے وطن میں واپس

متعدد یونانی کتابوں کا ترجمہ اور چند طبی کتابوں

کا مصنف بھی تھا۔ مثلاً

(۱۱۱۹ء)

الادویۃ المفردہ

کتاب الادویۃ المفردہ

کتاب الادویۃ المفردہ

کتاب الادویۃ المفردہ

کتاب الادویۃ المفردہ

کتاب الادویۃ المفردہ

کتاب الادویۃ المفردہ

کتاب الادویۃ المفردہ

۲۔ کتاب کناش الخف۔

۳۔ کتاب تاریخ الاطباء۔

ثابت بن قمرہ (۸۲۶-۹۰۱) | حُرّان (شام) میں پیدا ہوا۔ اور بغداد میں رہائش اختیار کر لی۔ اس کی طبی تصانیف

یہ ہیں۔

۱۔ کتاب فی النبض

۲۔ فی دَجَع المفاصل والنقرس

۳۔ کتاب فی البیاض الذی ینظر فی البدن

۴۔ کتاب فی ادجارج الکلی والمثانہ

القفطی نے تاریخ الحکماء میں اس کی ایک سو چھ کتابوں کی فہرست دی

سب جن میں سے تیرہ طب پر ہیں۔

خلیفہ متوکل (۸۲۷-۸۶۱) کا مصاحب اور تین طبی

ابن سہل الطبری | کتابوں کا مصنف :-

۱۔ کتاب کناش الحضرة

۲۔ منافع الاطعمۃ والاشربة والعقاقیر

۳۔ کتاب تحفة الملوك

عظیم مفسر فلسفی، جس نے ابن سینا پر سخت

تنقید کی۔ تاریخ الحکماء میں اس کی ایک سو

الفخر الرازی (۱۲۱۰)

تصانیف کے نام دیئے ہوئے ہیں۔ ان میں سے کچھ طب پر بھی ہیں۔ مثلاً :

۱۔ الجامع الکبیر فی الطب

۲۔ کتاب النبض

۳۔ شرح کلیات، القانون

مزید تفصیل کے لیے ابن ابی اُصیبہ کی طبقات الاطباء اور مکاشف عالم
(تاریخ الحکما کا اردو ترجمہ از ڈاکٹر برق) ملاحظہ فرمائیے۔

فلسفہ

اسلام کے عہدِ زریں میں اسلامی فلسفہ جہاں بھر میں پھیل گیا۔ اور اس قدر
فلسفی پیدا ہوئے کہ انہیں گننا دشوار ہے۔ یہ فلسفی لایعنی مسائل پر نہیں سوچتے
تھے۔ بلکہ اُس اساس و صداقت پر بحث کرتے تھے۔ جس پر نظم کائنات قائم ہے
اسلامی فلسفے کے موضوعات یہ تھے۔

۱۔ خدا و کائنات

۲۔ صفاتِ الہیہ کی حقیقت

۳۔ انسان مجبور ہے یا مختار؟

۴۔ خیر و شر کی تشریح

۵۔ لذت و ألم کی حقیقت

۶۔ تلاشِ مہربت

۷۔ شخصیت پر اعمال کا اثر

۸۔ حیات کی منزل

۹۔ زمین را گذرِ حیات ہے یا مسکن؟

۱۰۔ تقدیر، رضا و تسلیم، کائنات کی خفیه طاقتیں، اعمال و جزائے اعمال

اقوام کی بقا و فنا، وحدتِ انسان۔ وغیرہ

چند فلسفیوں کے نام یہ ہیں :

ابن طفیل، ابوبکر محمد بن عبد الملک بن محمد بن طفیل ۱۱۸۵ء :

غرناطہ کے طبیب جو بعد میں وزارت کے منصب پر فائز ہوئے۔ ان کی تمام تصانیف پادریوں نے جلادی تھیں۔ صرف ایک فلسفیانہ ناول باقی رہ گیا ہے۔ نام ہے۔ حتیٰ بن یقظان۔ یہ پہلی فلسفیانہ کتاب ہے۔ جو داستان کی صورت میں لکھی گئی ہے۔ اس کے دیباچے سے ابن طفیل نے تاریخ فلسفہ لکھنے کے بعد امام غزالی ابن سینا اور ابن ماجہ کی بہت تعریف کی ہے۔ اور داستان میں یہ بتایا ہے کہ انسانی فکر کی فہم، ذات خداوندی ہے۔ اور حیات کی آخری منزل اللہ سے اتحاد ہے۔ اس کتاب کو ۱۶۴۱ء میں ایڈورڈ لوپ کاک نے لاطینی میں منتقل کیا تھا۔ اس کا ڈچ ترجمہ ۱۶۶۲ء میں روسی ترجمہ ۱۹۲۰ء میں اور سپینی ترجمہ ۱۹۳۲ء میں نکلا۔

کچھ فلسفیانہ تصانیف کے نام یہ ہیں۔

الکندی (۵۰۰ء) ۱۔ کتاب الفلسفۃ الاولیٰ فی مادون الطبیعیات و التوحید۔

۲۔ کتاب فی الفلسفۃ الداخلة

۳۔ کتاب فی أَنَّ اَفْعالَ الباری کُلُّها عدلٌ

۴۔ رسالۃ فی ماہیۃ العقل

۵۔ کتاب الحث علی تعلم الفلسفۃ

۶۔ فی ماہیۃ العلم و اقسامہ

۷۔ فی ماہیۃ الشئ الذی لا نہایۃ لہ۔

القفطی نے اس کی بیس فلسفیانہ کتابوں کے نام دیئے ہیں، اس کی متعدد تصانیف کا لاطینی ترجمہ جبرارڈ نے کیا تھا۔

فلسفی بھی تھا۔ اور طبیب بھی، اس کی چند تصانیف فارابی (۹۵۱) کے لاطینی تراجم بھی ہوئے۔ اس کی بعض فلسفیانہ کتابوں کے نام یہ ہیں :-

- ۱۔ کتاب فی اغراض ارسطاطالیس
 - ۲۔ کتاب فی العقل
 - ۳۔ کتاب الواحد والوحدۃ
 - ۴۔ کتاب فی اسم الفلسفة
 - ۵۔ کتاب الرد علی الرازی
 - ۶۔ کتاب فی اتفاق آراء ارسطاطالیس و افلاطون
 - ۷۔ کتاب فی الفلسفة وسبب ظهورها
- تاریخ الحکما میں اس کی تہتر کتابوں کے نام دیئے ہوئے ہیں جن میں سے تقریباً پچاس فلسفہ و منطق پر ہیں۔

اس حکیم کی چند فلسفیانہ کتابیں طلیطلہ کے بشپ ریمینڈ ابن سینا (۱۰۳۷) نے ۱۱۳۰ - ۱۱۵۰ کے درمیان لاطینی میں منتقل کرائی تھیں۔ بعض کے نام یہ ہیں :-

- ۱۔ کتاب البر والاثم
- ۲۔ بعض الحکمة والشرقیہ
- ۳۔ رسالۃ القضاء والقدر
- ۴۔ اقسام الحکمة

- ۵۔ النہایۃ واللاہنایۃ
- ۶۔ کتاب فی ان علم زید غیر علم عمر و۔
- ۷۔ کتاب عیون الحکمۃ
- ۸۔ کتاب الاشارات (منطق)

اپنے وقت کے عظیم فلسفی تھے۔ ان

اشیر الدین مفضل بن عمر (۱۲۲۶) کی تصانیف میں سے صرف دو

کتابیں باقی رہ گئی ہیں :-
ایسا غوجی اور ہدایت الحکمت۔ پہلی منطق پر ہے اور دوسری طبیعیات والہیات
وغیرہ سے بحث کرتی ہے۔

المعروف بہ ابن الخطیب، مفیتر۔ طبیب، محاسب

فخر الرازی (۱۲۱۰) | فلسفی سب کچھ تھا۔ اس کی چند فلسفیانہ تصانیف

کے نام یہ ہیں :

- ۱۔ المباحث الشرقیۃ
- ۲۔ مباحث الوجود والعدم
- ۳۔ کتاب القضاء والقدر
- ۴۔ رسالۃ الحدوث
- ۵۔ تجنیز الفلاسفہ
- ۶۔ کتاب الخلق والبعث

غرناطہ کے ایک فاضل، جو

لسان الدین ابن الخطیب (۱۳۶۴) | ساٹھ کتابوں کے مصنف۔

تھے۔ یہ کتابیں تاریخ، جغرافیہ، ادب، فلسفہ، طب اور تصوف پر تھیں۔

اشراق میں سے صرف آٹھ دس باقی رہ گئی ہیں۔ جن میں سے دو تاریخ کا ہیں۔
اور باقی متفرق فلسفہ کی کوئی کتاب باقی نہیں رہی۔

ابن الخمار بغدادی (ولادت ۹۴۳ء) | پورا نام حسن بن سوار الخمار
بہرام البوالخیر۔ اس کا مکتب

دس کتابوں کے نام ملتے ہیں۔ جن میں سے آٹھ منطق پر ہیں اور دو علم الکتاب
الوفاق بین الفلاسفة والنصاراء اور سیرۃ الفیلسوف فلسفہ پر ہیں۔

عمیسی بن زرعم بغدادی (۹۴۳-۱۰۰۸ء) | فلسفہ ارسطو کا ترجمہ
شارح تھا۔ اس کا مکتب

کتابوں کے نام تذکروں میں ملتے ہیں۔ ان میں سے ایک اخلاق پر دو
حیوانات پر اور باقی منطق و فلسفہ پر ہیں۔ چند نام:

۱۔ کتاب فی العقل

۲۔ اختصار کتاب ارسطو فی المحور من الارض

۳۔ کتاب موطیقا لارسطو

۴۔ کتاب خمس مقالات من کتاب نیقولاؤس فی فلسفہ ارسطو

۵۔ کتاب فی الحکما

ابو زکریا یحییٰ بن عدی بغدادی (۵، ۹ء) : اسی کتابوں کا مصنف
فارابی کا شاگرد تھا۔

اس کے انچاس کے نام تاریخ الحکما میں دیے ہوئے ہیں۔ بشمول
جس میں اور یہ فلسفہ پر :-

کتاب نقض حجج القائمین - بَانَ الْأَفْعَالِ خَلَقَ اللَّهُ الْكَوْنِ
مقالة فی أَنَّ الْأَفْعَالِ خَلَقَ اللَّهُ

۳۔ مقالۃ فی ضلالۃ من یعتقد ان علم الباری بالامور الممكنة قبل

وجودها۔

۴۔ رسالۃ کتبہ لابی بکر الادمی العطار۔

ابن تیمیہ، تقی الدین ابو العباس احمد بن عبد الحلیم (۱۲۶۳-۱۳۲۸ھ)

حزبان (شام) کے رہنے والے محدث، مفسر، فلسفی اور متکلم۔ پانچ سو کتابوں کے مصنف اور بدعت کے شدید دشمن تھے۔ ان کی تفسیر، *التحریر المحیط* پچاس جلدوں میں ہے۔ انہوں نے اٹھارہ برس کی عمر میں لکھنا شروع کیا تھا۔ وفات تک پانچ سو کتابیں لکھیں۔ جنہیں سے دو۔ چار۔ سات۔ دس، بیس جلدوں میں ہیں۔ اور ایک پچاس جلدوں نہرست تصانیف میری کتاب۔ سیرت امام ابن تیمیہ میں ملاحظہ فرمائیے۔

چند فلسفیانہ کتابوں کے نام یہ ہیں۔

۱۔ رسالۃ فی القضاء والقدر

۲۔ رسالۃ فی درجات الیقین

۳۔ الواسطۃ بین الخلق والحق

۴۔ رسالۃ فی الارادة والامر

۵۔ السیاسة الالہیۃ والآیات النبویہ

۶۔ المنقذ من الضلال

۷۔ رسالۃ فی الاحتجاج بالقدر

۸۔ رسالۃ فی مراتب الارادة

۹۔ الکلام علی حقیقۃ الاسلام والایمان

نیشاپور کے رہنے والے۔ بعد
 میں بغداد چلے گئے۔ یا قوت
 البوحیان التوحیدی (سنۃ میں زندہ)
 نے معجم الادباء میں ان کی سترہ تصانیف کا ذکر کیا ہے۔ جن میں سے الاشارات
 الالہیہ اور اخبار القراء و ذخائر الحکماء، فلسفے سے تعلق رکھتی ہیں۔

تفتازانی، علامہ سعد الدین مسعود بن عمر (۱۲۲۲-۱۳۸۹ھ) کے فاضل اہل
 علم البیان و المعانی کے امام اور دیگر علوم رائج کے ماہر تھے۔ علامہ سیوطی نے
 بُغیۃ الوعاة میں اور فضیحی نے مجمل میں ان کی اشعار و کتابوں کے نام دیے ہیں جن
 میں سے صرف فضیحۃ المحدثین ایک گوشت فلسفیانہ ہے۔ اس میں ابن العربی کے
 عقیدہ وحدت الوجود کی تردید ہے۔

عمر خیام، ابو الفتح عمر بن ابراہیم (۱۰۲۸-۱۱۱۲ھ) شاعر و ریاضی دان
 خیام کی شہرت بحیثیت
 ہے۔ نظامی عروضی سرقندی لکھتا ہے کہ وہ اکیس کتابوں کے مصنف تھے۔ ان
 میں 'رسالة الوجود' اور 'رسالة في الكون والوجود' فلسفیانہ ہیں

شہرستانی، محمد بن عبد الکریم (۱۰۷۶-۱۱۵۲ھ) مشہور مؤرخ، فقیہ اور
 متکلم تھے۔ فلسفہ پر ان
 کی دو کتابیں ملتی ہیں۔ 'مصانعة الفلاسفہ' اور 'تاریخ الحکماء' ان کی مشہور ترین
 کتاب المنل والنحل ہے۔ جس میں اسلامی فرقوں کا ذکر ہے۔

مشہور مفکر جنہوں
 الغزالی، ابو حامد محمد بن محمد طوسی (۱۰۵۸-۱۱۱۱ھ) نے اپنی تصانیف
 میں صحیح اسلامی فلسفہ پیش کیا۔ اور نہایت افلاسفہ، میں فلسفہ یونان کی تردید کی۔

ان کی پچیس تصانیف ہند، ایران اور یورپ میں شائع ہو چکی ہیں۔ ان میں سے کتب ذیل کا تعلق یا تو فلسفیانہ مسائل سے ہے۔ اور یا ان کا انداز فلسفیانہ ہے۔

۱۔ احیاء العلوم

۲۔ الحکمۃ فی مخلوقات اللہ

۳۔ مقاصد الفلاسفہ

۴۔ تہانۃ الفلاسفہ

۵۔ کیمیائے سعادت

چند دیگر تصانیف :-

۱۔ کتاب الوجیز

۲۔ علم الاصول

۳۔ معیار العلم

۴۔ محکم النظر

۵۔ القسطاس المستقیم

۶۔ رسالۃ القدیہ

۷۔ قواعد العقائد

۸۔ مشکوٰۃ الاوزار

۹۔ جواہر القرآن

۱۰۔ ایہا الولد

۱۱۔ مکاشفۃ القلوب

۱۲۔ میزان العمل

۔ رینڈ مارٹن جو طیلدہ کے سکول آف اورینٹل سٹڈیز کا فارغ التحصیل تھا۔

اپنی تصانیف میں غزالی کا کاروبار حوالہ دیتا ہے اور اپنی ایک کتاب *Pugio Fidei* میں تہافت الفلاسفہ کا خلاصہ بھی پیش کیا ہے۔ الغریبہ کیلام لکھتا ہے۔

.. الغزالی نے یورپ کو بے حد متاثر کیا، وہ ایک عظیم فلسفی متکلم، محدث اور صوفی تھا۔ . . . اس کی منطقی۔ طبعی اور مابعد الطبعی تصانیف بارہویں صدی میں طلیطلہ کے مترجمین کی وساطت سے یورپ میں پھیل گئیں گو غزالی کے مابعد الطبعی فلسفے کی گرفت اوس بران کے فلسفے سے کم تھی تاہم یہ فلسفہ دماغوں پر چھا گیا۔ بیان تک کہ بعد میں ابن رشد اور سینٹ تھامس کے فلسفے نے اسے سمجھے دھکیل دیا۔

یہ فلسفہ میں

شہروردی شہاب الدین یحییٰ بن خبائش (۱۱۵۳-۱۱۹۱) سینا و ارسطو کے متبع تھے۔ انہوں نے فلسفہ، مذہب اور تصوف کو ملا کر اک نیا نظام مذہب اخلاق پیش کیا۔ جو فلسفہ اشراق کے نام سے مشہور ہے اور جس کی پوری تفصیل ن کی کتاب حکمت الاشراق میں ملتی ہے۔

میرالدین ابو جعفر محمد بن محمد بن حسن طوسی (۱۲۷۴-۱۳۲۰) ہلاکو خان کے

۱۔ میراث ص ۲۷۲

۲۔ ص ۲۷۹-۲۷۸ ۳۔ سپین کا ایک یہودی، جو فلسفہ و تصوف میں ابن مسرہ

انڈی (۱۹۳۱) کا پیر تھا۔ اس نے Fons Vitae کے عنوان سے ایک عربی میں کتاب لکھی تھی جو بعد میں لاطینی میں ترجمہ ہوئی۔

وزیر تھے۔ فلسفہ، منطق اور دیگر علوم میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ انہوں نے سینا کی کتاب الاشارات کی شرح لکھی جس میں فخر الرازی کی مخالفت اور سینا کی حمایت کی۔ التجملی، کاعربی میں ترجمہ کیا۔ عربی کی ایک کتاب الطہارۃ فی الحکۃ لوفارسی میں منتقل کیا۔ اور اس کا نام اخلاقِ ناصری، رکھا۔ اس میں فلسفہ اخلاق پر تفصیلی بحث ہے۔

ان کی شہرت | علامہ محمد بن اسعد جلال الدین دوانی (۱۲۲۷-۱۵۰۱) فلسفہ منطق

میں تھی۔ ان کی چند تصانیف کے نام یہ ہیں۔

۱۔ حاشیہ تہذیب المنطق والکلام

۲۔ رسالۃ الزوراء

۳۔ اثبات واجب

۴۔ حاشیہ شمس

۵۔ الوارثان

۶۔ شرح عقائد

۷۔ اخلاقِ جلالی (فلسفہ اخلاق پر شہرہ آفاق کتاب جس کے کئی تراجم

یورپی زبانوں میں ہو چکے ہیں)

سپین کا ایک اسرائیلی جس نے ایک

موسیٰ بن مہمون اندلسی (۱۲۰۲) کے سوا باقی تمام کتابیں عربی میں لکھیں

تقریباً سب کی سب عبرانی و لاطینی میں ترجمہ ہوئیں۔ اس کے فلسفیانہ افکار

سچے اسپینوزا (۱۶۷۷) اور کانت (۱۸۰۴) بھی متاثر ہوئے۔ اس کی چند کتابوں

کے نام یہ ہیں۔

- ۱ - شرح تلموذ (تلموذ تورات کی شرح ہے)
- ۲ - ابطال المعاد (حیات بعد الموت کا انکار)
- ۳ - مختصر (جالینوس کی اکیس کتابوں کا اختصار)
- ۴ - تہذیب کتاب الاستکمال لابن الفلح الاندلسی (بیت)
- ۵ - تہذیب کتاب الاستکمال لابن ہود (ریاضی)

سین کا فلسفہ
جس کی تفصیلات

ابن رشد، ابو الولید محمد بن احمد بن محمد (۱۱۲۶-۱۱۹۸ء)

چھ سو برس تک یورپی درس گاہوں میں نصاب رہیں۔ ان کتابوں میں سے چند ایک یورپ میں تو ہیں۔ لیکن اسلامی ممالک میں کوئی نہیں۔ صرف چند نام رہ گئے ہیں۔ مثلاً :-

- ۱ - تنافہ التہافہ (غزالی کی کتاب تنافہ الجواب)
- ۲ - کشف المناہج (فلسفہ)
- ۳ - فصل المقال فی موافقة الحکمة والشریعة (فلسفہ)
- ۴ - ہدایۃ المجتہد (فقہ)
- ۵ - کلیات (طب)
- ۶ - ارسطو کی پورے ٹیکسٹ (کتاب الشعرا کی شرح)
- ۷ - ارسطو کی ریٹارکس (خطابت) کی شرح
- ۸ - افلاطون کی ری پبلک (جمہوریت) کی شرح

ابن رشد، مذہب، کائنات، روح، بقائے روح، آخرت اور دیگر مسائل پر عام علما سے اختلاف رکھتا تھا؛ اٹلی کے مشہور فلسفی، پادری طامس ایکوناس نے اپنی کتاب سمر میں ابن رشد کی تردید کی ہے۔ لیکن راجر بیکن اُسے

ارسطو اور سینکے بعد کائنات کا تیسرا بڑا فلسفی قرار دیتا ہے۔ پیرس کی یونیورسٹی اپنے فارغ التحصیل طلبہ سے حلف لیا کرتی تھی۔ کہ وہ ارسطو کی مراثی و شریعتیں پڑھائیں گے۔ جو ابن رشد کی تیار کردہ ہیں۔ ابن رشد نے کتب ارسطو پر تین قسم کی کتابیں لکھی تھیں۔

۱۔ ہر کتاب کا خلاصہ

۲۔ ہر کتاب کی مختصر شرح درمیان طلبہ کے لیے۔

۳۔ ہر کتاب کی مفصل شرح انتہائی طلبہ کے لیے۔

موسیٰ بن میمون (۱۱۴۰ء) ابن رشد کی تصانیف کی شرحیں لکھتا تھا۔ یہودی کی دینی مجلس کو یہ بات ناگوار گزری۔ اور اس کی تمام کتابیں جلادیں۔ جیسا میمون کا فرانسسکن فرقا ابن رشد کے فلسفے کا مبلغ تھا۔ ۱۲۲۴ء میں فریڈرک دوم نے ارسطو اور ابن رشد کی تصانیف کو فیپلز یونیورسٹی میں بطور نصاب رائج کیا۔ نیز ان کے لاطینی تراجم ہولون (فرانس) یونیورسٹی کو بھیجے۔ ۱۲۶۳ء میں لوئیس بار دوم نے حکم دیا کہ فرانس کی تمام درسگاہوں میں ابن رشد کی وہ کتابیں پڑھائی جائیں۔ جن کا تعلق ارسطو سے ہے۔

فریڈرک دوم بڑا ہی علم دوست تھا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ سپین میں ایک یہودی گھرانہ علم و فضل میں بڑی شہرت رکھتا ہے۔ تو اسے جرمنی

۱۔ معرکہ ذہب و سائنس ص ۳۰

۲۔ فرانسس آئی کا ایک پادری تھا (۱۱۸۲ء - ۱۲۲۶ء) جس کے کوڑھیوں اور پانچوں

کی خدمت کے لیے سترہ ایک فرقے کی بنا ڈالی۔ جو فرانسسکن کے نام سے مشہور ہے۔

۳۔ تاریخی بیڑ ذائقہ ص ۵۵

مُکالبا۔ ان میں سے ایک یہود بن سلیمان نے طلب الحِکْمۃ لکھی جو ابن رشد کے افکار کا آئینہ تھی۔ اسی گھرانے کے ایک اور عالم یعقوب بن مزنم نے فریڈرک کے حکم سے ابن رشد کی کئی تصانیف کا ترجمہ کیا۔ ایک اور فاضل کالونیم (پ ۱۲۸۷) نے اس کی چند تصانیف عبرانی میں منتقل کیں۔ اُسی دور کے ایک یہودی لاوی بن حزق شون نے اس کی بعض کتابوں کی شرحیں لکھیں۔ ۱۳۲۸ء میں کسی نے اس کی تہافہ کا لاطینی ترجمہ کیا۔ اور فریڈرک دوم کے دوست اور درباری ہائیکل سکاٹ نے اس کی متعدد کتابوں کی شرحیں لکھیں نیز تراجم کیے۔ اس کی کتاب فصل المقال کا فرانسیسی ترجمہ ایل۔ گیتھیر نے شائع کیا تھا۔ طلیطلہ کارینڈ مارٹن اپنی تصانیف میں غزالی و ابن رشد کے عربی اقتباسات بکثرت پیش کرتا ہے۔

مورخین یورپ اس امر پر متفق ہیں کہ اس فلسفی نے اہل یورپ کو سب سے زیادہ متاثر کیا۔ اس کی تصانیف چھ سو برس تک یورپی درسگاہوں میں نصاب رہیں۔ اور آج بھی فلسفہ یورپ کی ذہنی بیداری اور حیاتِ ثانیہ کی تمام تواریخ ابن رشد کے ذکر سے لبریز ہیں۔

فلسفیان اسلام کی فہرست اس قدر طویل ہے کہ اسے قلم بند کرنے کے لیے کئی برس چاہئیں۔ ایک مصری عالم محمد لطفی نے "فلاسفۃ الاسلام" کے نام سے سواتین سو صفحات کی ایک کتاب لکھی ہے۔ لیکن وہ بہت مختصر ہے۔ لاہور کے ادارہ ثقافت اسلامیہ کے ڈائریکٹر پروفیسر ایم۔ ایم شریف فلسفۃ اسلام کی

تاریخ گزشتہ کئی برس سے قلم بند کر رہے ہیں۔ آج سے چار برس پہلے (۱۹۶۶ء) مجھے اس تاریخ کا نامکمل مسودہ دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا۔ یہ تاریخ کوڑے جلدوں میں نکلے گی۔

ریاضی

ڈاکٹر ڈریپر لکھتے ہیں :

”الجبر کے لیے ہم عربوں کے ممنون ہیں۔ ریاضی کی اس شاخ کا نام تک انہی کا رکھا ہوا ہے۔ اس فن کے جو پچھلے کچے اجزا دارالعلم اسکندریہ سے اُن تک پہنچے تھے۔ اُن میں انہوں نے اُن معلومات کا اضافہ کیا۔ جو ہندوستان سے حاصل کی تھیں۔ اور ترتیب و تنسیخ کے بعد اس اصلاح یا نئے مجموعے کو ایک مستقل فن کی حیثیت سے مَدُون کیا۔ تیرھویں صدی میں عربوں کا یہ فن اٹلی میں پہنچا۔“

”کلیسا نے بارہ سو برس کی آمرانہ حکومت میں ایک بھی ریاضی دان

پیدا نہیں کیا“

عرب جیومیٹری اور ٹریگنومیٹری کے موجد تھے۔ یونانیوں کی ریاضی انہی کی معرفت یورپ تک پونچی۔ مسلم ریاضی دانوں کی تعداد اتنی زیادہ ہے۔ کہ

۱۵ معرکہ مذہب و دانش ص ۲۱۳

۱۶ ص ۲۱۵

پوری فہرست شاید چار سو صفحات کی کتاب میں بھی نہ سما سکے۔ بہار، چند مشہور
علمائے ریاضی (محاسبین) کا ذکر کیا جاتا ہے۔

پیر نیام (۱۰۲۸-۱۱۱۲) | ول ڈیورڈان لکھتا ہے کہ قرون وسطیٰ میں عربیہ
سے بڑا ریاضی دان موجود نہیں تھا۔ اس کا الجبرا

جس کا فرانسیسی ترجمہ ۱۸۱۵ء میں F. Woepckes نے کیا تھا، یوہانوں نیز
الخوارزمی کی سطح سے بلند تر تھا۔ ریاضی پر اس کی تمام تحریرات ضائع ہو گئی ہیں
صرف چند اجزا یورپ کے علمی خزانوں میں باقی ہیں۔

خوارزمی، ابو عبد اللہ محمد بن موسیٰ (۸۲۴ء) | عبدیہ مامون کا منجم و محاسب
(ریاضی دان) جس کی

کتاب الجبر و المقابله کالاطین ترجمہ اٹلی کے ایک ریاضی دان یونارڈ فیبوناچی
نیز جنیورڈ نے کیا تھا۔ اس کا انگریزی ترجمہ ایف رورن نے ۱۸۲۱ء میں کیا۔
یہ کتاب ایک ہزار سال تک یورپ کی درس گاہوں میں بطور نصاب رائج رہی۔
یورپ میں ریاضی کا پہلا رسالہ ۱۴۹۴ء میں شائع ہوا تھا۔ اس میں صرف یونارڈ
فیبوناچی (۱۲۲۲ء میں زندہ) کا کچھ ترجمہ تھا۔ وہیں۔

ثابت بن قرہ (۸۲۶-۹۰۱) | ثابت نے ہر فن پر کتابیں لکھیں۔ ریاضی پر
اس کی تصانیف کے نام یہ ہیں۔

- ۱۔ کتاب فی اثبات الخطلین المستقیمین اذا خرجا علی اقل من
زاویتین قائمتین التقیا فی جہۃ خروجھا۔
- ۲۔ کتاب فی استخراج مسائل الهندسیۃ

۲ - فی مساحۃ الأشکال المسطحة

۳ - کتابہ فی الأعداد

۵ - کتاب فی عملِ شکرٍ مُجَسَّمٍ ذی اربعِ عشرةِ قاعدۃ

۶ - کتاب فی مساحة الأجسام المتکافئة

۷ - کتاب فی قطع المخروط

۸ - اثلیدس کے دو مقالوں کی شرح

اس کی بعض نقایف جیٹارڈ نے لاطینی میں منقل کیں۔

بوزجان

ابوالوفا، محمد بن محمد بن یحییٰ البوزجانی (۹۴۰-۹۹۹) نیشاپور کا

ایک قصبہ ہے۔ جہاں یہ حکیم ۹۴۰ء میں پیدا ہوا تھا۔ ریاضی میں کمال حاصل کرنے کے بعد یہ مختلف درسگاہوں میں معلم رہا۔ اور بغداد میں فوت ہوا۔ اس کی کتب ریاضی کی فہرست یہ ہے :

۱ - کتاب المنازل فی الحساب

۲ - تفسیر الخوارزمی فی الجبر والمقابلہ

۳ - تفسیر کتاب دیوفنطس فی الجبر

۴ - تفسیر کتاب اربخش فی الجبر

۵ - المدخل الی الأمتا طیقی

۶ - کتاب فی ما یبغی ان یحفظ قبل کتاب الارثماطیقی

۷ - البراہین علی القضا یا فیما استعملہ دیوفنطس

۸ - کتاب استخراج مبلغ المکعب

۹ - کتاب الکامل

۱۔ کتاب العمل بالجدول البتینی
اس کی تصانیف آٹھ صدیوں تک یورپ کی درسگاہوں میں استعمال ہوتی

ہیں۔

پیرس کی یونیورسٹی میں ابو الوفا کے علم اور بعض نظریات پر ۱۸۲۶ء
سے ۱۸۴۱ء تک بحث ہوتی رہی۔ جس میں پروفیسر بیاٹ (Biot)
ارگو (Arago) اور جوزف برٹرنٹ جیسے فنکارانے حصہ لیا تھا۔

اس نے حساب اور جیومیٹری
نصیر الدین محقق طوسی (۱۲۰۱-۱۲۷۴) کے متعلق اسلاف کی سولہ
کتابوں پر حواشی لکھے۔ ان میں سے چار عربوں کی تھیں۔

احمد بن محمد بن مروان بن الطیب الشرحسی (۹۰۰ء) خلیفہ معتتمد (۹۶۲ء)
۹۰۲ء کا درباری
تھا۔ اس کی چوبیس کتابوں کے نام تاریخ الحکما میں دیئے ہوئے ہیں۔ ان میں سے
ایک کتاب الارشاد طبعی والجبر والمقابلہ ریاضی پر ہے۔

احمد بن عمر الکرابیسی
اس کی صرف پانچ کتابوں کے نام باقی رہ گئے
ہیں۔ ایک (کتاب الوصایا) کے سوا باقی چار
حساب پر ہیں۔

۱۔ شرح اقلیدس

۲۔ کتاب الحساب الهندی

۱۔ میراث صفحہ ۲۹۰

۲۔ صفحہ ۲۹۵

۳۔ کتاب مساحة الحلقة

۴۔ کتاب مساحة الدور

یہ ہر فن مولیٰ تھا۔ ریاضی پر اس کی تصانیف

یہ ہیں:

ابن النیشتم (۱۰۳۹)

۱۔ مصادرات اقلیدس

۲۔ الشکوک علی اقلیدس

۳۔ مساحة الجسم المتکافی

۴۔ العدد والجسم

۵۔ قسمة الخط الذی استقله ارشمیدس فی الكرة

۶۔ استخراج مسئلة عددیة

۷۔ مقدمة ضلع المستطیع

۸۔ ترییع الدائرة

۹۔ اصول المساحة

۱۰۔ اعداد الوفق

۱۱۔ مسئلة فی المساحة

۱۲۔ اعملة المثلثات

۱۳۔ عمل المستطیع فی الدائرة

۱۴۔ حل شک من الجسم

۱۵۔ حل شک من اقلیدس

۱۶۔ استخراج ضلع المکعب

۱۷۔ حل الحساب الهندی

- ۱۸ - خطوط الساعات
 ۱۹ - الكثرة أو مسح أشكال المجسمة
 ۲۰ - مساحة الكثرة
 ۲۱ - حساب المعاملات
 ۲۲ - مسئلة هندسية
 ۲۳ - شرح قانون اقليدس
 ۲۴ - استخراج خط نصف النهار بطلی واحد
 ۲۵ - بركات الدوائر العظام
 ۲۶ - جمع الاجزا
 ۲۷ - قسمة المقدارين
 ۲۸ - الخليل والتركيب
 ۲۹ - شكل بني موسى
 ۳۰ - استخراج اربعة خطوط
 ۳۱ - سمت القبلة بالحساب
 ۳۲ - ارتفاع القطر
 ۳۳ - تعليق في الجبر
- مؤلف کار بننے والا۔ بغداد میں رہائش اختیار کی۔
 حیش الحاسب | مامون و متقیہ کا زمانہ دیکھا۔ بحیثیت منجم شہرت
 پائی۔ اور ایک کتاب کتاب الدوائر ریاضی پر لکھی۔
 ریاضی پر اس کی دو کتابوں کے
 نام ملتے ہیں۔
- سمول بن یهودا اندلسی (۵، ۱۱)

۱۔ کتاب التلث القائم الزاویہ

۲۔ منیر فی مساحتہ اجسام الجواہر

مامون (۸۱۳ - ۸۳۳) کا درباری عالم جس

عباس بن سعید الجوسہری نے ریاضی پر دو کتابیں لکھیں :

۱۔ کتاب تفسیر اقلیدس

۲۔ کتاب الاشکال التی فی المقالة الأولى من کتاب اقلیدس۔

گیلان کا ایک فاضل جس

ابو الفضل ابو محمد عبد الحمید بن واسع الجبلی نے حساب پر دو کتابیں

چھوڑیں۔

۱۔ کتاب الجامع فی الحساب

۲۔ کتاب نوادر الحساب وخواص الأعداد

موصول کا یہ عالم شرح کتاب الجبر والمقابلہ

علی بن احمد العمرانی الموصلی لابی کامل المصری، کا مصنف تھا۔

انطاکیہ کو چھوڑ کر بغداد میں

ابو القاسم علی بن احمد الانطاکی (۹۸۷) آ گیا۔ اور عند الدولہ دلیمی

(۹۸۲) کا معاصج بن گیا۔ اس کی تمام تصانیف ریاضی پر تھیں۔ چھ کے نام

یہ ہے۔

۱۔ کتاب التخت الکبیر فی الحساب البندی

۲۔ کتاب الحساب علی التخت بلا محو

۳۔ تفسیر الارشاد طیقی

۴۔ شرح اقلیدس

۵ - الموازين العددية

۶ - کتاب الحساب بالاحتساب

ابو بکر رازی (۹۲۵)
 رازی نے بھی ریاضی پر کچھ کتابیں لکھی ہیں۔
مثلاً:

۱ - کتاب فی تفسیر المربع

۲ - رسالة فی الجبر

محمد بن کُرة آلا صفہانی
 اپنے عہد کا مشہور ریاضی دان تھا۔ اس کی
 کتاب الجامع فی الحساب کو کافی
 شہرت حاصل ہوئی۔

موسیٰ بن شاہر
 عہدِ مامون کا متبحر ریاضی دان تھا۔ اس کے تین بیٹے
 تھے۔ محمد۔ احمد اور حسن۔ یہ تینوں بیٹے۔ موسیٰ بن
 حساب وغیرہ میں ماہر تھے۔ تذکرہ نگار "أبنائے موسیٰ" کے تحت ان تینوں کا
 ذکر یکجا کرتے ہیں۔ محمد سب سے بڑا تھا۔ اس کی وفات ۳۲۳ھ میں ہوئی
 تھی۔ باقی بھائیوں اور ان کے والد کی تاریخ وفات کا کبھی ذکر نہیں ملتا۔
 ان بھائیوں نے کئی کتابیں لکھیں۔ انقبضی نے تاریخ الحکام میں
 کتابوں کے نام دیئے ہیں۔ ان میں چار ایسی ہیں جن کے سامنے مصنف کا
 نام درج نہیں۔ اور جب تک اصل کتاب سامنے نہ آئے مصنف کا یہ ہیں
 چل سکتا۔ اس فہرست میں تین ریاضی پر ہیں۔

۱ - کتاب الشکل المذکور التعلیل - موسیٰ بن شاہر

۲ - کتاب الشکل الهندسی

۱۔ کتاب التثلیث القائم الزاویہ

۲۔ منیر فی مساحتہ اجسام الجواہر

مامون (۸۱۳ - ۸۳۳) کا درباری عالمِ حسین

عباس بن سعید الجوهری نے ریاضی پر دو کتابیں لکھیں :

۱۔ کتاب تفسیر اقلیدس

۲۔ کتاب الاشکال التی فی المقالة الأولى من کتاب اقلیدس۔

گیلان کا ایک فاضل جس

ابوالفضل ابو محمد عبد الحمید بن واسع الجیلی نے حساب پر دو کتابیں

چھوڑیں۔

۱۔ کتاب الجامع فی الحساب

۲۔ کتاب نوادر الحساب وخواص الأعداد

موصول کا یہ عالم شرح کتاب الجبر المقابله

علی بن احمد العمرانی الموصلی لابی کامل المصری، کا مصنف تھا۔

انطاکیہ کو چھوڑ کر بغداد میں

ابوالقاسم علی بن احمد الانطاکی (۹۸۷) آ گیا۔ اور عند الدولہ دلیمی

(۹۸۲) کا مُصاحب بن گیا۔ اس کی تمام تصانیف ریاضی پر تھیں۔ چھ کے نام

یہ تھے۔

۱۔ کتاب التخت الکبیر فی الحساب النہدی

۲۔ کتاب الحساب علی التخت بلا محیر

۳۔ تفسیر الارشما طیقی

۴۔ شرح اقلیدس

۵ - الموازن العددیہ

۶ - کتاب الحساب بلا تحت

رازی نے بھی ریاضی پر کچھ کتابیں لکھی تھیں۔

ابوبکر رازی (۹۲۵)

مثلاً:

۱ - کتاب فی قطر المربع

۲ - رسالۃ فی الجبر

اپنے عہد کا مشہور ریاضی دان تھا۔ اس کی

کتاب الجامع فی الحساب، کو کافی

محمد بن لڑۃ الأصفہانی

شہرت حاصل ہوئی۔

عہد مامون کا منجم و ریاضی دان تھا۔ اس کے تین بیٹے

تھے۔ محمد۔ احمد اور حسن۔ یہ تینوں ہیئت۔ موسیقی۔

موسلی بن شاگرد

حساب وغیرہ میں ماہر تھے۔ تذکرہ نگار "أبناء موسلی" کے تحت ان تینوں کا

ذکر یکجا کرتے ہیں۔ محمد سب سے بڑا تھا۔ اس کی وفات ۳۸۳ھ میں ہوئی

تھی۔ باقی بھائیوں اور ان کے والد کی تاریخ وفات کا کہیں ذکر نہیں ملتا۔

ان بھائیوں نے کئی کتابیں لکھیں۔ القفطی نے تاریخ الحکما میں دس

کتابوں کے نام دیئے ہیں۔ ان میں چار ایسی ہیں جن کے سامنے مصنف کا

نام درج نہیں۔ اور جب تک اصل کتاب سامنے نہ آئے مصنف کا پتہ نہیں

چل سکتا۔ اس فہرست میں تین ریاضی پر ہیں۔

۱ - کتاب الشکل المکدور المستطیل۔ حسن بن موسلی

۲ - کتاب الشکل الهندسی

۳ - کتاب مساحة الکرة وقسمۃ الزاویۃ بثلاثۃ اقسام متساویۃ

دوسری اور تیسری کتاب کے مصنف کا نام درج نہیں۔

ولیمیوں کا درباری

منجم جس نے بغداد

ابو سنبل و یحییٰ بن رستم الکوبی (۹۸۹ میں زندہ)

منجم

پراگمات

پراگمات

پراگمات

پراگمات

پراگمات

پراگمات

پراگمات

پراگمات

پراگمات

پراگمات

پراگمات

پراگمات

پراگمات

پراگمات

پراگمات

پراگمات

پراگمات

پراگمات

پراگمات

پراگمات

پراگمات

پراگمات

پراگمات

پراگمات

پراگمات

پراگمات

پراگمات

پراگمات

پراگمات

پراگمات

پراگمات

پراگمات

پراگمات

پراگمات

پراگمات

پراگمات

پراگمات

پراگمات

پراگمات

۱۔ کتاب مراکز الاکر

۲۔ کتاب الاصول علی تحریکات اقلیدس

۳۔ کتاب البرکار التام

۴۔ کتاب مراکز الدوائر

۵۔ کتاب اخراج الخطین علی نسبة

۶۔ کتاب الدوائر المتناسقة

۷۔ کتاب استخراج ضلع المستع

۸۔ کتاب الزیادات علی ارشمیدس

۹۔ کتاب منفعة الاضطراب

صرف آخری کتاب ہیئت پر ہے اور باقی تمام ریاضی پر۔

الکندی نے ریاضی پر بتیں کتابیں لکھی تھیں۔ ان میں

سے گیارہ حساب پر اور بائیس جیومیٹری پر ہیں۔ مکمل

الکندی (۸۵۰)

فرست کشف الظنون یا القفلی میں دیکھیے۔ چند نام یہ ہیں :

۱۔ رسالة فی الحساب البندی

۲۔ رسالة فی الکلیة المضافة

- ۳۔ رسالۃ فی التحکیل العدویۃ
 - ۴۔ کتاب فی تالیف الاعداد
 - ۵۔ رسالۃ فی المدخل الی الارشماطیقی
 - ۶۔ کتاب اغراض کتاب اقلیدس
 - ۷۔ کتاب فی وتر الدائرہ
 - ۸۔ کتاب فی تقرب وتر التبع
 - ۹۔ کتاب تقسیم الثلث والربع
 - ۱۰۔ کتاب قسمۃ الدائرۃ ثلاثۃ اقسام
- یوعلی سینا کی بھی ایک کتاب ریاضی پر بھی موجود ہے۔

سینا (۱۰۳۷) | نام ہے :

مختصر اقلیدس

ہمارے ریاضی دانوں نے قرون وسطیٰ کو کیا کچھ دیا۔ اس کی تفصیل، میراث اسلام (آرنلڈ) کے آخری باب "ریاضی و ہیئت" میں ملاحظہ فرمائیے:

علم ہیئت

قرون وسطیٰ کے عرب حکما و علما کو شمار کرنا مشکل ہے۔ القفطی نے چار سو گیارہ ابن ابی اُصیبۃ نے چھ سو، اور ابن خلدان نے آٹھ سو پینسٹھ علما و مشاہیر کا ذکر کیا ہے۔ آج سے ساڑھے چھ سو برس پہلے کمال الدین

کیلنڈر میں ایسی اصلاح کی۔ کہ وہ دنیا بھر کے کیلنڈروں سے بہترین گیا۔ عیسوی
کیلنڈر میں تین ہزار تین سو تیس سال کے بعد ایک دن کا فرق پڑتا ہے۔ اور
خیام کے کیلنڈر میں ایک دن کا فرق تین ہزار سات سو ستر برس کے بعد
ہوتا ہے۔ خیام جو تثنیٰ بھی تھا۔ ایک مرتبہ سلجوقی سلطان ملک شاہ ددم (۱۱۰۴ء)
نے اُسے کہا۔ کہ میں شکار کے لیے جنگل میں جانا چاہتا ہوں۔ کوئی ایسا ہفتہ
انتخاب کرو کہ اس میں باد و باران کا اندیشہ نہ ہو۔ خیام نے زائچہ بنا کر ایک
ہفتہ منتخب کیا۔ جب شاہی سواری دو تین فرسنگ کا فاصلہ طے کر چکی۔ تو
ایک دم مغرب سے آندھی اُٹھی۔ اور بادل گر جنے لگے۔ ملک شاہ نے عمر خیام
سے پوچھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ کہا۔ *ظِلّ الہی*؛ فکر نہ کیجیے۔ یہ سب کچھ نیم عت
میں ختم ہو جائے گا۔ اور اس کے بعد سات دن تک آسمان صاف رہے گا چنانچہ
ایسا ہی ہوا۔

عبد یامون کا ایک منجم جس نے ہیت
ابوالعباس احمد بن محمد فرغانی | پر کئی کتابیں لکھی تھیں۔ مثلاً :

- ۱۔ اصول علم النجوم
- ۲۔ جوامع علم النجوم
- ۳۔ المدخل الی علم ہیت الافلاک
- ۴۔ کتاب الفصول الثلاثین

اس کی المدخل، کالاطینی ترجمہ جبرارڈ نے کیا تھا جو ۱۵۲۷ء میں طبع

ہوا۔

اس کی تین کتابیں ہیت پر بھی

ہیں :-

محمد بن موسیٰ خوارزمی (۸۴۷ء)

۸ - کتاب اثبات علم النجوم

۹ - تریج القرائات

۱۰ - کتاب الاختیارات علی منازل القمر

اس کی چار کتابیں ایڈ کر ڈی اور جو ہانس ڈی لیونونے لاطینی میں منقل کیں۔

البیتانی، محمد بن جابر بن سنان الحرانی (۹۲۹) | اس نے بیالیس برس تک آسمانی

مشاہدات کیے۔ پھر کئی کتابیں لکھیں۔ جن میں سے چار یہ ہیں:

۱ - کتاب التریج

طالع البروج

۳ - شرح الاربعۃ لبطلی موس

۴ - اقدار الاتصالات

نیلینونے اس کی کتاب التریج کا لاطینی ترجمہ مع متن ایڈٹ کر کے ۱۹۰۳ء میں شائع کیا۔ اس کی ایک کتاب کا ترجمہ پلٹو آف ٹوالی نے کیا۔ راجیو مانٹان (Rajiomontanus) نے البیتانی کی الواح کی مدد سے وہ نقشہ ہائے ہمیت تیار کیے۔ جن کے سہارے کو لمبس امریکہ تک پہنچا۔

زرقالی، ابو اسحاق، ابراہیم ابویحییٰ علی (۱۰۸۷) | سپین کا ایک مخم

قسم کے اصطرلاب کا موجد تھا۔ جس کا نام صفیحہ تھا۔ اس پر ایک کتاب بھی

۱۰ میراث ۲۸۷

۱۱ میراث حاشیہ ۲۸۸

لکھی۔ جس کا لاطینی ترجمہ ایک یہودی نے کیا اور مسیحا نوزی ترجمہ سپین کے بادشاہ
 الفونسو دہم (۱۲۵۲-۱۲۸۴) نے۔ پندرہویں صدی میں ایک یورپی منجم
 (Ragiomontanus) نے "صیفیہ" پر ایک مستقل کتاب لکھی۔ کا پریمی۔
 (پ ۱۲۴۲) اپنی کتابوں میں زرقالی کا بار بار حوالہ دیتا ہے۔

غزناط کے مشہور حکیم ابن طفیل (۱۱۸۵) کا شاگرد
 ابواسحاق بطروجی جس کی کتاب الہیتہ کا عبرانی ترجمہ موسیٰ بن طبع
 اور لاطینی ترجمہ کینونینس نے کیا تھا۔

نصیر الدین طوسی (۱۲۴۴) نے مراخہ میں ایک رصد گاہ بنائی تھی۔ جو
 اہل خانی رصد گاہ کے نام سے مشہور ہوئی
 اس نے طویل مشاہدات کے بعد ایک زیچ تیار کی۔ جو یورپ میں بہت مقبول
 ہوئی۔

تیمور کا پوتا۔ جس نے سمرقند میں ایک رصد گاہ بنوائی۔
 الخ بیگ (۱۴۴۹) اور ۱۴۴۳ء میں چند ہشت دانوں کو مشاہدہ فلک
 پر مامور کیا۔ ان لوگوں نے ستاروں کی ألواح (نقشے۔ چارٹ) تیار کیں۔ جو
 ألواح الخ بیگ کے نام سے مشہور ہیں۔ ۱۶۵۰ء میں جے گریوڈ اور ٹی۔ ہائیڈ
 نے ان ألواح کو ایڈٹ کیا اور پھر لاطینی ترجمہ سمیت لنڈن سے شائع کیا۔
 ۱۶۴۶ء میں موسیو سیدی لاط (Sédillot) نے ان ألواح
 کا دیباچہ فرانسیسی میں ترجمہ کیا۔

۱۔ میراث ۲۹۴

۲۔ ۳۹۵

ابراہیم بن حبیب الفرّاری | اس نے پہلی مرتبہ اصطرلاب حاصل کیا تھا۔ اس کی مشہور تصانیف یہ ہیں:

۱۔ کتاب الزیج

۲۔ العمل بالاصطرلاب ذوات الحلق

۳۔ العمل بالاصطرلاب المسطح

۴۔ القصیدۃ فی علم النجوم

کی تصانیف :-

ابن البیثم (۱۰۳۹) | ۱۔ صورت الکسوف

۲۔ اختلاف منظر القمر

۳۔ رویتہ الکواکب

۴۔ الشکوک علی بطلی موس

۵۔ صنو القمر

۶۔ ارتفاعات الکواکب

۷۔ کتاب البرہان علی ما یراہ الفلکیون فی احکام النجوم

کی تصانیف :-

حبش الحاسب المروزی | ۱۔ زیج المعروض بالمتن

۲۔ الزیج الصغیر

۳۔ العمل بالاصطرلاب

۴۔ الزیج الدمشقی

۵۔ الزیج المائون

تخلیفہ القاسم کا درباری طبیب،
جس نے مختلف عنوانات پر اٹھارہ

سنان بن ثابہ ^{مؤثرہ} (۹۲۳)

کتابیں لکھیں۔ ان میں سے دو نجوم پر ہیں۔

۱۔ رسالۃ فی النجوم

۲۔ رسالۃ فی قسمة ایام الجمعۃ علی الکواکب السبعة۔

بہرات کا منجم جس نے بہت
پرچہ تصانیف چھوڑیں۔

عبد اللہ بن اباجور القاسم الہروی

۱۔ الزیج الخالص

۲۔ الزیج المزنزہ

۳۔ الزیج البدیع

۴۔ زیج السندھند

۵۔ زیج المرات

۶۔ زیج المرتیخ

بغداد کا محاسب
منجم جس نے

عبید اللہ بن الحسن ابوالقاسم، غلام زحل (۹۸۴)

بہت پر احکام النجوم کے عنوان سے ایک کتاب لکھی تھی۔

(۹۸۷) ابوالحسین عبد الرحمان بن عمر بن محمد بن سہل الصوفی الرازی

رے کا رہنے والا اور عند الدولہ دہلی (۹۲۹-۹۸۲) کا ندیم و شیران کتابوں
کا مصنف تھا۔

۱۔ الکواکب الثابتہ

۲۔ - الآز جوزة فی الکواکب الثابتة

۳۔ - کتاب التذکرۃ ومطاریح الشعاع

الفصل بن حاتم النیریزی | ایران کے ایک شہر نیریزی کا رہنے والا جس نے کتب ذیل ہیئت پر لکھیں۔

۱۔ - الزیج الکبیر

۲۔ - الزیج الصغیر

ابو سہیل، الفصل بن نو نخت | لارڈن کا درباری حکیم جو فارسی کتب کو عربی میں منتقل کیا کرتا تھا۔ نجوم پر اس کی تصانیف یہ ہیں۔

۱۔ - کتاب الفال النجومی

۲۔ - کتاب تحویل سنن الموالید

۳۔ - الْمُتَحَلُّلُ مِنْ أَقَادِیلِ الْمُنْجِیِّینِ

الکندی (۵۰ھ) | القفطی نے ہیئت پر کندی کی تین تصانیف کے نام دیئے ہیں۔ ان میں سے چند ایک یہ ہیں۔ تفصیل کے لیے تاریخ الحکا کی طرف رجوع فرمائیے۔

۱۔ - کتاب ظاہرات الفک

۲۔ - کتاب فی المناظرۃ الفکیة

۳۔ - فی مائتۃ الفک

۴۔ - کتاب فی امتناع مساحت الفک الاقصی

۵۔ - رسالة فی السوال عن احوال الکواکب

۶۔ - رسالة فی کیفیات نجومیة

۷۔ رسالۃ فی مجموع الکواکب

۸۔ رسالۃ فی الآذخار النجومیۃ

۹۔ رسالۃ فی مَطَرِح الشَّاع

۱۰۔ کتاب فی أَنَّ طَبِیْعَةَ الْفَلَکِ مُخَالَفَةٌ لِطَبِیْئَةِ الْعُنَاصِرِ۔

اصطربلاب | اُصطربلاب آسمان کو دیکھنے کا آلہ ہے۔ یہ یونانی ایجاد ہے جسے مسلمانوں نے مکمل کیا تھا۔ پوپ سیلوسٹر دوم جو ۱۹۹۹ء میں مسندِ پاپائیت پہ جلوہ آرا ہوا تھا، ایک بلند پایہ منجم تھا۔ اور اُصطربلاب استعمال بطلمیوس سے بہتر کر سکتا تھا۔ اس کا ذاتی اُصطربلاب فلورنس (اطلی) کے میوزیم میں محفوظ ہے۔ اصفہان کے رہنے والے دو بھائیوں احمد و محمود ابنائے ابراہیم اُصطربلابی نے ۹۸۲ء میں ایک اُصطربلاب بنایا تھا۔ جو آکسفورڈ کے علمی خزانہ میں رکھا ہوا ہے۔ برٹش میوزیم میں متعدد اُصطربلاب پڑے ہیں۔ لیکن ۱۲۶۰ء سے پہلے کا کوئی نہیں، برطانیہ میں پہلا اُصطربلاب غالباً ۱۲۶۰ء ہی میں تیار ہوا تھا۔ جو برٹش میوزیم میں محفوظ ہے۔ ٹرن کالج (برطانیہ) میں وہ اُصطربلاب موجود ہے۔ جسے چاسٹر (برطانوی شاعر، وفات ۱۴۰۰ء) استعمال کیا کرتا تھا۔ اور جس پر اپنے بچے کی خاطر ایک صنون بھی لکھا تھا۔ طلیطلہ کے ایک کاریگر ابراہیم بن سعید نے ۱۲۶۶ء میں اور عبد الحمید ایرانی نے ۱۲۷۵ء میں نہایت خوبصورت اور منقوش اُصطربلاب بنائے تھے۔ پہلا میڈیڈ اور دوسرا انگلستان کے وکٹوریہ میوزیم میں محفوظ ہے۔

جغرافیہ

عرب جغرافیہ دانوں نے دنیا بھر کی سیاحت کی۔ چتے چتے کا حال لکھا۔
ہر ملک کے پہاڑوں، دریاؤں، جھیلوں، قصبوں، بستیوں اور وادیوں تک
کو گن ڈالا، لوگوں کے تمدن، تہذیب، زبان، رسوم اور لباس پر بحث کی، بحروب
کے نقشے تیار کیے، زمین اور کرہ ہوا کو ماپا۔ کڑے بنائے۔ کتابیں لکھیں۔ اور
شہروں کے بڑے بڑے معجم (انسائیکلو پیڈیا) تیار کیے۔ مامون کی فرمائش پر
اس کے جغرافیہ دانوں نے زمین کو ماپا۔ اور اعلان کیا۔ کہ زمین گول ہے۔ اس
کا دور چوبیس ہزار میل اور قطرسات آٹھ ہزار میل کے درمیان ہے۔ نیز بتایا
کہ زمین سے اٹھاون میل کی بلندی تک ہوا ہے اور آگے خلا۔

عرب جغرافیہ دانوں کی صحیح تعداد معلوم نہیں۔ مشہور مؤرخ ابو البقاء (۱۲۳۱)
نے اپنے سے پہلے ساٹھ جغرافیہ دانوں کے نام گنے ہیں۔ ان میں ایک بدوی
عزم بن ابراہیم الشکمی الاعرابی بھی تھا۔ جس نے عماد مامون میں
عرب کا جغرافیہ لکھا تھا۔ اس کا ایک نسخہ مولانا محمد رفیع الدین پروفیسر علی گڑھ
یونیورسٹی کے پاس موجود تھا۔ مارچ ۱۹۲۰ء میں ادارۃ المعارف ہند کا ایک
اجلاس عربک کالج دہلی میں منعقد ہوا تھا۔ اس میں اس وقت کے بڑے بڑے

۱۰ مرکز مذہب و سائنس ص ۱۶

۱۱ مولانا ابھی زندہ ہیں۔ اس وقت (۱۹۶۳ء) عمر اندازاً ۷۰/۷۱ ہوگی آجکل کراچی میں مقیم ہیں۔

عمر رواں میں عربی ادب کے سب سے بڑے عالم ہیں۔ ان کی کئی کتابیں محکمہ عربیہ مصیبت چکی ہیں۔ آپ
ہمیشہ عربی میں لکھتے ہیں۔

فضلاً شامل ہوئے تھے۔ مثلاً جسٹس شاہ محمد سلیمان نظریہ اصنافیت کے فاضل،
خان بہادر ڈاکٹر مولوی محمد شفیع پرنسپل اور نیشنل کالج لاہور (وفات ۱۹۶۳ء)
پروفیسر محمود شیرانی، پروفیسر ڈاکٹر محمد اقبال، خواجہ حسن نظامی، ڈاکٹر پروفیسر
ہادی حسن (علی گڑھ)، مولانا محمد اسلم جیرا چوری۔ مولانا عبدالعزیز مبین اور
بیسویں دیگر۔ مولانا مبین نے ابن العزائم کی کتاب جغرافیہ پر تقریر فرمائی تھی۔
آج یہ چند مکتوب حافضہ سے لکھے رہا ہوں۔ اور اس لیے امکان ہے کہ اس کی کفایت
اور زمانہ وغیرہ کے متعلق کوئی لغزش ہو گئی ہو۔ چنانچہ دیگر جغرافیہ دانوں کے
نام یہ ہیں :-

اور لیبی، ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن عبد اللہ بن اور لیبی (۱۱۰۰-۱۱۶۶ء)

سپین کا ایک فاضل، جو بعد میں سسلی کے نارمن فرمانروا۔ راجہ دوم (۱۱۰۵-۱۱۵۴ء)
کے دربار سے وابستہ ہو گیا تھا اور اس کے لیے چاندی کا ایک گرہ بنایا تھا۔ اس
میں نہاڑ۔ دریا۔ جنگل اور وادیاں تک دکھائی تھیں۔ آسمان کا بھی ایک گرہ بنایا
تھا۔

۱۱۵۴ء میں جغرافیہ کی وہ مشہور کتاب لکھی۔ جو یورپ کی درس گاہوں میں
تین سو برس تک نصاب رہی۔ اس کا نام تھا کتاب السجادی یا تَرْهَمَةُ
الْمُشْتَقِ فِي اخْتِرَاقِ الْآفَاقِ۔ اس کتاب میں ستر نقشے ہیں۔ اس کے نسخے
آکسفورڈ اور پیرس کی یونیورسٹیوں میں موجود ہیں۔ اس کا اطالوی ترجمہ ۱۶۱۹ء

۱۰ تمدن عرب ۲۴

۱۱ " " ۲۳۲

میں روم سے شائع ہوا تھا۔

بصرے کا ایک تاجر جس نے نویں صدی میں ہندوستان
سلیمان بصری | بعید کا سفر کیا۔ اور ۸۵۱ء میں ہندو چین کا سفر نامہ
لکھا۔ اس کا فرانسی ترجمہ موسیورینان نے ۱۸۴۵ء میں کیا۔

المسعودی، ابوالحسن علی بن حسین (۹۵۶ء) | بغداد سکونت، تحصیل علم
ایران، ہند، سیلون، چین اور شام وغیرہ کا سفر کیا۔ اور کئی کتابیں لکھیں
مثلاً :

۱۔ مروج الذهب ومعادن الجواهر

۲۔ اخبار الزمان

۳۔ کتاب الاوصاف

۴۔ کتاب التنبیہ والاشراف

ان میں سے مروج الذهب کو یورپ میں بڑی شہرت حاصل ہوتی ہے۔
اس کا ایک عمدہ ایڈیشن حال ہی میں لیڈن سے شائع ہوا ہے۔ یہ ہے تو
تاریخی کتاب۔ لیکن اس میں جغرافیائی مواد اس قدر ہے۔ کہ تذکرہ نگار مسعودی
کو جغرافیہ دانوں میں بھی شمار کرتے ہیں۔

ابن حوقل، ابوالقاسم محمد بغدادی (۹۶۸ء میں زندہ) | مشہور عرب سیاح
اور کتاب

المسالك والممالك کا مصنف۔ اس کتاب میں متعدد نقشے بھی ہیں

خلیل بن احمد بصری (نحوی ۷۱۴ء - ۷۲۸ء) کا شاگرد
نضر بن شمیل بصری | چوبالیس برس تک بدوئل میں رہا۔ ۷۲۸ء میں

۲۳۴ء میں عرب سے ہوا

کتاب الصفات لکھی۔ جس میں عرب کا جغرافیہ تفصیل سے دیا ہے۔

المقدسی، شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن ابی بکر (۹۴۶-۱۰۰۰ء)

یروشلم کا رہنے والا، جس نے جغرافیہ پر ایک کتاب "أحسن التقویم فی معرفۃ الاقالیم" کے عنوان سے ۹۸۵ء میں مکمل کی۔

یاقوت، ابو عبد اللہ یاقوت بن عبد اللہ حموی (۱۱۷۹-۱۲۲۹ء)

ایشیائے صغیر کا ایک غلام جو بغداد میں فروخت ہوا۔ آقا نے اسے بہترین تعلیم دی۔ اور وہ دنیا کے اسلام کا سب سے بڑا جغرافیہ دان بن گیا۔ اس کی مشہور تصانیف یہ ہیں۔

- ۱۔ معجم البلدان ۶ جلد (جغرافیہ)
- ۲۔ معجم الأدياب
- ۳۔ معجم الشعرا
- ۴۔ اخبار الشعرا
- ۵۔ کتاب الدول
- ۶۔ کتاب المبدأ والمآل
- ۷۔ ارشاد الاریب

معجم البلدان کو ایک جرمن عالم ویشن فیلڈ نے ایڈیٹ کر کے پتہ لگ (جرمنی) سے ۱۸۶۶ء میں شائع کیا اور معجم الادبا کو پروفیسر مارگو لیتھ نے

رگب میموریل کی خاطر ایڈٹ کیا گواسے لی سٹرینج (Gay Le Strange)
 نے اپنی کتاب "فلسطین مسلمانوں کے تحت" کے دیباچے میں مسلم ماسٹرین جغرافیہ
 پر عمدہ بحث کی ہے۔ ایک اور نامنل ڈی۔ گوڑے (De Goeje)
 نے ابن خلدان، ابن خوقل، مقدسی اور اصطخری کی تصانیف ایڈٹ کیں۔ جو
 سلسلہ میں لیڈن سے شائع ہوئیں۔

ابن بطوطہ، محمد بن عبد اللہ بن ابراہیم ابو عبد اللہ (۱۳۰۴-۱۳۷۷ء)

طنجہ (افریقہ) کا مشہور سیاح جو شام، فلسطین، عراق، ایران، موصل، عرب
 مشرقی افریقہ، ارض روم، کریمیا، قسطنطنیہ، بخارا، افغانستان، ہند، سیکن
 اور سیام میں برسوں گھومتا رہا۔ واپس آکر اپنا سفر نامہ
 التَّطَارُّفُ فِي عَرَائِبِ الْأَمْصَارِ و عجائب الاسفار
 کے عنوان سے لکھا۔ یورپ کی مختلف زبانوں میں اس کے کئی ترجمے ہو چکے
 ہیں۔

چند دیگر جغرافیہ دان

نام	سال وفات	جغرافیہ پر تصانیف
شیخ زکریا بن محمد القزوينی	(چودھویں صدی)	آثار البلاد و أخبار العباد
ابو الحسن علی بن ابی القاسم بن بابور	۹۳۳	شمالی افریقہ کے حالات لکھے
ابو الفدا اسماعیل بن علی بن محمود الیوبی	۱۲۳۱	تقویم البلدان
یحییٰ بن احمد بن ابی یعقوب	۸۹۷	کتاب البلدان
بن جعفر خراسانی		

کتاب البلدان	(۹۳۰ میں زندہ)	ابن الفقیہ، ابو بکر احمد بن محمد بن اسحاق - ہمدانی
مسالك الممالك	دسویں صدی عیسوی میں زندہ	اصطخری، ابو اسحاق ابراہیم بن محمد الفارسی
کتاب المسالك والممالك	۱۰۹۲	ابن کثیر، عبد اللہ بن عبد العزیز
رحلۃ ابن جثیر	۱۱۸۵ میں زندہ	بن محمد بن ایوب اندلسی ابن جثیر
اس کا فرانسی ترجمہ ۱۸۴۲ء میں شائع ہوا۔		
تاریخ المنتصر	۱۲۳۰	ابن الجبار
کتاب الرحلة	۱۲۳۹	بقا
کتاب الرحلة	۱۲۸۹	آبداری
کشف الممالك	۱۲۵۰	خلیل الظاہری
کتاب المعجب	۱۲۲۴	عبدالواحد مراکشی
صور الاقالییم	۱۲۴۷	محمد بن یحییٰ
کتاب الفوائد	۱۵۰۰	ابن ماجہ
کتاب الحمدة المہریہ	(سولہویں صدی)	سلیمان المہری
محیط	۱۵۵۲	سیدی علی رئیس

جغرافیہ کی چند مشہور کتابیں

نزهت القلوب	از	حمدا اللہ مستوفی
ہفت اقلیم	از	امین احمد رازی

ناصر خسرو	از	سفر نامہ
احمد طوسی	از	عجائب المخلوقات
قزوینی	از	عجائب البلدان
طیبی	از	سیاحت نامہ
دمشقی	از	نخبة الدہر
سحرانی (سہرانی)	از	جامع الفنون
آوردی	از	خریطۃ العجائب
النویری	از	نہایت الارب فی فنون الادب
الزہری	از	کتاب الجغرافیہ
ابن خرداد بہ	از	المساک و الممالک

جے۔ ایچ۔ کریمیر (Kramier) لکھا ہے کہ مسلمانوں کے پاس سمندروں اور ساحلی ممالک کے مکمل نقشے تھے۔ جب ۱۴۹۸ء میں واسکو ڈی گاما ملیندا (مشرقی افریقہ) کے مقام پر پہنچا۔ تو وہاں ایک عرب ملاح احمد بن ماجد (اندازاً ۱۵۰۰ء) نے اُسے ہندوستان کا راستہ بتایا۔ احمد نے ایک کتاب لکھی تھی۔ کتاب الفوائد جس میں اُن ملاحوں کے لیے مکمل ہدایات تھیں، جو بحرِ ہند، خلیج فارس اور بحر الکاہل میں جہاز رانی کریں۔ اس میں تمام مقاماتِ خطر، اچھے اور برے موسموں، نیز پانی کی گہرائی وغیرہ کا ذکر تھا۔ یہی احمد قطب نما کا موجد سمجھا جاتا ہے۔

تاریخ

مسلم مورخین کا ایک مختصر سا جائزہ لینے کے لیے بھی طویل فرصت چاہیے
 حاجی خلیفہ (۱۰۶۸) نے عربی تصانیف کی ایک مختصر سی فہرست کشف الظنون
 کے نام سے تیار کی تھی۔ جس میں چالیس ہزار کتابوں کا ذکر ہے۔ ان میں سے
 تیرہ سو صرف تاریخ پر ہیں۔

عرب میں تاریخ کا پہلا سراغ یمن کے ایک داستان گو عبید بن شریحہ کی
 تحریرات میں ملتا ہے۔ جو روایتی کہانیاں لکھ کر لوگوں کو سنایا کرتا تھا۔ ایک
 مرتبہ یہ امیر معاویہ (۶۶۱-۶۸۰) کے دربار میں جانکلا۔ امیر نے اُس سے
 قدیم عرب بادشاہوں کے متعلق سوالات پوچھے۔ اور اس کے جوابات لکھ لیے
 گئے۔ یہ تحریر کتاب الملوک و اخبار الماخذین کے نام سے موسوم ہوئی۔ افسوس
 کہ آج اس کا کوئی نسخہ کہیں موجود نہیں۔ اُسی دور کا ایک اور داستان گو وہب
 بن منبہ بھی تھا۔ جس کی تحریرات کتاب الیتجان کے نام سے مشہور ہوئیں۔
 ابو عبد اللہ محمد ابن اسحاق (۷۶۷) پہلا مؤرخ ہے۔ جس نے حضور صلعم کی سیرت
 کتاب المغازی۔ مؤرخانہ انداز میں لکھی۔ ابن ہشام نے اسی کتاب کا اختصار
 کیا تھا۔ ان کے بعد اتنے مورخین پیدا ہوئے۔ کہ انہیں شمار کرنا مشکل ہے۔
 چند نام یہ ہیں۔

مدینہ میں پیدا ہوئے۔

اور پھر دربار ہارون

الواقدی، ابو عبد اللہ محمد بن عمر (۷۴۷-۷۲۲)

میں جا پہنچے۔ ان کی تصانیف یہ ہیں۔

- ۱ - التاريخ والمغازي
- ۲ - اخبار مكة
- ۳ - طبقات
- ۴ - فتوح الشام
- ۵ - فتوح العراق
- ۶ - الجمل
- ۷ - مقتل الحسين
- ۸ - صفيين
- ۹ - امر الحبش والفيل
- ۱۰ - الشقيقة وبيع ابى بكر
- ۱۱ - سيرة ابى بكر
- ۱۲ - تاريخ الفقهاء
- ۱۳ - تاريخ كبير
- ۱۴ - ازواج النبى
- ۱۵ - السيرة
- ۱۶ - ضرب الدنيا نيز والدراهم
- ۱۷ - موكد الحسن والحسين
- ۱۸ - وفات البقي

ضرب الدنيا نيز کے سوا باقى تمام کتابیں تاريخى يا نيم تاريخى ہيں۔

ايک جليل القدر مؤرخ اور

محدث جس نے اپنى طبقات

ابن سعد، ابو عبد اللہ البصرى (۲۴۵ھ)

میں حضور پر نور صلعم، صحابہ اور تابعین کے حالات درج کیے ہیں۔ ۱۹۲۰ء
یہ کتاب نو جلدوں میں لیڈن سے شائع ہوئی۔ اس کے مختلف ابواب کو سولہ
یورپی پروفیسروں نے ایڈٹ کیا ہے۔

خلیفہ متوکل اور مستعین

البلاذری۔ احمد بن یحییٰ بن جابر (۸۹۲ء) کا درباری، جس کی دو
تاریخی کتابیں، فتوح البلدان، اور انساب الاشراف اور ایک جغرافیائی
تصنیف کتاب البلدان دنیائے علم میں بڑی شہرت رکھتی ہیں۔ آخر الذکر کو پروفیسر
ڈی گوٹے نے ۱۸۶۶ء میں ایڈٹ کیا تھا۔

ابن قتیبة، ابو عبد اللہ محمد بن مسلم الکوفی الدیناوری (۸۲۸-۸۸۹ء)
محدث، مؤرخ اور ادیب جو مدتوں بغداد میں معلم رہا۔ اس کی تصانیف یہ
ہیں :-

۱۔ الامامة والسياسة (دو جلد)

۲۔ طبقات الشعراء

۳۔ کتاب معانی الشعر (۱۲ جلد)

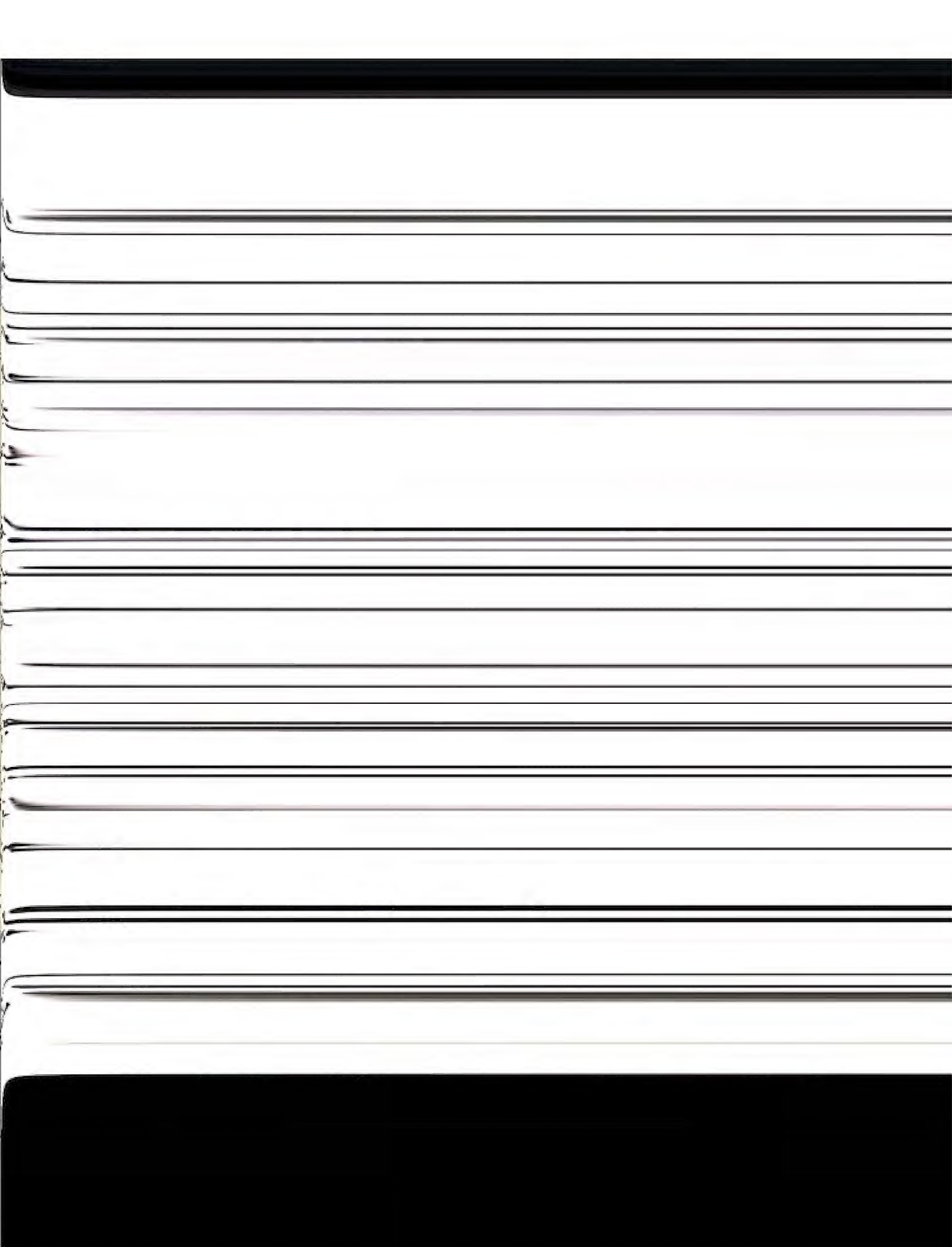
۴۔ عيون الاخبار (لیڈن میں شائع ہوئی)

۵۔ ادب الكاتب

۶۔ الجمع بین مختلف الحديث

طاہری خاندان کا درباری

یعقوبی احمد بن ابی یعقوب بن جعفر (۸۵۷ء) جس کا انتقال سر میں



میں حضور پر نور صلعم، صحابہ اور تابعین کے حالات درج کیے ہیں۔ ۱۹۴۰ء
یہ کتاب نو جلدوں میں لیڈن سے شائع ہوئی۔ اس کے مختلف ابواب کو سولہ
یورپی پروفیسروں نے ایڈٹ کیا ہے۔

البلاذری۔ احمد بن یحییٰ بن جابر (۸۹۲ء) خلیفہ متوکل اور مستعین
کا درباری، جس کی دو تاریخی کتابیں، فتوح البلدان، اور السائب الاشراف اور ایک جغرافیائی
تصنیف کتاب البلدان دنیائے علم میں بڑی شہرت رکھتی ہیں۔ آخر الذکر کو پروفیسر
ڈی گوڈے نے ۱۸۶۶ء میں ایڈٹ کیا تھا۔

ابن قتیبہ، ابو عبد اللہ محمد بن مسلم الکوفی الدیناوری (۸۲۸-۸۸۹ء)
محدث، محدث اور ادیب جو مدتوں بغداد میں معلم رہا۔ اس کی تصانیف یہ
ہیں :-

- ۱۔ الامامة والسياسة (دو جلد)
- ۲۔ طبقات الشعراء
- ۳۔ کتاب معانی الشعر (۱۲ جلد)
- ۴۔ عيون الاخبار
- ۵۔ ادب الکاتب (لیڈن میں شائع ہوئی)
- ۶۔ الجمع بین مختلف الحديث

یعقوبی احمد بن ابی یعقوب بن جعفر (۸۵۷ء) طابری خاندان کا درباری
جس کا انتقال سر میں

ہوا۔ اس کی کتاب البلدان جغرافیہ پر ہے۔ اور التاريخ العقبی تاریخ پر۔

ابن آشیر، عز الدین ابوالحسن علی بن محمد (۱۱۶۰-۱۲۲۴) | موصول کے
رہنے والے،

بغداد میں تعلیم پائی اور بحیثیت مورخ لازوال شہرت حاصل کی۔ آپ کی شہرہ آفاق تصنیف الکامل، مصر نے بارہ جلدوں میں شائع کی ہے۔ آپ نے صحابہ کے حالات پر اُسد البالغہ فی معرفۃ الصحابہ لکھی۔ نیز علامہ سمعانی کی کتاب الانساب کا ملخص اللباب کے نام سے تیار کیا۔

طبری، ابو جعفر محمد بن جریر (۸۲۹-۹۲۳) | طبرستان مولد، بغداد
میں تعلیم حاصل کی۔ اس

کی تاریخ الرسل والملوک کو بہت شہرت حاصل ہوئی۔ اس نے ایک تفسیر بھی لکھی۔ اس کی کتابوں کی فہرست ابن ندیم میں دیکھیے :

ابن خلکان، احمد بن محمد بن ابراہیم (۱۲۱۱-۱۲۸۲) | بئح کارہنے والا
جو کچھ عرصہ

کے لیے شام کا قاضی القضاۃ بھی رہا۔ آپ کی مشہور تصنیف وفيات الاعیان ہے۔ جس میں پونے نو سو مشاہیر کے حالات ہیں۔ اس کتاب کے استنبول ایڈیشن (جو ۱۵۵۷ء میں تیار ہوا تھا) کے حاشیہ پر ایک اور کتاب "الشقائق النعماء" چھپی ہوئی ہے۔ جس میں پانچ سو بائیس مشاہیر ترکی کا ذکر ہے۔

ابن الجوزی، جمال الدین عبدالرحمن بن علی بن محمد الوافر

بندادی (۱۱۱۶-۱۲۰۱) | دنیا شے اسلام کے عظیم محدث، مورخ

فقہ اور مفسر۔ جن کی تصانیف ایک سو بیس سے زیادہ ہیں۔ ان میں سے

تاریخی و سوانحی یہ ہیں -

- ۱ - اخبار البرامکہ
- ۲ - تلبیح فہوم الاثر فی التاریخ والسیرۃ
- ۳ - سیرۃ المؤمنین عمر بن الخطاب و عمر بن عبد الحزیز
- ۴ - سیرۃ النبی صلم
- ۵ - مناقب الامام احمد بن حنبل
- ۶ - مناقب معروف الکرخی
- ۷ - المنتظم فی تاریخ الأمم
- ۸ - اللقط — حکایات الصالحین
- چند غیر تاریخی کتابوں کے نام یہ ہیں -
- ۹ - الوفا فی فضائل المصطفیٰ
- ۱۰ - مناقب القاصدین
- ۱۱ - المذہب فی المذہب
- ۱۲ - مجتبیٰ من الزوارع العلوم
- ۱۳ - اللالی
- ۱۴ - فضائل المدینۃ المنورۃ
- ۱۵ - عجائب النساء
- ۱۶ - الطب الروحانی
- ۱۷ - رُوح الارواح
- ۱۸ - تکلیس الالبیس
- ۱۹ - احکام النساء

(۱۳۴۲-۱۳۴۸)

ابن الحجر العسقلانی، ابو الفضل احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی

شیخ الاسلام، علامہ، فاضل اجل، مؤرخ، محدث اور مفسر۔ آپ کی ولادت قاہرہ میں ہوئی۔ کئی مرتبہ حج کیا۔ اور مصری میں زندگی کئی اندازاً ایک سو پچاس تصانیف اُن کے قلم سے نکلیں۔ ان میں سے سوانحی و تاریخی یہ ہیں:

۱ - الإصابۃ فی تحفیر الصحابہ

۲ - ألقاب السّوداء

۳ - الایناس بمنایب العباس

۴ - تحریف الفیئۃ فیمن عاش من هذه الأمّة مائة

۵ - الدّرر الكامنه

۶ - الزّہر المطوّل فی قصّة یوسف علیہ السلام

۷ - الفتح الوہبی فی مناقب الشاطبی

۸ - مناقب الامام الشافعی

۹ - مختصر البدایۃ والنهایۃ لابن کثیر

چند دیگر تصانیف :-

۱۰ - فتح الباری

۱۱ - سائر المیزان

۱۲ - نخبۃ الفکر

۱۳ - التّراویۃ فی منتخب احادیث البدایۃ

۱۴ - تجرید التفسیر من صحیح البخاری

۱۵۔ اَلْاَنَارَةُ فِي الزِّيَارَةِ

۱۶۔ اَلْاَمَالِي

۱۷۔ اَلْاَعْجَابُ

۱۸۔ اَسْبَابُ النُّزُولِ

۱۹۔ اَلْاَلْفَاقُ فِي فَضَائِلِ الْقُرْآنِ

۲۰۔ اَلشَّمْسُ الْمُبَيَّرَةُ

۱۳۰۱

ابن کثیر، اسماعیل بن عمر عماد الدین ابو الفدا بن الخطیب الشافعی

دمشق کے رہنے والے۔ امام ابن تیمیہ کے شاگرد، محدث اور مؤرخ
آپ نے المبدایہ والہایۃ کے نام سے ایک ضخیم تاریخ عالم لکھی تھی۔ جو
۱۹۲۵ء میں مصر سے کئی جلدوں میں شائع ہوئی۔

البو عبیدہ، معمر بن المثنیٰ التمیمی (۸۲۸) بصرے کا رہنے والا جسے
ہارون الرشید نے دربار
میں بلا لیا تھا۔ اس نے مختلف مسائل پر تقریباً دو سو کتابیں لکھیں۔ ان میں سے
تاریخی یہ ہیں۔

۱۔ اَیَّامُ بَنِي مَازِنٍ وَ اَخْبَارُهُمْ

۲۔ خَوَارِجُ الْبَحْرَيْنِ وَ اَنْبِيَائُهُ

۳۔ کِتَابُ الشَّعْرِ وَ الشُّعْرَاءِ

۴۔ اَلْجَمَلُ وَ مِصْفَاتُهُ

۵۔ کِتَابُ مَآثِرِ الْعَرَبِ

۶۔ کِتَابُ مَآثِرِ غَطَفَانَ

- ۷ - کتاب مقتل عثمان
 ۸ - کتاب قضاء البصرة
 ۹ - فتوح الایہوان
 ۱۰ - کتاب قصۃ الکعبہ
 ۱۱ - کتاب الاوس و الخزرج
 چند دیگر کتابیں :
 ۱۲ - طبقات الفرسان (گھوڑوں پر)
 ۱۳ - کتاب الحیل
 ۱۴ - کتاب الفرس
 ۱۵ - کتاب الابل (اونٹوں پر)
 ۱۶ - کتاب الحیات سانپوں پر
 ۱۷ - کتاب العقارب بچھوڑوں پر
 ۱۸ - کتاب الزرع زراعت پر
 ۱۹ - کتاب السیف تلواروں پر
 ۲۰ - کتاب القباہل عرب قبیلوں پر

سینوطی، جلال الدین عبد الرحمن بن الکمال ابی بکر بن محمد بن بلق الدین

بن الفخر عثمان بن ناظر الدین مصری - (۱۲۴۵-۱۵۰۶ء)

مصر کے ایک گاؤں سینوط میں ولادت ہوئی۔ مصری میں تعلیم پائی۔ اور وہیں معلم رہے۔ اندازاً پانچ سو کتابوں کے مصنف ہیں۔ ان میں سے سوانحی و تاریخی

یہ ہیں :-

- ۱ - طبقات الشعراء
- ۲ - طبقات المفتیرین
- ۳ - طبقات النخاة الکبیر
- ۴ - طبقات النخاة الصغیر
- ۵ - طبقات الکتاب
- ۶ - طبقات الخطاطین
- ۷ - طبقات البیانیین
- ۸ - طبقات الاصولیین
- ۹ - الآخبار المروئیة فی سبب وضع علم العربیة
- ۱۰ - بدائع الزهور فی وقائع الذهور
- ۱۱ - بذل الجھود (اُن صحابہ پر جن کی عمر ایک سو میں سال یا زیادہ تھی)
- ۱۲ - تاریخ الخلفاء
- ۱۳ - المنتقى من تاریخ ابن عساکر
- ۱۴ - تبیین الصحیفۃ بمناقب البوحیفۃ
- ۱۵ - تحفة الکرام بأخبار الاکھرام
- ۱۶ - تحفة المجتهدین بأسماء المجتہدین
- ۱۷ - مناقب الامام مالک
- ۱۸ - مناقب السیدۃ فاطمہ
- ۱۹ - حسن المخاضرة (ممدوقا برہ کے حالات)

- ۲۰ - مُعْجَمُ شُيُوخِهِ الْكَبِيرِ (حَاطِبُ لَيْلِ)
- ۲۱ - مُعْجَمُ شُيُوخِهِ الصَّغِيرِ (الْمُنْتَقَى)
- ۲۲ - دُرَرُ السَّحَابَةِ فِيمَنْ دَخَلَ مِصْرَ مِنَ الصَّحَابَةِ
- ۲۳ - الشَّمَارِيخُ فِي عِلْمِ التَّارِيخِ
- ۲۴ - طَبَقَاتُ الْحُقَاقِظِ
- ۲۵ - طَبَقَاتُ شُعَرَاءِ الْعَرَبِ
- ۲۶ - عَيْنُ الْأَصَابَةِ (ابن حجر کی اِساہ کا اختصار)
- ۲۷ - الْمَثَابَةُ فِي آثَارِ الصَّحَابَةِ
- ۲۸ - مُسْنَدُ الصَّحَابَةِ الَّذِينَ مَاتُوا فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّيَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
- ۲۹ - الْمُلْتَقَطُ (دُرَرِ کابینہ کا اختصار)
- ۳۰ - مختصر محاضرات الأدباء -

ابن عساکر، علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ شافعی دمشقی (۱۱۰۵-۱۱۷۶)

مشہور مؤرخ، جن کی "تاریخ دمشق" اسی جلدوں میں تھی۔ آج صرف دو جلدیں باقی رہ گئی ہیں۔ انہوں نے المعجم میں شافعی مذہب کے تمام اکابر کے حالات درج کیے تھے۔

ابن طوَلُون، محمد بن علی بن احمد شمس الدین دمشقی (۱۲۷۶-۱۵۴۶)

اپنے وقت کا بہت بڑا فاضل جس نے ستر برس کی زندگی میں مختلف موضوعات پر سات سو سچاس کتابیں لکھیں۔ ان کی فہرست کشف الظنون یا جمیل بیگ العظم مصری کی عقود الجواہر میں دیکھیے۔ اس کی تاریخی و سوانحی تصانیف

یہ ہیں ۔

- ۱۔ اعلام الوری (دمشق کے ترک سلاطین پر)
- ۲۔ اخبار الاصحاب
- ۳۔ المسامر (مجنوں کے حالات)
- ۴۔ حور العیون (احمد بن طولون پر)
- ۵۔ ذیل (سلاطین دمشق پر)
- ۶۔ ذیل (عبدالقادر القشیری کی طبقات الحنفیہ پر)
- ۷۔ رایۃ النضر (نصر، استاد مصنف کے حالات)
- ۸۔ سلک البحان (ترکان عثمانی کی تاریخ)
- ۹۔ الشمعة المصیئة (قلعة دمشق کی تاریخ)
- ۱۰۔ عقد النظام (علامہ ابن عبدالسلام کے حالات)
- ۱۱۔ العرف العنبری (علامہ زمرخشری کے حالات)
- ۱۲۔ النون (فرعون کے حالات)
- ۱۳۔ المرویات
- ۱۴۔ افکاک المشون (محمد بن طولون کے حالات)
- ۱۵۔ القلائد (صالحیہ کی تاریخ)
- ۱۶۔ کشف الحال (اولیاء صوفیاء کے حالات)
- ۱۷۔ مشیر الغرام (خضر علیہ السلام کے حالات)
- ۱۸۔ النطق المبثی (مصنف کے ایک استاد کے حالات)
- ۱۹۔ بدایۃ المساک (امام مالک پر)
- ۲۰۔ الطہاج (حلاج کے سوانح)

۲۱ - الہادی (محدث جمال بن ہادی کے حالات

سمعیانی، ابوسعید بن ابوبکر مروی (۱۱۶۶) | بارہویں صدی کا ایک
جلیل القدر مؤرخ اور

تذکرہ نگار جس کی تاریخی تصانیف یہ ہیں :

- ۱ - تاریخ بغداد - ۵ جلد
- ۲ - کتاب الأنساب، جس میں پندرہ ہزار اشخاص کے اُنساب کا ذکر ہے۔
- ۳ - تاریخ مرقہ - ۲۰ جلد
- ۴ - معجم الکبیر - ۸ جلد
- ۵ - تاریخ القضاة - ۴ جلد
- ۶ - معجم الشيوخ - ۴ جلد
- ۷ - معجم البلدان - ۳ جلد (جغرافیہ)

ذہبی شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان (۱۲۴۸-۱۲۷۴)

امام ابن تیمیہ کا شاگرد، عظیم مؤرخ و محدث۔ آپ کی تاریخی تصانیف یہ

ہیں :-

- ۱ - تاریخ الاسلام - بیس جلد
- ۲ - طبقات الحفاظ - دو جلد
- ۳ - طبقات القراء - " "
- ۴ - اختصار تاریخ خطیب - " "
- ۵ - اختصار تاریخ ابن عساکر - دس جلد
- ۶ - تاریخ البلاد - بیس جلد

- ۷ - معجم الشيوخ (تیرہ سو محدثین کے حالات)
 ۸ - تہذیب التہذیب ۱۲ جلد (اندازاً بیس ہزار روایانِ حدیث کے حالات)
 ۹ - میزان الاعتدال فی نقد الرجال - دو جلد
 ۱۰ - المشتبہ فی أسماء الرجال
 ۱۱ - تجرید أسماء الصحابة
 ۱۲ - اخبار الدول الاسلامیہ
 ۱۳ - تہذیب الکمال فی أسماء الرجال

جدید علم تاریخ

ابن خلدون، عبد الرحمان، ولی الدین (۱۳۳۲-۱۴۰۶) کا بانی،
 ابن خلدون، تونس میں پیدا ہوا تھا۔ اس کے والدین اشبیلیہ سے ہجرت کر
 آئے تھے۔ اس کی کتاب العبر، مشرق و مغرب میں ہر جگہ بے حد مقبول ہوئی۔
 اور اس کتاب کے مقدمہ کو عالم گیر شہرت حاصل ہوئی۔ اس مقدمہ میں ابن خلدون
 عروج و زوالِ اُمم کے چند اصول بتاتا ہے۔ مختصراً یہ کہ زندگی کی بنیاد بلند کردار
 کی سنگلاخ زمین پر رکھی جاتی ہے۔ جب تک کہ کوئی قوم سادہ شعار، راست باز،
 جفاکش، متحد اور اسبابِ عیش سے دُور رہتی ہے۔ وہ پھلتی پھولتی ہے۔ لیکن
 عیش پسند ہونے کے بعد اس کا زوال شروع ہو جاتا ہے۔ قوموں کو دو چیزیں
 متحد کرتی ہیں۔ اول عصبيت یعنی جتنہ بندی جس کا جدید نام قومیت ہے۔ اور
 پرانا نام "قبائلیت" تھا۔ دوم مذہب جو مختلف گروہوں اور قبیلوں کو ایک
 کنبہ بنا دیتا ہے۔ اگر کسی قوم کا اخلاقی زوال شروع ہو جائے۔ تو اُس کے
 افراد۔ خود غرض، منفعت پرست، عیش و نوش اور قومی سود و زیان سے لاپرواہ
 ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد نہ انہیں عصبيت متحد رکھ سکتی ہے۔ نہ مذہب۔

ابن خلدون جب کسی قوم کے عروج و زوال پر بحث کرتا ہے تو اس بنیادی اصول کی طرف بار بار توجہ دلاتا ہے۔

یورپ میں کتاب العبر کے مختلف ایڈیشن نکلے۔ اور مقدمہ کے کئی تراجم ہوئے۔ مثلاً :

۱۔ مقدمہ انگریزی ترجمہ از ایف روزن تھال۔ لمیج لیڈن

۲۔ " فرانسیسی ترجمہ از ڈی سلین (De Slane)

جرمنی کے ایک فاضل فان کریر نے ابن خلدون کے فلسفہ تاریخ پر ایک

فاضلانہ مقالہ لکھا تھا۔ جو وی آنہ (آسٹریا) کے ایک رسالہ (Sitz Der Kais) میں ۱۸۷۹ء کو شائع ہوا۔

چند دیگر مورخین :-

نام	سال وفات	تاریخی تصانیف
ابن الخطیب، لسان الدین قرطبی	۱۲۷۵	۱۔ الأمانة فی تاریخ غرناطہ ۲۔ فی ادب المائتہ الثامنہ ۳۔ بُتَانُ الدُّوَل ۴۔ رقم الحلل فی نظم الدُّوَل ۵۔ طرفۃ العصر فی دولۃ بنی نصر
ابن آبار اُنْدَلُسی	۱۲۶۰	الْمُعْجَم فی اصحاب الامام ابی علی الصدفی
ابن بشکُوْال قرطبی	۱۱۸۳	تاریخ ائمتہ الاندلس
ابن القاضی احمد بن محمد بن احمد	۱۶۱۶	۱۔ تاریخ فارس

۲۔ ذرۃ المجال (اسماء رجال)

۳۔ المنطق المقصور (منصور عباسی پر)

ابن القفطی، ابوالحسن علی بن یوسف مصری ۱۲۴۸ تاریخ الحکما

الوحیان علی بن محمد التوحیدی الواسطی (۱۰۱۰ میں زندہ) ۱۔ اخبار الصوفیہ

۲۔ اخبار القدما

ابوالفرج علی بن حسین اصفہانی ۹۶۴ کتاب الاغانی - ۲۱ جلد

الانباری - عبدالرحمن بن محمد ۱۱۸۱ فی طبقات الادباء

الانیری، ابوریحان محمد بن احمد ۱۰۴۸ آثار الباقیہ عن القرون الخالیہ

بہیقی، ابوالفضل محمد بن حسین ۱۰۷۷ تاریخ بہیقی

نعلبی، عبدالملک بن اسمعیل

نیشاپوری ۱۰۳۸ ۱۔ تیسرۃ الدہر

۲۔ سیرۃ الملوک

جوزجانی، ابو عمر عثمان بن سراج الدین ۱۲۴۷ میں زندہ طبقات ناصری

حاجی خلیفہ مصطفیٰ بن عبداللہ

(کاتب چلبی) ترکی ۱۶۵۴ ۱۔ کشف الظنون

۲۔ تقویم التواریخ

۳۔ طبقات الفحول

۴۔ رونق السلطنت

(تاریخ استنبول)

حافظ آبرو، شہاب الدین عبداللہ

الخوانی ایرانی ۱۴۲۰ زبدۃ التواریخ - ۲ جلد

محمد الله مستوفی بن ابوبکر الفزونی (۱۳۲۹ میں زندہ)
خطیب بغدادی - ابوبکر احمد

تاریخ گزیده

بن علی

۱۰۸۱

تاریخ بغداد

رشید الدین، فضل الله بن عماد الدولہ

۱۳۱۸

جامع التواریخ

(غازان کا وزیر)

مشہودی، نور الدین ابوالحسن علی

۱۵۰۵

وفاء الوافی

بن عبد الله

سیرانی، حسن بن عبد الله

۹۰۳

أخبار النخبة

(بغداد کا قاضی)

۱۱۵۳

۱- تاریخ الحکا

شہرستانی، محمد بن عبد الکرم

۲- اللیل والنخل

شیرازی، ابراہیم بن علی بن یوسف

۱۰۸۳

طبقات الفقہا

فیروز آبادی -

۱- أخبار الزمان - ۳۰ جلد

۹۴۴

مشہودی، علی بن الحسین بغدادی

۲- مروج الذهب

مقربری، تقی الدین احمد بن علی بن

۱۲۲۲

عبد القادر مصری

۱- الخطط والآثار

۲- السلوک لمعرفة دول الملوک

۱- نفع الطیب

۲- أنوار الیاسین

آل مقبری، احمد بن محمد بن احمد التلسانی

الغیرت

ابن ندیم، ابوالفرج محمد بن ابی یعقوب بغدادی ۹۸۸ میں زندہ -

الذخیره فی محاسن

۱۱۴۸

اہل الجزیرہ

طبقات الحنفیہ

۱۳۷۵

طبقات الأئم

۱۰۷۰

نہایت الأرب فی فنون

۱۲۳۲

الأدب - - ۳ جلد

0

یہم قدین کو شمار کرنا آسان نہیں۔ اس لیے میں اس کہانی کو یہیں ختم کرتا
ہوں۔ یہ کتاب کوئی کون سی کتابیں یورپ میں شائع ہوئیں۔ اور کس
کتاب کی تالیف کی۔ اتنی ہی طویل داستان ہے۔ یوں تو جرمنی، فرانسیسی
اور ہسپانیہ کے اس قسم کی کتابیں مسلسل شائع ہو رہی ہیں۔ لیکن ہمارے علوم
اور ادب کی اس صنعت گھریلو میں ہے۔ جو ای۔ جے۔ بیل
کے نام سے مشہور ہے۔ دیکھو ان کی کتابیں اور ان کے تراجم چھاپتے ہیں۔ ان
کے کتابوں کی فہرست ۲۶۰۰ اصول (۱۵۰ صفحات) میں پھیلی ہوئی ہے۔
۱۹۶۰ء میں مولانا ریح کی کتابیں ہیں۔ اس میں سیوطی، واقفی
نصیر الدین، ابن خلدون، ابن طفیل، توحیدی، نقاشانی، بسکی، ثابت بن
قز، کمری، شافعی، شیرازی، سینا، شرفی، ابن رشد، رشید الدین، ابن قتیبہ
ابن عساکر، ابن شکر، مغربی، گندی، ادیبی، خواجہ محی، ابن خزم، ابن الجحر
امام غزالی، حاجی، قادری، ذہبی، ابن بطوطہ، البلاذری وغیرہ کی متعدد
کتابوں کے پرانی ادیشن اور ترجموں کا ذکر ہے۔

عِلْمُ اللُّغَةِ

عربی زبان کتنی وسیع ہے، اس کا اندازہ آج تک نہیں ہو سکا۔ جس زبان میں اونٹ کے لیے چار ہزار اور تلوار کے لیے دو ہزار الفاظ موجود ہوں۔ اُس کی وسعت کا اندازہ کون کرے۔ ہمارے باہمت اسلاف نے بڑی تعداد میں لغات لکھے۔ لیکن کوئی ایسا لغت موجود نہیں۔ جسے ہم ہر حیثیت سے مکمل کہہ سکیں۔ چند لغات کے نام یہ ہیں :-

مصنف	سال وفات	عنوان لغت	کیفیت
۱۔ مُفَضِّل بن سَکَمَہ	۸۴۶	کتاب الفاخر	
۲۔ محمد بن علی عراقی	۱۱۶۶	نَزْمَةُ الْاَنْفُسِ	
۳۔ احمد ابن فارس قزوینی	۱۰۰۶	مُجَمَّل	
۴۔ ابو منصور جو الیقی	۱۱۴۵	الْمُعَرَّب	
۵۔ ناصر الدین مُطَرِّزِی	۱۲۱۳	اِقتاع	
۶۔ خلیل بن احمد فراہیدی	۸۸۷	کتاب العین	
۷۔ ابوبکر محمد بن حَسَن	۹۳۲	الجمہر - پیرس اور لندن میں موجود ہے	
۸۔ ابو علی اسماعیل بن قاسم بغدادی	۹۷۷	البارع - دس ہزار صفحات میں	
۹۔ ابو نصر اسماعیل بن حماد جوہری	۱۰۰۸	تاج اللغۃ	
۱۰۔ ابو عبد اللہ محمد بن جعفر قرطوبی	۱۰۲۲	جاریح	

- ۱۱۔ تمام بن غالب ۱۰۴۷ موعب
- ۱۲۔ زنجشیری ۱۱۴۶ اساس البلاء
- ۱۳۔ احمد بن محمد الفیومی ۱۳۶۹ المصباح المنیر
- ۱۴۔ بتانی - البتان
- ۱۵۔ مجد الدین محمد بن یعقوب
- فیروز آبادی ۱۲۱۲ القاموس
- ۱۶۔ صاحب بن عباد وزیر ۹۹۶ محیط
- ۱۷۔ ابو منصور محمد بن احمد زہری ۹۸۱ تہذیب اللغة
- ۱۸۔ ابو الحسن علی بن اسمعیل (اندھا) ۱۰۶۶ المحکم والحیط الاعظم
- ۱۹۔ رضی الدین حسن بن صفائی لاہوری ۱۱۸۲ مجمع البحرین
- ۲۰۔ ابن سیدہ ۱۰۶۶ مختص
- ۲۱۔ جلال الدین محمد بن جلال الدین
- افریقہ ۱۳۱۲ لسان العرب
- ۲۲۔ سید محمد بن محمد حسینی واسطی المعروف
- برسید مرتضیٰ زبیری (ہردوی)
- دیوپی کے رہنے والے ۱۷۹۱ تاج العروس
- ابوالعلا مغیری ۱۰۵۴ الایک والغصون
- عربوں نے اشخاص، حیوانات، حشرات، اُحجار، اُنساب وغیرہ کے
- لغات بھی لکھے۔ جن کا اصطلاحی نام مُتَجَمِّع (انسائیکلو پیڈیا ہے۔ چند کتابیں
- ملاحظہ ہوں۔

مصنف	سال وفات	کتاب	کیفیت
عبدالبر	۱۰۷۱	استیعاب	صحابہ پر
ابن حیان	۱۰۷۷	معرفۃ الصحابہ	"
ابن اشیر	۱۲۳۴	أسد الغابہ	"
ابن حجر	۱۴۴۸	اصابہ	"
علامہ ذہبی	۱۳۴۸	تہذیب التہذیب	"
ابن خنجر	۱۲۴۶	ذیل	مشاہیر پر
ابن ابار	۱۲۶۰	معجم	"
ابن خلکان	۱۲۸۲	وفیات	"
صفدی	۱۳۶۳	دانی	"
ابن قطلوبغا	۱۴۷۵	تاج التراجم	حنفی علماء و فقہاء پر
مبکی	۱۳۷۰	طبقات کبرے	شافعی " "
ابن فرحون	۱۳۹۷	الدیباچ المذہب	مالکی " "
یاقوت	۱۲۲۹	معجم الادبا	اہل قلم پر
قطب الدین عبدالکریم گیلانی	۱۴۲۳	النہوس الاعظم	تصوف پر
			چالیس جلد
ابن فضل اللہ دشتی	۱۳۴۹	ممالک عباد الشلیب	یورپ کے
		تمام ممالک کا معجم، جس کا اٹالوی ترجمہ لاماری	
		نے ۱۸۸۳ء میں کیا۔	
ابوالفرج اصفہانی	۹۷۷	کتاب الاغانی	شعرا پر
			اکتیس جلد

شہاب الدین احمد نویری ۱۳۳۲ نہایت الأرب
 فی فنون الادب تیس جلد
 سنائی مرقی ۱۱۶۶ کتاب الأناش
 نپدرہ ہزار اشخاص کے شجرے۔

ابو عمرو شیبانی ۸۲۲ معجم شعرا پر اسی جلد
 نامعلوم - المشرق ۱۵۰
 " - المغرب ۱۵۰
 " خطبات قاضی ابویوسف یقین سو جلد
 " کتاب الفنون چار سو ستر جلد

مولانا سعید انصاری اپنے مقالہ "عربی علم اللغۃ کی تاریخ" میں ایک
 ایسی کتاب کا ذکر کرتے ہیں۔ جس کی تالیف میں چھ پشتوں نے ایک سو پندرہ
 سال صرف کیے تھے۔

اختصار کی خاطر میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ ورنہ ہمارے لغات معاجم
 اور طبقات کا تو کوئی شمار نہیں۔

یہ سب کچھ ایک ایسے زمانے میں ہو رہا تھا۔ جب یورپ، جہالت،
 وحشت، بربریت اور غیلاطت میں تباہ مرق ڈوبا ہوا تھا۔

۱۔ راقم نے لغت کے متعلق بیشتر مواد اسی مقالہ سے لیا ہے جو ادارہ معارف اسلامیہ
 ہند کی روداد اجلاس اول ص ۳۶۶ میں شائع ہوا تھا۔ یہ اجلاس ۱۹۶۳ء میں
 ہوا تھا۔

عربی ادب اور یورپ

عربوں نے حکایات، خطبات اور مختلف موضوعات پر اس قدر نثری ادب چھوڑا ہے۔ کہ اس کی فہرست تیار کرنے کے لیے بھی سا لہا سال چاہئیں۔ اَلْف لَیْلَہ کا لکھنا دوسرے، مقاماتِ حریری، مقاماتِ بدیعہ، حتیٰ بن یقظان وغیرہ وہ شاہکار ہیں۔ جو یورپ میں بہت مقبول ہوئے۔ لکھنا دوسرے۔ دراصل منسکرت کی کتاب تھی۔ جسے ابنُ المقلِّع (۷۰ء) نے عربی میں منتقل کیا تھا۔ الفونسو دہم (۱۲۵۲-۱۲۸۴) کی فرائش پر اس عربی ترجمے کا ترجمہ ہسپانوی زبان میں ہوا۔ پھر اٹلی کے ایک یہودی جان نے اسے لاطینی میں منتقل کیا۔

اَلْف لَیْلَہ سولہویں صدی میں یورپ میں پہنچی۔ اور ایک فرانسیسی سیاح و عالمِ جنین گالینڈ (۱۵۱۵ء) نے بارہ جلدوں میں اس کا ترجمہ کیا۔ پہلی سات جلدوں میں اَلْف لَیْلَہ، سندباد اور قمر الزماں (حکایات) کا ترجمہ ہے۔ اٹھویں جلد میں غانیم، زین العنناں اور خداداد کے تراجم ہیں۔ غانم کا ترجمہ گالینڈ نے کیا تھا۔ اور باقی دو کا ایک اور فرانسیسی عالم پتائی۔ ڈی۔ لا۔ کرائسٹس نے گالینڈ عربی حکایات کا بہت دلدادہ تھا اور ہمیشہ ان کی تلاش میں رہتا تھا۔ اتفاقاً صائب کا ایک عالم حتیٰ نامی پیرس میں آگیا۔ گالینڈ اس کے ہاں پہنچا۔ حتیٰ کے پاس عربی حکایات کی چند کتابیں تھیں۔ اور بے شمار حکایات اُسے یاد بھی تھیں۔ گالینڈ نے اس تمام ذخیرے کا ترجمہ کیا۔ اور آخری چار جلدوں میں یہی مواد ہے۔ گالینڈ کے بعد بھی اس کتاب میں مزید تراجم کا اضافہ ہوتا رہا۔ جو عالم بھی کسی عربی حکایت کو فرانسیسی میں منتقل کرتا۔ وہ اس کتاب کا حصہ بن جاتی۔

۱۸۸۸ء میں ڈینیس چاوس نے چند اور عربی حکایات کو فرانسیسی میں منتقل

کی ۱۸۹۲-۹۳ء میں اس فرانسیسی ترجمہ کو جیمز اینڈرسن نے انگریزی میں ڈھالا۔ ۱۸۹۵ء
میں پیٹرک رسل (تاریخ حلب کے مصنف) نے بعض دیگر حکایات کا ترجمہ کیا۔

۱۸۸۸ء میں جیمز اینڈرسن نے انگریزی الف لیله کے ساتھ ایک اور جلد کا اضافہ
کیا۔ جس میں چند نئی عربی حکایات کا ترجمہ تھا۔ ۱۸۲۵-۲۶ء میں آئیڈورڈ گارشیر

نے نئی حکایات کی دو اور جلدیں ساتھ شامل کیں۔ جرمنی کے مشہور فاضل فانیئر
نے بھی چند عربی حکایات کا ترجمہ کیا تھا۔ جسے ۱۸۶۶ء میں لیبٹ نے انگریزی
میں منتقل کیا۔ ۱۸۲۵ء میں ایک فرانسیسی فاضل (Habib) نے

الف لیله کا نیا ترجمہ پندرہ جلدوں میں نکالا۔ ویل (Weil) نے بھی اس کتاب

کا ترجمہ کیا جو تیس برس (۶۷-۱۸۳۷ء) میں تیار ہوا۔ ۱۸۸۸ء میں ایک اور عالم
لین (Lane) کا ترجمہ نکلا۔ ۱۸۸۲ء میں پٹنی نے عربی حکایات کے تراجم

تیرہ جلدوں میں شائع کیے۔ پہلی نو جلدوں میں الف لیله کا ترجمہ تھا اور باقی چار میں
دیگر حکایات مثلاً زین الاصلنام، اللہ دین وغیرہ کا، کچھ عرصہ بعد سیریز چرڈ برٹن

نے الف لیله اور دیگر حکایات کا انگریزی ترجمہ سولہ جلدوں میں شائع کیا۔ اس

کتاب کے تراجم یورپ کی بعض دیگر زبانوں میں بھی ہوئے۔ ہسپانوی ترجمہ

Vicente Blasco Ibañez نے کیا، جرمنی ترجمہ ای۔ ہٹمین

(چھ جلد) کے قلم سے نکلا۔ پولش میں بھی ایک ترجمہ ہوا تھا۔ لیکن وہ نامکمل رہ

گیا۔ روسی ترجمہ کراکوف سکی نے ۱۹۳۳ء میں کیا۔ ای۔ جے برل (لیڈن) کی
فہرست میں اس کتاب کے انیس ایڈیشنوں کا ذکر ہے۔ جن میں صرف ایک شیخ عثمان

سے مزید تفصیل کے لیے انسائیکلو پیڈیا آف اسلام "الف لیله" ملاحظہ فرمائیے۔

کا ہے۔ اور باقی تمام علماء یورپ نے تیار کیے تھے۔

یورپ کے بعض بڑے بڑے ادیبوں اور نقادوں کا خیال یہ ہے کہ اگر الف لیلہ نہ ہوتی تو نہ آرش ادیب سوئٹ (۱۴۵۷ء) کی "گلیورس ٹریوٹز" وجود میں آتی اور نہ ڈینیئل ڈیفو (۱۷۲۱ء) کی "رائینس کروسو" بعض دیگر نقاد کہتے ہیں کہ "رائینس کروسو" کا ماخذ ابن طفیل (۱۱۸۵ء) کی حسی بن یقظان تھی۔ جسے ۱۶۷۱ء میں پوکاک نے لاطینی میں اور ۱۷۷۱ء میں اوتکے نے انگریزی میں منتقل کیا تھا۔ اس موضوع (رائینس کا ماخذ) پر ۱۹۳۱ء میں اے۔ آر۔ پاسٹرنے ایک کتاب "دی آئیڈیا آف رائینس کروسو" کے نام سے لکھی۔

یورپ میں ان تراجم کا اثر یہ ہوا کہ اُس دور
عربی حکایات کی تقلید کا یورپی ادب عربی ادب کے سانچے میں ڈھل

گیا۔ اٹلی اور سپین میں مقامات کی طرز پر حکایات لکھی جانے لگیں۔ اس قسم کے ایک مجموعہ حکایات کا ہسپانوی نام

El. C. vallerio . Cifar

ہے۔ چاتر کی Squires Hall دراصل الف لیلہ کی ایک

کہانی ہے۔ ڈانٹے نے ڈواین کاڈی میں سیرانڈاک کا تخیلی معراج سے بیا

تھا۔ اٹلی کے ایک ادیب بوئیشیو (۱۲۷۵ء) کی تمام حکایات عربی ماخذ سے

آئی ہوئی ہیں۔ عربی اثر کی انتہا یہ ہے کہ تیرھویں صدی میں ایک فرانسی ادیب

نے ایک ناول Floire At Blanchfleur کے عنوان سے

لکھا۔ اس میں عربی رنگ کی مجالس جمائیں، عربی ساز و سامان سے کام لیا
اور قاسم کو مہرور بنایا۔

۱۰ میراث ص ۲۱

پہلے کے ایک پادری جان رُوز نے چودھویں صدی کے آغاز میں ایک ایسی منظوم کہانی لکھی۔ جس میں عربی اقوال و امثال بکثرت استعمال ہوئیں۔ اس کی ہیوی کا نام کریمہ تھا۔ جو خالص عربی لفظ ہے۔ اسی دور کے ایک اور ہسپانوی نے یوسف زلیخا کا منظوم قصہ ہسپانوی زبان اور عربی حروف میں لکھا۔ اس کی بحر بھی عربی تھی۔

ڈان کوئیک ساٹ کی مشہور کہانی، جس کا اردو ترجمہ خدائی نوحہ دار کے عنوان سے ہو چکا ہے کا اصل مصنف ایک مراکشی مسلم حمید بن غنجل تھا۔

گیارہویں صدی میں مُبَشِّر بن فائیک مصری نے دانشورانِ عالم کے اقوال کا ایک مجموعہ مرتب کیا تھا۔ جس کا پہلے لاطینی ترجمہ ہوا۔ اور پھر ہی ترجمہ Dicts And Sayings of The Philosophers.

اسے نام سے انگریزی میں منتقل ہوا۔ انگلستان کا پہلا پریس کیسٹن تھا۔ جس میں سب سے پہلے یہی کتاب چھپی تھی۔ ڈان کوئیک ساٹ کی حکایت دراصل ہسپانوی زبان میں لکھی گئی تھی۔ انگریزی ترجمہ بعد میں ہوا۔ اس میں ہیرد کے تمام اقوال و امثال عربی الاصل ہیں قرونِ وسطیٰ کے یورپ میں عربی ادب کا نفوذ ایک تخت غیر مترقبہ تھا۔ لاطینی کا مفلس، بے جان اور بے کار ادب لوگوں کو ایک تخت نہیں کر سکتا تھا۔ اس میں نہ لذت تھی۔ نہ صداقت اور نہ گہرائی۔ دوسری مہلک بات یہ کہ ادب میں بلا کی قوت۔ عظمت۔ توانائی۔ زندگی اور وسعت تھی۔ یہ طوطی عربی ادب میں ہر پہلو پر روشنی ڈالتا تھا۔ حیات کو منزل کی راہ دکھاتا تھا۔ انسان

کا رابطہ اللہ سے جوڑتا تھا اور روح میں سوز و سرور بھرتا تھا۔ یورپ کے لیے اس ادب سے منہ موڑنا ناممکن تھا۔ درست کہا تھا۔ وکٹر ہیوگو نے :-
 ”پہلے تمام دنیا یونانی تھی۔ اور اب عربی ہے۔“

شاعری

عرب میں اسلام سے پہلے ہر قبیلہ اپنے شعرا پر نازاں تھا۔ یہ شاعر میدان جنگ میں زخزخ پڑھتے، ایام صلح میں قبائل کے کارنامے سناتے، اپنوں کو اچھالتے اور غیروں پر آگ برساتے تھے۔ بدیگر الفاظ شاعر قبیلہ کا مورخ بھی تھا اور مصلح و مبلغ بھی۔ اس کی مدح سے ہمیں بلند ہوتی تھیں۔ اور اس کی بھونہفت کی آگ بھڑکا دیتی تھی۔ شعرائے جاہلیت میں امرؤ القیس طرفہ شغفرہ، عمرو بن کلثوم، حارث بن حلزہ، زہیر، لبید بن ربیعہ، زیاد بن معاویہ المعروف بہ نابغہ ذبیانی، یمین بن قیس المعروف بہ اعشی، علقمہ بن عبادہ الغفل، عمرو بن قبیہ اور عنترہ بہت مشہور تھے۔ ان کے کلام کا کچھ نہ کچھ حصہ آج بھی موجود ہے۔ اور بعض کے دیوان مصر، بیروت، ہند اور یورپ میں باقاعدہ چھپ رہے ہیں۔ شعرائے جاہلیت کی تعداد کیا تھی، کوئی نہیں جانتا اس زمانے میں لکھنے والے ہی نہیں تھے۔ اس لیے ان کے نام محفوظ نہ رہ سکے۔ البتہ بعض باہمت لوگوں نے ان کا کچھ نہ کچھ کلام محفوظ کر لیا۔ مثلاً :-
 ۱۔ پسین کے نحوی اَلَا عِلْمُ (۱۰۸۲) نے نابغہ، عنترہ، طرفہ، زہیر

عَلَمَہ اور اِمْرُ الْفِئَس کے دیوان مرتب کیے جنہیں ۱۸۷۷ء میں Ahlwardt نے شائع کیا۔ الشکری (۱۸۸۱ء) کے مجموعہ اشعار البذیلیات کو Kopschgarten اور Wollhausen نے چھاپا۔

- ۲۔ حماد الراویہ (عہد امیہ) نے سبع معلقات جمع کیے۔
- ۳۔ مفضل الضبی (۷۸۶ء) نے عباسی خلیفہ منصور کے رٹکے مہدی کے لئے ایک سواٹھائیس نظیں جمع کی تھیں جو مفضلیات کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کی ایک تہائی ۱۸۷۵ء میں Thorbecke نے شائع کی۔ اور کچھ عرصہ پہلے سرچارلس لائل نے مفضلیات کا انگریزی ترجمہ مع عربی متن نکالا تھا۔
- ۴۔ ابوتام (۸۵۰ء) نے خمسہ مرتب کیا۔
- ۵۔ بختری (۸۹۷ء) نے بھی اسی نام سے ایک مجموعہ تیار کیا۔
- ۶۔ ابو زید محمد القریشی نے سنہ ۱۰۸۲ء میں جُمُرۃ اشعار العرب کے نام سے اُنچاس نظموں کا ایک مجموعہ ترتیب دیا۔
- ۷۔ اصعبانی (۹۶۷ء) کی کتاب الافغانی، ابوعلی القالی (۹۶۷ء) کی کتاب الامالی، المبرّد کی الکامل اور عبدالقادر بغدادی (۱۶۸۲ء) کی خزینۃ الادب میں شعرائے جاہلیت کے ہزار ہا اشعار نقل ہوئے ہیں۔
- بعض تذکروں میں حماد الراویہ کے متعلق یہ حکایت دیکھی ہے کہ ایک مرتبہ خلیفہ نے اُسے چند اشعار سنانے کو کہا۔ اُس نے ایک سو عمرو نامی شعرا کے سو سو قصائد سنائے۔ اور یہ سلسلہ کئی روز تک جاری رہا۔
- گو ظہور اسلام کے بعد ساری قوم کی توجہ قرآن، حدیث، فقہ، سائنس

طب - تاریخ - ریاضی - ہیت اور دیگر علوم کی طرف ہو گئی تھی - تاہم شعرا کا سلسلہ جاری رہا - چند نام یہ ہیں :

- ۱ - جمیل العذری (۷۰۱ء)
- ۲ - عمر بن ابی ربیعہ (۷۱۹ء)
- ۳ - حجاج (۷۱۵ء)
- ۴ - فرزدق (۷۲۸ء)
- ۵ - جبریدہ (۷۲۸ء)
- ۶ - اخطل (۷۱۰ء)
- ۷ - ذوالرّمہ (۷۱۹ء)
- ۸ - مروان بن ابی حفصہ (۷۹۷ء)
- ۹ - مسلم بن ولید
- ۱۰ - ابان اللّاحقی (۸۱۵ء) اس نے کلیدِ دمنہ کو منظوم کیا تھا -
- ۱۱ - عباس بن احنف (۸۱۳ء)
- ۱۲ - ابو نواس (۸۱۰ء)
- ۱۳ - ابوالقاسم (۸۲۸ء)
- ۱۴ - رابعہ (۸۰۱ء)
- ۱۵ - مقبلی (۹۶۵ء)
- ۱۶ - ابو فراس (۹۶۸ء)
- ۱۷ - ابن الرومی (۹۹۶ء)
- ۱۸ - ابن عبد ربّہ (۹۴۰ء)
- ۱۹ - دعبلی (۸۳۵ء)

حُشْب و نَسَب، آباد و آباد اور اُن کے جنگی کارناموں پر اترانے لگے۔ بعض
یورپی عربی میں شریک کہنے لگے۔ اس قسم کے دو شعر درج ذیل ہیں یہ کمر
کے ایک پروفیسر ایڈورڈ مہری پائٹر (۱۸۸۲ء) کی تخلیق ہیں۔ فنی لٹریچر سے
کچھ غامض ہیں۔ لیکن کوشش بُری نہیں:

لَیْتَ شَعْرِي هَلْ كَفَى صَاقِدًا جَرِي
مَنْ جَرِي مِنْ عِبْرَتِي مِنْ مُقْلَتِي

ترجمہ: کاش مجھے علم ہوتا کہ آنسوؤں کی جو جھڑی میری آنکھوں
سے برستی رہی ہے۔ وہ ختم ہو گئی ہے بایہ سلسلہ جاری رہے گا۔

قَدْ بَدَى عَطَشِي حُزْنٌ أَغْطِي
وَقَدْ جَسِي حَاشَا أَجْغَرِي

میری بڑھی (بڈیوں) کو میرے بڑے غم نے جلا دیا ہے۔
اور زبان کے سوا (اصغری) باقی سارے جسم کو ناکردیا ہے۔

یورپ میں کسی گروہ کو سہاری عربی شاعری پسند آئی اور کسی کو فارسی۔
یورپ میں عرب شعرا کے تقریباً تمام دیوان حواشی، مقدمہ اور کچھ تراجم کے ساتھ
شائع ہو چکے ہیں۔ ریڈن نے دیوان ابو نوّاس کے تین اور ابو فراس کے دو
ایڈیشن شائع کیے ہیں۔ نیز ابو العلاء المعری کا دیوان ترجمے سمیت نکالا ہے۔
یہ ترجمہ ایچ۔ برٹرین نے کیا تھا۔ کتاب الافغانی کا نہایت عمدہ ایڈیشن مول
جلدوں میں شائع کیا ہے۔ عنترہ کا کلام G. Rouger نے

ایڈیٹ کیا ہے۔ فرزدق، ابن الہمانی، حُشْب، حسان بن ثابت، متقی، لبید
بن ربیعہ وغیرہ کا کلام آج تک یورپ میں چھپ رہا ہے۔ اس وقت معلقا
کے سات، مفضلیات کے دو اور متقی کے دس ایڈیشن یورپ میں پکڑے

ہیں۔ مزید تفصیل کے لیے ای جے برل (بیڈن) کی فہرست مطبوعات ملاحظہ فرمائیے :

یورپ ہماری فارسی شاعری سے بھی کسی حد تک متاثر ہوا تھا۔ تھامس مور (۱۸۵۲) کی لالہ رخ اور مینتھو آرٹلڈ کی نظم سہراب و رستم میں ایرانی تصورات بہت نمایاں ہیں۔ جرمن شاعر شلر (۱۸۰۵) کے ڈرامہ توران دخت کا پلاٹ نظامی کی حکایت ”دختر پادشاہ“ (ہفت پیکر اقلیم چارم) سے ماخوذ ہے والیٹر (۱۷۷۸) کی حکایات میں ماحول، ساز و سامان اور دیگر لوازمات مشرقی ہیں۔

۱۶۱۱ء میں ایک جرمن عالم الیبرٹس نے سعدی کی بوستان و گلستان کا جرمنی میں ترجمہ کیا تھا۔ جس نے جرمن قوم اور ادب پر گہرا اثر ڈالا۔ ۱۸۱۲ء میں فان بیمبر نے دیوان حافظ کو جرمنی میں منتقل کیا۔ اس سے گوٹے (۱۸۲۹-۱۸۳۲) بہت متاثر ہوا اور اس نے حافظ کے رنگ میں دیوان مغرب لکھا۔ جس میں فارسی استعارات و محاورات مثلاً تیر مژگاں، شامِ غریباں، زلفِ گرہ رگیر وغیرہ کثرت سے استعمال کیے ہیں اور مختلف حصوں کے عنوان تک فارسی سے لیے ہیں۔ مثلاً ”ساقی نامہ۔ عشق نامہ۔ معنی نامہ“ وغیرہ۔ گوٹے کے بعد پلاٹن اسی رنگ کا شاعر تھا۔ یہ رومی۔ جامی اور سعدی کا عالم تھا اور ان کے فلسفے سے پوری طرح آشنا۔ راکرٹ۔ فان شاگ لوشکے اور لٹ ہولڈر بھی شاعری میں گوٹے کے پیرو تھے۔

نظم و نثر کی پست و ناپستد کا عربی معیار دنیا بھر
 علم البیان والمعانی سے جدا گانہ ہے۔ عربوں نے لفظی و معنوی محاسن
 پر کتابیں لکھیں۔ ان کی تفصیل دی اور ان کے نام رکھے۔ مثلاً تجنیس، حسن تعلیل

مراعات النظر وغیرہ۔ عیوب پر روشنی ڈالی۔ اور اس فن کو ”علم البیان والمعانی“ کا نام دیا۔ غریب میں اس فن کی مشہور کتابیں مختصر معانی اور مطول ہیں۔
 ۱۶۳ھ میں شام کا ایک عیسائی عالم، جس کا نام کسیری تھا۔ اسکوریل
 لائبریری کا رانچارج مقرر ہوا۔ اس نے وہاں اٹھارہ سو عربی خطوط کی
 ایک فہرست بھی تیار کی تھی۔ اسی کسیری کا بیان ہے۔ کہ اُس نے اسکوریل کی
 لائبریری میں بیان و معانی پر عربوں کی تین سو تصانیف دیکھی تھیں۔ اگر اسکوریل
 کی مختصر سی لائبریری میں اتنی کتابیں تھیں۔ تو اندازہ فرمائیے۔ کہ مصر بغداد اور
 شام کی لائبریریوں میں ان کی تعداد کیا ہوگی۔

تَصَوُّف

تصوّف عیسائیوں میں بھی موجود تھا۔ لیکن نہایت ہولناک قسم کا۔ عیسائی
 صوفیاء دنیا کو شیطان کی بازی گاہ سمجھتے اور ہر آسائش و لذت سے بھاگتے تھے۔
 وہ عمر بھر مجرور رہتے، کانٹوں اور میخوں پہ سوتے، بہت کم کھاتے اور اپنے آپ
 کو بہر قسم کی اذیت پہنچاتے تھے۔ یہی حال ہندو اور بدھ راہبوں کا تھا۔ اسلام
 نے جہاں زندگی کے دیگر پہلوؤں میں انقلاب پیدا کیا۔ وہیں تصوّف کا تخیل بھی
 ازسرنو پایدل ڈالا۔ اسلامی تصوّف کے عناصریہ ہیں:

۱۔ تمام گناہوں سے اجتناب

۲۔ عبادت

۳۔ پاکیزگی اخلاق، یعنی نخوت، غیبت، حسد، حرص، نمائش، بدگوئی

بداندیشی، دنیا طلبی وغیرہ سے نفرت اور تواضع، انکسار، محبت

۴۔ تمدن عرب ۱۶۷ھ

خدمت، قناعت، تسلیم و رضا وغیرہ کو عین حیات بنا لینا۔
 مسلم صوفیا کا یہی وہ انداز حیات تھا جس نے دنیا کا دل موہ لیا۔ اور
 یہ لوگ جہاں بھی پہنچے، زُتار ٹوٹتے اور تبتکدے سر دپڑتے گئے۔ یہ انہی کا
 اعجاز تھا۔ کہ غرناطہ کے پندرہ لاکھ عیسائی ہندوستان کے کروڑوں بت پرست
 اور ایران کے تمام مجوسی خدائے واحد کے پرستار بن گئے تھے۔ دنیا اس عجائزنگہ
 کو دیکھ کر حیرت میں ڈوب گئی اور یورپ کے اہل قلم نے ہم پر ”اسلام بزورِ شمشیر“
 کا الزام عائد کر دیا۔ حالانکہ تاریخ پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ کسی مسلم فاتح نے
 کسی ایک فرد کو بھی جبراً مسلمان نہیں بنایا تھا۔ یہ درست ہے۔ کہ اسلام نے
 محاربِ فریق کے سامنے اسلام یا جزیہ پیش کیا تھا۔ لیکن یہ تین متبادل شرائط
 میں سے ایک تھی۔ پہلی یہ کہ اگر محاربِ فریق شکست سے پہلے صلح کرنا چاہے
 تو لڑائی بند کر دو۔

وَإِنْ جَاءُوا لِلْسِّلْمِ فَأَجِزْ لَهَا (قرآن)

(اگر وہ صلح کی طرف مائل ہو جائیں۔ تو صلح کر لو)

لیکن شکست کے بعد جزیہ و اسلام میں سے ایک کا اختیار دو جزیہ
 سے مراد کوئی بھاری تاوان نہیں۔ بلکہ غریب پر سالانہ ایک روپیہ اور امیر پر
 زیادہ سے زیادہ بارہ روپے ٹیکس تھا۔ ضعیف، دائمی مریض، بچے، عورتیں
 اور مفلس اس سے مستثنیٰ تھے۔ اگر کوئی شخص مذہب سے اتنا ہی دل برداشتہ
 ہو کہ ایک روپیہ بچانے کے لیے اُسے ترک کر دے۔ تو قصور اُس کا ہے نہ
 کہ اسلام کا۔ پھر یہ خیال بھی غلط ہے۔ کہ اسلام لانے کے بعد پیسہ جمع کرنے
 کا لائسنس مل جائے گا۔ اسلام کا تو پہلا سبق ہی صلوة و زکوٰۃ ہے۔ حضرت
 ابوبکر صدیق نے ان عرب قبائل کے خلاف جو نماز تو پڑھتے تھے۔ لیکن زکوٰۃ

نہیں دیتے تھے۔ اعلان جنگ کر دیا تھا، زکوٰۃ کے علاوہ قدیم قدم پر صدقات اور سالانہ عشر بھی ادا کرنا پڑتا ہے۔ ان حالات میں یہ ناقابل یقین ہے۔ کہ ایک غیر مسلم ٹیکس کے چند پیسوں سے گھبرا کر ایک ایسے نظام میں جا گئے جہاں پیسہ بچنے کی کوئی صورت ہی نہیں۔

اسلامی تصوف نے عیسائی، ہندو اور بدھ راہبوں کو جنگلوں اور غاروں سے نکال کر انسانی بستیوں میں لا آباد کیا، انہیں زندگی کی جائز لذتوں مثلاً نکاح، کھانا، پینا وغیرہ سے مستمتع ہونے کی اجازت دی۔ فاقہ کشی نفس کشی اور جسمانی اذیتوں سے بچایا۔ اور انسانوں میں رہنا سکھایا۔ یورپ میں آج بھی بڑے بڑے صوفی، راہب اور پادری موجود ہیں۔ لیکن نفس کشی اور غار نشینی اور خود اذیتیں کا وہ قدیم سلسلہ باقی نہیں رہا۔ اور یہ اثر ہے اسلامی تصوف کا۔

اسلام نے بڑے بڑے صوفی پیدا کیے تھے۔ مثلاً :

نام	سال وفات	وطن
۱۔ خواجہ حسن	۷۲۸ھ	بصرہ
۲۔ رابعہ	۸۰۱ھ	"
۳۔ ذوالنون	۸۶۰ھ	مصر
۴۔ ابراہیم ادہم	۸۹۵ھ	شام
۵۔ جنید	۹۱۰ھ	بغداد
۶۔ حسین بن منصور حلاج	۹۲۲ھ	بغداد (ایران)
۷۔ شیخ ابو القاسم	۱۰۵۹ھ	جرجان
۸۔ ابو الحسن علی ہمدانی	۱۰۷۳ھ	غزنی

گیلان (ایران)
سہرورد (زنجان)
عراق

خراسان
سہرورد

ایران
تبریز

سپین
پاکستان

کرمان
عمان

ہمدان
بلخ

بخارا
نیشاپور

- ۹۔ غوث الاعظم شیخ عبدالقادر ۱۰۶۶
- ۱۰۔ ابو نجیب سہروردی ۱۱۶۸
- ۱۱۔ ابو الحسن رناعی ۱۱۷۵
- ۱۲۔ خواجہ عثمان ہارونی ۱۲۱۱
- ۱۳۔ شیخ شہاب الدین سہروردی ۱۲۲۵
- ۱۴۔ شیخ نجم الدین گبری ۱۲۲۲
- ۱۵۔ خواجہ شمس تبریزی ۱۲۴۸
- ۱۶۔ شیخ ابن العربی ۱۲۴۰
- ۱۷۔ فرید الدین گنج شکر ۱۲۴۸
- ۱۸۔ شیخ اوحید الدین ۱۲۳۸
- ۱۹۔ شیخ ابو الحسن شاذلی ۱۲۵۸
- ۲۰۔ شیخ فخر الدین عراقی ۱۲۸۷
- ۲۱۔ مولانا جلال الدین رومی ۱۲۷۲
- ۲۲۔ خواجہ بہاؤ الدین محمد نقشبند ۱۳۹۰
- ۲۳۔ امام غزالی ۱۱۱۱

یہ سلسلہ بہت طویل ہے۔ تفصیل کے لیے شیخ عطار کا تذکرۃ الاولیاء یا
ادارۃ تصنیف و تالیف لاہور کی انوار الاصفیاء ملاحظہ فرمائیے۔ میں صفحات
گزشتہ میں عرض کر چکا ہوں کہ امام غزالی کا فلسفہ یورپ کی یونیورسٹیوں میں
مذہبوں پڑھایا جاتا رہا۔ منصور حلاج کی کتاب الطیر ابن پر پیرس یونیورسٹی کا
ایک پروفیسر نیسی ناں کافی کام کر چکا ہے۔ ابن العربی کی کتب ذیل یورپ میں
شائع ہو چکی ہے۔

کتاب

- ۱ - فتوٰات مکّیہ
- ۲ - التدبیرات الاصلاحیہ
- ۳ - لطائف الاسرار
- ۴ - رسالۃ القدس
- ۵ - ترجمان الاشواق

ایڈیٹر

عبدالقادر الجزائرئی
فان - ایچ - ایس - ثانی بزرگ
عطیہ طاہرہ و احمد ذکی

M. Asin Palā/Cios

نامعلوم

امام غزالی کی کتب ذیل یورپ میں یک رہی ہیں :

کتاب

- ۱ - کتاب الرجاد والنحوث
- W. - Mckane

ایڈیٹر یا مترجم

ڈیلیوی میک کین
نے انگریزی ترجمہ کیا
توفیق مصباح

۲ - اثبات التوکل

۳ - فیصلۃ التفرقة فی الاسلام

والزندقة

۴ - إحياء علوم الدين

۵ - الإقتصاد فی الاعتقاد

۶ - رکیماء السعادة

۷ - مقدمة تهافة الفلاسفة

۸ - تهافة الفلاسفة

سلیمان دنیہ

ایل زولندیک نے انگریزی میں ترجمہ کیا۔

نامعلوم

فان - ایچ - ایس - ریٹر

سلیمان دنیہ

Bouyges.

حضرت غوث الاعظم کی دو کتابیں نعتیہ الطالبین اور الفتح الربانی و
الغیض الروحانی - یورپ میں چھپ چکی ہیں - اور ان کی ایک کتاب فتوح الغیب
کوفان - ڈیلیوی - برونی نے ایڈٹ کیا ہے - غزالی ، ابن العربی ، رومی ، بسطامی

اور دیگر صدیائے اسلام پر ملے یورپ کا کافی کتابیں لکھ چکے ہیں۔ نیز اخذ تہذیب
یعنی قرآن حکیم کے مسمیوں تراجم ہو چکے ہیں۔ اس لیے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ یورپ
اسلامی تصوف سے بدستور متاثر ہو رہا ہے۔

صوفی

موسیقی کیا ہے؟ کسی بات کو سُر میں کہنا۔ ہمارے خطیب، مؤذن، قاری
اور گانے والے شاعر سب کے سب موسیقار ہیں۔ ہر انسان موز میں آکر لگتا
ہے۔ جب چرواہا پیٹروں اور بیا بانوں کے سناٹے سے گھبرا اٹھتا ہے۔ تو گلا
کر دیں بھلاتا ہے۔ شادی۔ پیدائش اور تہواروں پر لڑکے لڑکیاں، جوان اور
بوڑھے سب گاتے ہیں، کوئی مصیبت ٹوٹ پڑے۔ تو عورتیں سُریں روتی ہیں۔
دن کی تھکان دور کرنے، دیاں کی بھڑاس نکالنے، فوج کا حوصلہ بلند کرنے اور
روح کی پاس بھجانے کے لیے موسیقی سے بستر کوئی اور چیز نہیں، ہندوؤں اور
عیسائیوں کے ہاں موسیقی جزو مذہب ہے۔ لیکن اسلام نے اسے ایک نعمت
قرار دیا ہے۔ بشرطیکہ جو چیز گائی جا رہی ہو۔ وہ حیوانی جذبات میں اشتغال
کا باعث نہ بنے۔

ہمارے اسلاف نے سب سے پہلے یونانی ماہرین موسیقی کی کتابیں عربی
میں منتقل کیں۔ مثلاً اقلیدس کی ایک کتاب عربی میں کتاب النغم کے عنوان
سے منتقل ہوئی۔ اور مارٹلیس کا ترجمہ "کتاب فی الآلات الموسیقی" کے نام سے
ہوا۔ پھر انہوں نے اس فن کو خود منضبط کیا اور کئی کتابیں لکھیں۔ مثلاً:
۱۔ فارابی کی کتاب الموسیقی

- ۲ - ابن الطیب الشرحی کی المدخل الی علم الموسیقی
 ۳ - الفارابی کی کتاب ترتیب النغم ، الرسالة الکبری فی
 التالیف ، کتاب المدخل الی الموسیقی ،
 رسالة فی الايقاع - رسالة فی الاخبار عن

مناعة الموسیقی -

- ۴ - خلیفہ معتز بالله عباسی نے مامون کی ایک کینز ، غریب پر جو ایک ہزار
 راگ لگا سکتی تھی - ایک مستقل کتاب لکھی تھی -
 ۵ - مامون کی ایک اور کینز بذل نے موسیقی پر ایک کتاب لکھی جس میں
 سات ہزار راگوں کا ذکر تھا - اس کتاب پر دربار خلافت کی ایک ممتاز
 شخصیت ، علی بن ہشام ، نے بذل کو دس ہزار درہم انعام دیا تھا -
 ابوالفرج اصفہانی نے کتاب الاغانی میں بذل و غریب کے حالات
 تفصیل سے لکھے ہیں -

موسیقی پر چند اور لکھنے والے یہ ہیں :-

- ۱ - مسعودی کی مروج الذهب میں موسیقی پر بھی بحث ملتی ہے -
 ۲ - ابوالفرج اصفہانی نے عربی موسیقی پر چار کتابیں لکھیں -
 ۳ - محمد بن اسحاق الوراق (۹۹۵ء) نے موسیقی کی کتابوں اور موسیقاروں
 کی ایک طویل فہرست تیار کی -
 ۴ - خن بن اسحاق نے موسیقی پر ارسلو کی دو اور جالینوس و فیثاغورث کی
 ایک ایک کتاب کو عربی میں ڈھالا :

۵ - ثابت بن قزحہ - (۹۰۱)

۶ - ابوالوفاء بوزجانی - (۹۹۸)

۷ - ابن سینا - (۱۰۲۷)

۸ - ابن زینہ سینا کا شاگرد (۱۳۸)

۹ - ابن الیثم - (۱۰۲۹)

۱۰ - ابوالنضرت اُبیہ - (۱۱۲۳)

۱۱ - ابن النفاش - (۱۱۷۸)

۱۲ - علم الدین قیصر - (۱۲۵۱)

۱۳ - نصیر الدین طوسی - (۱۲۷۴)

۱۴ - ابن فراس اندلسی - (۸۸۸)

۱۵ - مسلم البحر بیل اندلسی - (۱۰۰۷)

۱۶ - ابن رشد - (۱۱۹۸)

۱۷ - ابن تینین اندلسی - (۱۲۶۹)

۱۸ - ابن باجہ اندلسی - (۱۱۲۸)

۱۹ - ابن خلیل عروسی - (۷۹۱)

۲۰ - ابو الجعد - (۱۱۸۰)

(۸۵۰) نے گزنہ راگ کو فیثاغوری ہیئت و قواعد

پہلے مشہور عرب موسیقار ابن مسجور رومی موسیقی کی

کوشش سے جو موسیقی تیار ہوئی - وہ ایرانی

موسیقی کا جین امتزاج تھا۔

تیرھویں صدی کا ایک برطانوی مُغنی، والٹر اڈنگٹن، اپنی تحریرات میں عرب اساتذہ موسیقی کا ذکر بڑے فخر سے کرتا ہے۔

تمام اموی و عباسی خلفا موسیقی کے دل دادہ تھے۔ خلیفہ عمرو بن عبدالعزیز (اموی) چند سُرور کے بھی موجد تھے، مامون کے دربار میں عرب بڈل اور سُوسن کے علاوہ ابراہیم موصلی، اسحاق بن ابراہیم موصلی، یحییٰ مکی اور کئی دیگر امان موسیقی موجود تھے۔ ابراہیم کا ماہانہ مشاہرہ دس ہزار درہم تھا۔ فرڈیرک دوم کے تمام درباری موسیقار عربی النسل تھے۔ سپین میں جب کسی شہر میں کسی شادی یا تہوار پر گانے والوں کی ضرورت محسوس ہوتی تو قرطبہ یا غرناطہ سے عرب گانے والوں یا دالیوں کو بلایا جاتا تھا۔

عرب ماہرین موسیقی نے یورپ پہ گہرا اثر ڈالا۔ اور وہاں ان کی تصانیف کے تراجم ہونے لگے۔ مثلاً :

۱۔ جالینوس و ارسطو نے بھی موسیقی پر کتابیں لکھی تھیں۔ جنہیں جُہین نے عربی میں منتقل کیا تھا۔ ان عربی تراجم کو بعض یورپی اہل قلم نے لاطینی میں پھنایا۔

۲۔ الفارابی کی کتاب موسیقی کو جُہیرارڈ (۱۱۸۷) اور جُہین (۱۱۲۷)

نے لاطینی میں منتقل کیا۔

۳۔ اینڈریو اپاک (۱۵۲۰) اور جُہین نے بوعلی سینا کی کتب موسیقی

کو لاطینی میں ڈھالا۔

۴۔ مائیکل سکاٹ (۱۲۳۲) نے ابن رشد کی اُس کتاب کا لاطینی ترجمہ

کیا۔ جو اُس نے ارسطو کی کتاب موسیقی پر بطور شرح لکھی تھی۔

۵۔ قسطنطین افریقی نے عربوں کی جن کتابوں کا ترجمہ کیا تھا۔ اُن میں ایک موسیقی پر بھی تھی۔

۶۔ یورپ کے ایک عالم Gundi Salvus (۵۰۔۱۳۰) کی تصنیف Divisione Philosophiae میں ایک باب موسیقی پر ہے۔ جو الفارابی کا لفظی ترجمہ ہے۔

۷۔ راجر بیکن (۱۲۹۴) کی کتاب Opus Tertium میں ایک باب موسیقی پر ہے۔ اس میں وہ اقلیدس و بطلمیوس کے ساتھ ساتھ سینا و فارابی کی آرا بھی پیش کرتا ہے۔ والٹر ڈیگلسن (۱۲۸۰) اپنی تصنیف

De Speculatione Musicae میں اور اینگل برٹ (۱۳۲۱) اپنی کتاب De Musica میں سینا کی آرا کو بڑی وقعت دیتا ہے۔ ۸۔ مٹراویہ (چکوسلاویہ) کے ایک عالم جیروم نے تیرھویں صدی میں موسیقی پر De Musica کے عنوان سے ایک کتاب لکھی تھی۔ جس میں ایک باب فارابی پر ہے۔

۹۔ رابرٹ بکھورڈ (۱۲۷۹) ریمینڈن (۱۳۱۵) سائمن ٹن سٹیڈ (۱۳۶۹) اور آدم دی نیوڈا (۱۳۹۰) نے جو کچھ موسیقی پر لکھا۔ وہ عرب اساتذہ سے ماخوذ تھا۔

۱۰۔ عیسیٰ بن اسحاق یہودی نے بوعلی سینا کی قانون کو جس میں موسیقی پر بھی بحث ہے، عبرانی میں منتقل کیا تھا۔

۱۱۔ ایک اور یہودی ابراہیم بن حیثہ (۱۱۳۶) نے ابو القلّت اُمیہ (۱۱۳۴) کی ایک کتاب کا جو موسیقی پر تھی، عبرانی میں ترجمہ کیا۔

۱۲۔ چند اور یہودیوں نے بھی عربی کتب کو عراقی میں ڈھالا تھا جن میں سے مشہور یہ ہیں۔ موسیٰ بن یحییٰ (۱۱۸۲) ابن عقیل (۱۲۲۶) اور اسحاق طبرستانی (۱۲۶۷)

”راجہ کچھن اور آیلہ لارڈ آف بائقہ اپنے طلبہ سے کہا کرتے تھے کہ اگر علم سیکھنا ہے۔ تو یورپ کے مدارس سے نکل کر عربوں کی درسگاہوں میں جاؤ۔“

سہلی میں علم کی نہریں

عرب دنیا کے جس خطے میں بھی پہنچے۔ اپنی تابدار تہذیب، لازوال، علوم و فنون اور روشن روایات ساتھ لے گئے۔ یہ ہر جگہ ابو رحمت بن کر برے اور دلوں کی ویران و برباد بستیوں کو بہار ستانوں میں بدل گئے۔

جہاں تیرا نقش قدم دیکھتے ہیں

خیابان خیابان ارم دیکھتے ہیں (غالب)

ایک زمانہ تھا۔ کہ ہر سو مسلمانوں میں کم از کم پانچ اہل قلم ہوتے تھے۔ جن کی زبان، نوکِ بکلت، شخصیت اور کردار سے علم و عرفان کی نہریں بہتی تھیں۔ آج ان کی تعداد ستر کروڑ کے قریب ہے۔ لیکن کہیں کوئی رازی، سینا، کندی، فارابی اور رومی نظر نہیں آتا۔ بہاریں چلی گئیں۔ نہریں سوکھ گئیں اور قلب و دماغ منجمد ہو گئے۔

رفتہ رفتہ اس قدر بربادی محض ہوئی
مشتہر دنیا کے دیوالوں میں یہ منزل ہوئی
گوسپلی میں مسلمانوں کا قیام مختصر سا تھا۔ لیکن اس قلیل عرصے میں بھی
انہوں نے وہاں بڑے بڑے علما پیدا کیئے۔ جنہوں نے مختلف موضوعات پر گراں
قدر کتابیں لکھیں۔ مثلاً :

نام	سال وفات	تصانیف
-----	----------	--------

قرآن

- | | | | |
|-----|--------------------------------|------|------------------------------|
| ١ - | ابو طاهر اسمعيل بن خلف | ١٠٦٥ | ١ - كتاب الاكتفاء في القراءة |
| ٢ - | ابو عبد الله محمد بن ابى الفرج | - | ٢ - كتاب العذبان في القراءة |
| | الذكي المازري | ١١٢٢ | كتاب الاستبصار (قرأت) |
| ٣ - | ابن فحام | ١١٢١ | ١ - كتاب التجريد (قرأت) |
| | | | ٢ - مفردات القرآن |
| ٤ - | ابو عمر وعثمان بن علي السرقوسي | | كتاب مخارج الحروف |
| ٥ - | حجة الدين ابن ظفر الصقلي | ١١٦٥ | ١ - تفسير كبير |
| | | | ٢ - ينبوع الحيات |
| | | | ٣ - فوائد الوحي |
| | | | ٤ - في احكام الآلئيه |
| | | | ٥ - في شرح اسماء الحسنی |

- ۶ - محمد بن خراسان ۹۹۷
 ۱ - تفسیر
 ۲ - اغراب القرآن
 ۳ - کتاب النسخ والنسخ

حدیث

مختلف تذکروں میں سلسلی کے تقریباً چالیس محدثین کا ذکر ملتا ہے۔
 سلسلی کا فاتح قاضی اسد بن فرات (۲۸۰ھ) بھی ایک بلند پایہ محدث اور حدیث
 میں امام مالک کا شاگرد تھا۔ چند اور نام یہ ہیں :

- ۱ - ابو بکر علی بن داود سمطاری ۱۰۷۲
 ۲ - ابو بکر محمد بن سابق (سابق) ۱۰۸۲
 ۳ - ابو عبد اللہ محمد بن علی بن عمر
 التیمی ۱۱۴۲

کتاب المعلم
 (شرح صحیح مسلم)
 اس کتاب پر ڈاکٹر گرنی نے ایک
 طویل مقالہ لکھا تھا۔

فقہ

تذکروں میں اندازاً پینتیس فقہاء کے نام ملتے ہیں۔ چند نام یہ ہیں :

- ۱ - ابو محمد عبد الحق بن محمد
 بن یارون السہمی ۱۰۶۴
 ۲ - آلائہ تندرک علی البراذعی
 ۱ - تہذیب المطالب

۳ - التکلیف والفروق

۱ - شرح المدونه

۲ - علم الفرائض

۲۰۵۹

۲ - ابن یونس الصقلی

۳ - ابو عبد اللہ فخر الدین

محمد بن محمد الصقلی

۴ - ابن الحکار الصقلی

۱۳۲۷

کتاب التنبیخ

۱ - شرح المدونه

۲ - الاثقاد

۱ - مطول التهذیب

۲ - مختصر التهذیب

۵ - ابن براذعی قیروانی

الکلام

۱ - کتاب المعادات

۲ - کتاب التسخیر

۱ - ایضاح البرهان

۲ - کتاب الکشف والاینباه

(غزالی کی تردید)

۳ - نظم الفرائد فی علم العقائد

۱۱۶۵

۱ - ابن ظفر الصقلی

۱۱۲۶

۲ - امام محمد بن مسلم مازنی

تصوف

تذکروں میں صرف بارہ صوفیاء کے حالات ملتے ہیں۔ ان میں مشہور ترین ابو بکر

محمد بن احمد (۹۱۷ھ) ابو الحسن علی حریری (۹۳۱ھ) ابو القاسم عتیق بن محمد (۱۰۳۱ھ)

اور ابو القاسم البکری تھے۔ آخر الذکر کی ایک تصنیف الزوار العقیلیہ کا ایک نسخہ لیڈن میں بھی موجود ہے۔

تاریخ و سیرت

- ۱ - ابن حمدیس ۱۱۳۵ تاریخ الجزيرة الخضراء
- ۲ - شیخ البوقیق سنطاری ۱۰۷۲ ۱ - اخبار الصالحین - دس جلد
۲ - اخبار العلماء
- ۳ - ابو علی حسن بن یحییٰ تاریخ الصقلیہ
- ۴ - ابن القطار الصقلی ۱۱۲۲ ۱ - تاریخ الصقلیہ
۲ - الدرّة النخضرہ
- اس میں سبلی کے ایک سو بستر شعرا کے حالات ہیں۔
- ۳ - کتاب السیف
- ۴ - کتاب الابیہ
- ۵ - کتاب العروم والقوافی
- ۶ - الحواشی علی صحاح الجوهری
- ۱ - خیر البشر
- ۲ - اعلام النبوة
- ۳ - سلوان المطارح
- دحریری کے رنگ میں ادبی کتاب جس کا
- ۵ - ابن طغر الصقلی

درستی و اصلاحی زبان میں سنہ ۱۹۵۷ میل امیری

۱۔ کتاب الفجر

۲۔ کتاب الجود

۳۔ کتاب الفصاح

۴۔

الانوار فی نظم و النثر
(معارف شرا و ادب کے حالات)

زبان و لغت

۱۔

۱۔ کتاب الشذور فی اللغة

۲۔ دیوان

۳۔ کتاب المسادی

۴۔ میزان العمل

(مثنیٰ پہلی کتاب لغت پر ہے)

۱۰۲۶۔ کتاب الفصوص

کتاب الافان - تین جلد - (اس کا ایک

نسخہ میلان اور سرارام پور اور تیسرا

اسکریل میں ہے)۔

شعرا

سہلی میں شعرا کی تعداد کافی زیادہ تھی۔ اُن میں سے ابو العرب مصعب (۱۱۱۴) ابن السوسی اور ابن خذئین (۱۱۳۵) نے کافی شہرت حاصل کی۔ ابن حمدیس کا دیوان ۱۰۹۲ء میں پازمو سے اور ۱۰۹۶ء میں رومہ سے شائع ہوا۔

طب

یوں تو سہلی میں لاتعداد اطباء تھے۔ لیکن صرف تین کی طبی وغیر طبی تصانیف باقی رہ گئی ہیں۔ یعنی :

- ۱ - ابو محمد عبدالسلام بن ابراہیم ۱۳۲۲ کتاب الجراحة
- ۲ - احمد بن عبدالسلام ۱ - کتاب الاطباء

(اس کا ایک نسخہ لیڈن اور ایک تونس میں ہے)

- ۲ - شرح ار جوزه
- ۳ - البوسعی بن ابراہیم المتبحر فی الداوی (ایک نسخہ پیرس میں)

متفرق

- ۱ - ابن خوقن ۹۷۵ بطور تباح۔ سہلی میں آیا تھا۔
- اس کا سیاحت نامہ کتاب الاموال والجمالیات سہلی کے ذکر

سے شروع ہوتا ہے۔

۲۔ ابن جُبیر (۱۲۱۸ء) کے سفرنامہ رَحْلَةُ ابْنِ جُبَيْر کی ابتدا بھی سِسلی کے حالات سے ہوتی ہے۔ یہ حصہ ۱۸۴۶ء میں فرانسیسی ترجمہ کے ساتھ پیرس سے شائع ہوا تھا۔ ۱۸۵۲ء میں پورا سفرنامہ فرانس سے نکلا۔ ۱۹۰۶ء میں رِگب میموریل نے بڑے اہتمام سے اس کا ایک ایڈیشن نکالا۔

۳۔ ادریسی (۱۱۶۶ء) راجر دوم (۱۱۰۵ء - ۱۱۵۴ء) کا درباری عالم تھا۔ اس نے جغرافیہ کی مشہور کتاب اِخْتِرَاقُ الْاَفَاق ... راجر ہی کے لیے تصنیف کی تھی۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ روم سے ۱۲۹۲ء میں شائع ہوئی تھی اور اس کا اطالوی ترجمہ ۱۶۱۹ء میں نکلا تھا۔

۴۔ ابن بشری نے کیمیا و صنعت پر دو کتابیں ”بِسْرُ الْکِیْمِیَا اور عَمَلُ الْاَصْبَاحِ وَاِیْتِدَادُکَ نام سے لکھیں۔

۵۔ سعید بن فتحون شجرة الحکمة اور تعبدیل العلوم کے مصنف تھے۔

۶۔ خلفائے فاطمی کے ایک سفیر شیخ جمال الدین نے ایک کتاب ابن زور

کے نام سے فریڈرک دوم (۱۲۱۲ء - ۱۲۵۰ء) کے لیے لکھی تھی۔

۷۔ اسی فریڈرک نے قدامتِ عالم اور رُوح کے متعلق چند سوالات

سپین کے ایک فلسفی ابن سبعین (۱۲۶۱ء) سے پوچھے تھے۔ ان کے جواب میں

ابن سبعین نے ایک کتاب المسائل العقلية لکھ کر بھیجی تھی۔

سِسلی کے مترجمین

سِسلی میں بھی بعض ایسے یہودی و عیسائی علما تھے۔ جنہوں نے عربوں

کی چند کتابوں کو لاطینی و غیرہ میں منتقل کیا تھا۔ مثلاً :-

۱۔ قطنطین افریقی نے تقریباً اسی کتابوں کو لاطینی میں منتقل کیا۔
 ۲۔ فرقوط (فرج بن سالم) نے راندی کی الحادی کا ترجمہ کیا۔
 ۳۔ موسیٰ یہودی نے، جو پلرمو کا باشندہ تھا، بقراط کے عربی تراجم کا ترجمہ کیا۔

۴۔ مائیکل سکاٹ (۱۲۳۵ء) نے، جو فرٹیرک دوم کا دربار کا کاتب اور اسطو کے تمام طبیعی عربی تراجم کو لاطینی لباس پہنایا۔
 کچھ ترجمے اٹلی میں بھی ہوئے تھے۔ مثلاً:

۱۔ شیفن نے علی عباس ایرانی کے تراجم کیے۔
 ۲۔ ۱۲۰۰ء میں اقتر سیس نے جالینوس کے ایک عربی نسخہ کو لاطینی میں تبدیل کیا۔

۳۔ ۱۲۵۵ء میں بنا قنہ یہودی نے ابن رشد کے تراجم کیے۔
 ۴۔ ۱۲۸۰ء میں وینس کے پرا دیسیس نے ابن زہر کے کتاب التیسر کو لاطینی میں منتقل کیا۔

۵۔ اٹلی کے ایک اور فاضل اینڈریو آپاگو (۱۵۲۰ء) نے سینا کا تاون نیز دو اور کتابوں کا ترجمہ کیا۔

یہ ترجمے صدیوں بطور نصاب استعمال ہوتے رہے۔

سلسلی کے متعلق مآخذ

سلسلی کی سیاسی و ادبی تاریخ کے لیے ان مآخذ کی طرف رجوع فرمائیے۔
 ۱۔ طبقات الشافعیہ - شبکی

۲۲۴-۲۵ میراث

- ۲۔ معجم البلدان - یاقوتی
- ۳۔ معالم الایمان - ابن ناجی
- ۴۔ کتاب الجبر - ذہبی
- ۵۔ تاریخ کبیر - ابن عساکر
- ۶۔ دیباج المذہب - ابن فرحون
- ۷۔ ترتیب المدارک - قاضی عیاض
- ۸۔ بغیۃ الوعاه - سیوطی
- ۹۔ رحلة ابن جبر
- ۱۰۔ کتاب المساک والممالک - ابن خول

عربی علوم انگلستان میں

۱۹۴۰ء کے آغاز میں ڈاکٹر برنارڈ ٹوٹس نے ”انگلستان اور عربی علوم“ کے موضوع پر بی۔ بی۔ سی لنڈن سے چھ تقریریں نشر کی تھیں۔ جن کی ایک نقل مجھے بھی بھیجی گئی تھی۔ ان تقاریر کا حاصل درج ذیل ہے۔

عربوں نے سپین اور سہلی میں ایک ایسی شاندار تہذیب کی پنا ڈالی جس کی نظیر دنیا میں کہیں اور موجود نہ تھی۔ عربوں کے بعد بھی ان کا اثر مدتوں باقی رہا۔ ان کے جانشین عیسائی بادشاہ دوسو برس تک عربی لباس پہن کر عربی بولتے اور عربی میں پڑھتے پڑھاتے رہے۔ عربی علوم کے حصول کا شوق اس حد تک تھا کہ طلباء دور دور سے عربی درسگاہوں میں آتے تھے۔ گو سپین اور انگلستان کے درمیان ایک ہزار میل تک بحر اوقیانوس پھیلا ہوا تھا۔ اور کشتیوں میں سفر

از بس خطرناک تھا۔ تاہم برطانیہ کے شائقین علم سپین، سسلی، مصر اور بغداد
بمک جاتے تھے۔

۱۔ بارہویں صدی میں ہاتھ شہر کا ایک باشندہ جس کا نام ایڈلارڈ تھا،
حصول علم کے لیے اسلامی ممالک میں گیا، عربی میں مہارت پیدا کی اور بعد ازاں
زندگی بھر عربی کتابوں کو لاطینی میں منتقل کرتا رہا۔

۲۔ طامس براؤن نے عربی علوم خصوصاً فقہ میں وہ مہارت پیدا کی کہ اُسے
سسلی کے ایک مسلم فرمانروا نے اپنا قاضی بنایا تھا۔

۳۔ چیسٹر شہر کا رابرٹ بارہویں صدی میں سپین پہنچا، علم ریاضی میں مہارت
پیدا کی۔ اور پھر متعدد عربی کتابیں لاطینی میں منتقل کیں۔

۴۔ ڈینیئل مارلے مدتوں سپین میں پڑھتا رہا۔ وہاں سے جب واپس لوٹا
تو عربی کتابوں کا ایک انبار ساتھ لے گیا۔ جنہیں شائقین نے ہاتھوں ہاتھ لیا۔

۵۔ مائیکل سکاٹ بھی ایک برطانوی باشندہ تھا۔ جس نے سسلی میں تعلیم
پائی۔ ارسطو کا عربی سے ترجمہ کیا۔ اور خود بھی کیمیا و ہیت پر کتابیں لکھیں۔

راجہ بکین عربی کا بہت بڑا فاضل اور عربی علوم کا از بس دلدادہ تھا۔

اس کے کارناموں پر صفحات گزشتہ میں کافی بحث ہو چکی ہے۔

چاسر (۱۴۰۰ء) اور لیڈ گیٹ (۱۴۵۱ء) انگلستان کے مشہور شعرا تھے۔ اور

عربی علوم و تہذیب کے از بس مداح۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ انگلستان

کے پہلے پریس پبلیکیشن میں سب سے پہلے عربی کی ایک کتاب کا انگریزی ترجمہ

طبع ہوا تھا۔ اس کتاب کا نام مختار الحکم تھا۔ جو مصر کے ایک امیر مہشیر بن

فاتک کے قلم سے نکلی تھی۔ اور ترجمہ کا نام تھا۔

اصل کتاب ابھی تک طبع نہیں ہوئی۔ اس کا ایک مخطوطہ ہالینڈ کے ایک کتب خانے میں موجود ہے۔ اس کا ترجمہ یورپ کی بعض دیگر زبانوں میں بھی ہوا ہے۔

علمائے برطانیہ نے عربی علوم کے سلسلے میں کیا خدمات سرانجام دیں اس کا مختصر سا جائزہ حاضر ہے۔

۱۔ وینیم بیڈل (۱۵۶۱-۱۶۲۲) کہا کرتا تھا۔ کہ صحیح علم کے لیے عربی سیکھنا ضروری ہے۔ اُس کا وہ مقالہ آج بھی موجود ہے۔ جس میں اس نے عربی سیکھنے پر زور دیا تھا۔ اس نے چند اور کتابیں بھی لکھی تھیں۔ مثلاً :

۱۔ سات جلدوں میں ایک عربی لغات تیار کیا تھا۔ جو ابھی تک شائع نہیں ہوا۔

۲۔ اُن عربی الفاظ کی فہرست تیار کی تھی جو یورپ کی مختلف زبانوں کا حصہ بن چکے ہیں۔

۳۔ قرآنِ عظیم پر چند کتابیں لکھیں۔

۲۔ ایڈمنڈ کاسل (۱۶۰۶-۱۶۸۵) کیمبرج میں پروفیسر تھا۔ اس کی تصانیف یہ ہیں :

۱۔ سامی زبانوں کا لغات اٹھارہ برس میں تیار کیا۔ یہ کتاب ۱۶۶۹ء میں چھپی۔

۲۔ عربی کی اہمیت پر ایک کتاب لکھی۔

۳۔ اپنی عربی نظموں کا دیوان مرتب کیا اور اسے شاہ چارلس دوم (۱۶۶۰ء)

(۱۶۸۵ء) کی طرف منسوب کیا۔ ایڈمنڈ شاعر تھا اور عربی میں شعر کہا کرتا تھا۔

۳۔ جان گریوز (۱۶۰۲-۱۶۵۲) آکسفورڈ میں علمِ ہیئت کا پروفیسر تھا۔

نے عربی علوم کے لیے مصر و بغداد کا سفر کیا۔ اور پھر :-

۱۔ عربی صرف و نحو لکھی

۲۔ عربیوں کی چند کتب ریاضی ایڈٹ کیں۔

۳۔ عربیوں کی ریاضی پر چند کتابیں لکھیں۔

اس کا بھائی طامس گریوڈ بھی عربی کا فاضل اور چند مقالات کا خالق تھا۔

۴۔ سیموئل کلارک (۱۶۷۵-۱۷۲۹) نے عربی عروض پر ایک مقالہ لکھا

اور بلا د عرب کا ایک لغات تیار کیا۔

۵۔ جان سلڈن (۱۵۸۴-۱۶۵۴) برطانیہ کا مشہور قانون دان جو

برسوں پارلیمان کا ممبر بھی رہا، عربی علوم کا گرویدہ تھا۔ اس نے عربی مخطوطات

کا بہت بڑا ذخیرہ فراہم کیا۔ نیز عربی کی ایک تاریخی کتاب کا ترجمہ بھی کیا۔

۶۔ ایڈورڈ پوکاک (۱۶۰۴-۱۶۹۱) وٹیم بیڈول کا شاگرد تھا۔ بچپن

ہی سے عربی کا گرویدہ تھا۔ ۱۶۳۰ء میں یہ حلب پہنچا۔ اور وہاں کے ایک عالم

شیخ فتح اللہ سے پانچ سال پڑھتا رہا۔ واپسی پر عربی کتابوں کی ایک خاصی

تعداد ساتھ لایا۔ ۱۶۳۶ء میں آکسفورڈ یونیورسٹی میں عربی کا پروفیسر مقرر ہوا۔ ایک

سال بعد دوبارہ عربی درسگاہوں میں گیا۔ چار برس اور تعلیم حاصل کی۔ ۱۶۴۱ء

میں لوٹا۔ اور باقی زندگی تدریس و تصنیف میں گزار دی۔ پہلے سفر میں یہ شام سے

انجیر کا ایک پودا بھی ساتھ لایا تھا۔ جو اس نے آکسفورڈ کے احاطے میں لگا دیا

تھا۔ اب یہ درخت جوان ہو چکا تھا۔ پوکاک اسی کے ساتھ میں بیٹھ کر کتابیں

لکھتا تھا۔ اس کی تصانیف یہ ہیں :

۱۔ ابو الفرج بن سالم یہودی کی تاریخ المختصر فی الدول کا خلاصہ لکھا۔

(طبع ۱۶۴۹) بعد میں ترجمہ بھی کیا۔

- ۲ - طغرائی کی عربی نظم لایمۃ البعجم کی شرح لکھی۔ طبع ۱۶۶۱ء۔
- ۳ - کثیر تعداد میں عربی موضوعات پر مقالے لکھے۔
- ۴ - اس کے بعض غیر مطبوع مسودات باڈلین یونیورسٹی میں محفوظ ہیں۔
- ۵ - پوکاک (۱۶۴۸ - ۱۷۲۷) ایڈورڈ پوکاک کا بیٹا اور ہم نام تھا۔ عربی سے محبت ورثے میں ملی تھی۔ اس کی تصانیف یہ ہیں :
- ۱ - عبداللطیف کی تاریخ مصر کا ترجمہ کیا :
 - ۲ - نیز ابن طفیل کی ایک کتاب کو انگریزی میں ڈھالا۔
- ۸ - پریڈو Prideaux (۱۶۴۸ - ۱۷۲۸) نے رسول اکرم صلم پر ایک کتاب لکھی۔
- ۹ - چاپلو Chappelow (۱۶۸۲ - ۱۷۶۸) نے طغرائی کی لایمۃ البعجم اور حریری کی مقامات کا انگریزی ترجمہ کیا۔
- ۱۰ - کارلائل (۱۷۹۵ - ۱۸۸۱) نے ایک بغدادی سیاح سے جو کیمبرج میں آگیا تھا۔ عربی پڑھی۔ اور پھر بعض عربی نظموں کو انگریزی میں منتقل کیا۔
- ۱۱ - سائمن آفکلے (۱۶۷۸ - ۱۷۲۰) پوکاک کا شاگرد تھا اور کیمبرج میں عربی کا پروفیسر تھا۔ اس کی تصانیف یہ ہیں :
- ۱ - اسلام کی سیاسی و تمدنی تاریخ - تین جلد
 - ۲ - ابن طفیل کی حسی بن یقظان کا انگریزی ترجمہ
 - ۳ - اسلامی علوم کی اہمیت پر ایک کتاب
- ۱۲ - جارج سیل (۱۶۹۷ - ۱۷۳۶) ایک وکیل تھا۔ جس نے اوقات فراغت میں عربی پڑھی۔ اور پھر قرآن کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔
- ۱۳ - سر ولیم جونز (۱۷۴۶ - ۱۷۹۳) نے عرب کے بدوں اور ولایوں پر

- ۲۔ طغرائی کی عربی نظم لَامِیۃُ الْعَجَم کی شرح لکھی۔ طبع ۱۶۶۱ء۔
- ۳۔ کثیر تعداد میں عربی موضوعات پر مقالے لکھے۔
- ۴۔ اس کے بعض غیر مطبوع مسودات باڈلین یونیورسٹی میں محفوظ ہیں۔
- ۵۔ پلوکاک (۱۶۴۸-۱۷۲۷) ایڈورڈ پوکاک کا بیٹا اور ہم نام تھا۔ عربی کے محبت ورثے میں ملی تھی۔ اس کی تصانیف یہ ہیں :
- ۱۔ عبداللطیف کی تاریخ مصر کا ترجمہ کیا :
- ۲۔ نیز ابن طفیل کی ایک کتاب کو انگریزی میں ڈھالا۔
- ۸۔ پریڈو Pridcaux (۱۶۴۸-۱۷۲۸) نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک کتاب لکھی۔
- ۹۔ چاپلو Chappelow (۱۶۸۳-۱۷۶۸) نے طغرائی کی لَامِیۃُ الْعَجَم اور حریری کی مقامات کا انگریزی ترجمہ کیا۔
- ۱۰۔ کارلائل (۱۷۹۵-۱۸۸۱) نے ایک بغدادی سیاح سے جو کیمبرج میں آگیا تھا۔ عربی پڑھی۔ اور پھر بعض عربی نظموں کو انگریزی میں منتقل کیا۔
- ۱۱۔ سائمن آونکے (۱۷۷۸-۱۸۲۰) پوکاک کا شاگرد تھا اور کیمبرج میں عربی کا پروفیسر تھا۔ اس کی تصانیف یہ ہیں :
- ۱۔ اسلام کی سیاسی و تمدنی تاریخ - تین جلد
- ۲۔ ابن طفیل کی حسی بن یقظان کا انگریزی ترجمہ
- ۳۔ اسلامی علوم کی اہمیت پر ایک کتاب
- ۱۲۔ جارج سیل (۱۶۹۷-۱۷۳۶) ایک وکیل تھا۔ جس نے اوقات فراغت میں عربی پڑھی۔ اور پھر قرآن کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔
- ۱۳۔ سر وئیم جونز (۱۷۴۶-۱۷۹۲) نے عرب کے بدوں اور وہابیوں پر

ایک کتاب لکھی۔ نیز عربی امثال کا ترجمہ کیا۔

۱۵۔ جی۔ ایچ۔ ہنڈلے نے مذہبی کتابوں کی حالت انگریزی میں لکھی۔

۱۶۔ ای۔ ڈبلیو۔ لین (۱۸۰۱-۱۸۷۶) مصر میں تین سال رہا۔ وہاں سے

عربی سیکھی اور پھر :

۱۔ عربی الفہام کا انگریزی ترجمہ کیا۔

۲۔ مصریوں پر ایک کتاب لکھی۔

۳۔ ۱۸۴۲ء میں عربی لغات لکھنا شروع کی۔ اس پر پچیس سال صرف کیے

لیکن مکمل نہ ہو سکی۔

۱۷۔ ایڈورڈ ہنری پامر (۱۸۲۰-۱۸۸۲) کیمبرج کا پروفیسر اور عربی زبان

کا شاعر بھی تھا۔ اس کے دو شعر صفحات گزشتہ میں نقل ہو چکے ہیں۔ اس نے

میں جب شاہ ایران نے برطانیہ کا دورہ کیا۔ تو پامر نے اس سیاحت پر اردو

میں ایک مضمون لکھا تھا۔ جو ہندوستان کے ایک رسالے میں شائع ہوا تھا۔ اس

کی تصانیف یہ ہیں :

۱۔ مصری شاعر بہاؤ الدین زہیر کا منظوم انگریزی ترجمہ

۲۔ عربی گرامر

۳۔ ہارون الرشید کے سوانح

۴۔ فارسی لغات

۵۔ صحرائے سینا کے حالات

۶۔ کیمبرج لائبریری کے عربی و فارسی مخطوطات کی فہرست

۷۔ کئی عربی و فارسی کتابوں کا انگریزی ترجمہ

۸۔ پروفیسر ولیم رائٹ (۱۸۲۰-۱۸۸۹) کی تصانیف یہ ہیں۔

- ۱۔ ابن جبیر کا سفر نامہ
- ۲۔ عربی گرامر۔ دو جلد
- ۳۔ مُبْتَدِیٰ کی الکامل ایڈیٹ کی۔
- ۴۔ الْمُقَرَّرِ کی تاریخ اندلس کی اشاعت میں۔
ڈوئیزی (۱۸۸۲) کا اہم حصہ بٹایا۔
- ۱۹۔ رابرٹ سن سینتھ (۱۸۴۶-۱۸۹۴) کیمبرج میں عربی کا پروفیسر تھا۔
کچھ عرصہ کے لیے انسائیکلو پیڈیا برطانیکا کا چیف ایڈیٹر بھی رہا۔ اس نے زمانہ
جاہلیت اور عرب میں رسوم نکاح پر کئی کتابیں لکھیں۔
- ۲۰۔ سمر ویتیم میوٹر (۱۸۱۹-۱۹۰۵) اسلامی تاریخ احضورِ مسلم کے سوانح
اور حفاظت پر کئی کتابوں کا مصنف ہے۔
- ۲۱۔ ولفرڈ کینٹ (۱۸۴۰-۱۹۲۲) عربی زبان میں گفتگو بھی کر سکتا تھا۔
اس نے عراق و نجد پر کتابیں لکھیں اور سب سے مملکت کا انگریزی ترجمہ کیا۔
مذکورہ بالا اہل قلم کے علاوہ بیسیوں اور ہیں۔ جنہوں نے یا تو مختلف عربی
کتب کے ترجمے کیے۔ اور یا اسلامی موضوعات پر مستقل کتابیں لکھیں۔ مثلاً آرٹلڈ
اے۔ اے۔ بیون، سرچارلس لائل، لین پول، مارگولیتھ، نکلسن، براؤن، آرمبری
وغیرہ۔ تقاضائے وقت یہ ہے کہ فرانس، اٹلی، جرمنی، سپین اور انگلستان کے
تمام ایسے علماء کی فہرست تیار کی جائے جنہوں نے یا تو کسی عربی کتاب کا ترجمہ
کیا تھا اور یا اسلامی تاریخ و تہذیب پر کچھ لکھا تھا۔

متفرق تراجم

قرونِ وسطیٰ میں یورپی اہل قلم نے طبع زاد کتابیں بہت کم لکھیں۔ ان کی

توجہ زیادہ تر تراجم کی طرف رہی۔ بیشتر تراجم کا ذکر صفحات گزشتہ میں ہو چکا ہے چند دیگر مترجمین کے نام یہ ہیں :

مترجم کا نام	سال وفات	کتاب	کس زبان میں ترجمہ کیا
۱۔ پیٹر آئیٹھ آف کلوئی	۱۲۸۰	قرآن	لاطینی
۲۔ یهود ابن سال اندسی	۱۱۹۰	چند عربی کتب	عبرانی
۳۔ سیمول بن یهود ابن سال اندسی	۱۲۳۲	ابن میمون کی چند عربی کتابیں	عبرانی
۴۔ موسیٰ بن طیتن		عربی اقلیدس، سینا کی قانون، ابن رشد کی مختصر شروح ارسطو	عبرانی
۵۔ یعقوب (سیمول کا پوتا)		چند عربی کتابیں	عبرانی
۶۔ یعقوب اناطولی	۱۱۹۲	ارسطو کی طویل شروح از ابن رشد	"
۷۔ شمس طاب (مارسلز)	۱۲۶۲	کتاب المنصوری از رازی	"
۸۔ آئیڈل ہارڈ	۱۱۲۶	خوارزمی کی الواح ہیت	لاطینی
۹۔ رابرٹ آف چنیٹر	۱۱۴۴	خوارزمی کی الجبرا	"
۱۰۔ پلاٹو آف ٹوآلی	۱۱۴۵ میں زندہ	ابراہیم بن حنیہ کی کتاب حساب	"
۱۱۔ جیرارڈ آف کریمونہ (اطلی)	۱۱۸۷	اسی عربی کتابیں (سینا - جالینوس - ارشمیدس - رازی - کندی - فارابی - ابن رشد وغیرہ)	"

۱۲۔ یہ تمام تفصیل ول ڈیورڈن کی ایچ آف فیثف سے حاصل کی گئی۔

بطروجی کی کتاب التیسیر
ارسطو کی کتاب الحيوانات
نیز متعدد طبعی و مابعد الطبعی
کتب عربی

۱۲ - مائیکل سکاٹ ۱۲۲۵

طاطیسی

سائنس کی چند کتابیں

۱۳ - جینر (اصلی) ۱۱۲۸

بطلمیوس کی کتاب المناظر
و النجیطنی

۱۴ - یوجین رسیلی ۱۱۵۴ میں زندہ

"

"

۱۵ - مارک کاسن زطیطامہ بارحویں صدی
حنین و حیش
کی تصانیف

"



یورپ کی حیاتِ ثانیہ

وحشی اور جاہل یورپ جہالت و بربریت کی دلدل سے کیسے نکلا۔ بعض متعصب
کو خستہ کیا۔ یورپ فی اہل قلم کا تجزیہ یہ ہے۔ کہ جب ۱۴۵۲ء میں سلطان محمد نے استنبول
ان کے ٹور علم سے یورپیوں سے یودی علما بھاگ کر یورپ کے دیگر حصوں میں پہنچے، اور
یہی یا علم تھے۔ تو استنبول پہ کیوں تار کی محیط رہی اشرقی رومہ میں ان کی روشنی
جگنو کا ایک سرشار رنگ نہیں تھا۔ وہ یورپ میں پہنچتے ہی علم کے آفتاب بن گئے۔ صحیح

بات وہی ہے۔ جو ڈریسپر، بریفالٹ اور ول ڈیوران جیسے مصنف مزاج علماء نے
کہی ہے۔ ان کے اقوال ملاحظہ ہوں :

۱۔ ”یورپ کی حیاتِ ثانیہ عربوں کی وجہ سے ہوئی۔ یورپ کی
حیاتِ نو کا گہوارہ اٹلی نہیں بلکہ سپین تھا۔ جس وقت یورپ جہالت
و بربریت کے تاریک ترین گڑبوں میں گرا ہوا تھا۔ اُس وقت
بغداد، قاہرہ، قرطبہ اور طلیطلہ سے وہ تہذیب و زندگی نمودار ہو
رہی تھی۔ جس نے بعد میں انسانی ارتقا کو اک نئی صورت دی۔“
(لمخص)

(تشکیلِ انسانیت ص ۲۲۷)

یہی نامنل ذرا آگے چل کر لکھتا ہے :-

”اگر عرب نہ ہوتے۔ تو عصرِ رواں کی مغربی تہذیب جنم ہی نہ لیتی۔
یورپی نشوونما کا کوئی پہلو ایسا نہیں جس میں اسلامی تہذیب کا یقینی
سُراغ نہ مل سکے۔۔۔۔۔ یہ صحیح ہے۔ کہ عربوں نے کوئی کارپرنیکی
یا نیوٹن پیدا نہیں کیا۔ لیکن عربوں کے بغیر کارپرنیکی یا نیوٹن کا پیدا
ہونا ناممکن تھا۔“
(لمخص)

(تشکیلِ انسانیت ص ۲۲۷)

ڈاکٹر ڈریسپر فرماتے ہیں :

”قرونِ وسطیٰ میں سائنس کی ترقی مسلمانوں کی بدولت تھی۔ اُس
وقت عیسائی دنیا پر جہل و ادہام کی تاریکی محیط تھی۔ اور انہیں
علمی مشاغل کی ہوا تک نہیں لگی تھی۔“ (معرکہِ مذہب و سائنس ص ۲۲۱)
بریفالٹ کہتے ہیں :

”بازنطینیوں نے ہزار سال گزار دیے اور تہذیب و ثقافت کے ارتقار میں کوئی حصہ نہ لیا۔۔۔۔۔ جس روشنی سے چراغ تہذیب پھر روشن ہوا، وہ رومی و یونانی ثقافت کے ان شراروں سے نہیں نکلی تھی جو یورپ کے کھنڈروں میں سلگ رہے تھے بلکہ اسے عرب اپنے ساتھ لاتے تھے۔“ (ملخص تشکیل ص ۲۳۴)

پروفیسر آرنلڈ لکھتے ہیں:

”عربی کتابوں کے سینکڑوں تراجم یورپ کی برباد زمین پر بارش بن کر برسے اور مختلف شعبہ سائے علم نے انگڑائی لی۔“

(میراث ص ۳۵۱)

بیان کا قول ہے:

”یورپ نے عربوں سے تہذیب حاصل کی۔ یورپ میں عربوں کے علوم سپین، سسلی اور اٹلی کی راہ سے پہنچے۔ اگر عربوں کا نام یورپ کی تاریخ سے نکال دیا جائے تو یورپ کی حیات ثانیہ کئی سو سال پیچھے جا پڑتی ہے۔“ (تمدن عرب ص ۵۱۳)

ایس۔ پی۔ سکاٹ کا ارشاد ہے۔

”فریڈرک دوم نے مسلمانوں کے سارے علوم یورپ میں پھیلانے۔ نتیجہ یہ ہے کہ جو ممالک اس کے زیر نگین نہیں تھے۔ ان میں بھی علمی تحریک پیدا ہو گئی۔۔۔۔۔ اور وہ یورپ جس پر اندھیرا چھایا ہوا تھا، ابن رشد کے فلسفہ، ابن بیطار کے علم نباتات، ابوالقاسم کے علم جراحی، ابن العوام کے علم زراعت اور ابن الخطیب کے علم تاریخ سے آشنا

ہو گیا یہ حقیقت ہے کہ عصرِ رواں کی تمام ایجادات و

برکات عربوں ہی کی طیفیل ہیں۔ (مخلص)

(اخبار الأندلس ترجمہ ہسٹری آف دی موریش امپائر)

(ج ۲ - ص ۵۸ و ۱۰۵)



چھٹا باب

ماضی، حال اور مستقبل

آپ اپنے تابدار و عظیم ماضی کی داستان پڑھ چکے ہیں۔ حال آپ کے سامنے ہے۔ اس وقت صورت حال یہ ہے۔ کہ مسلمان جہاں بھی ہیں، خواہ وہ آزاد ہیں یا غلام، علم میں پس ماندہ، اقتصادی لحاظ سے محتاج اور اخلاقی حیثیت سے کئی امراض میں مبتلا ہیں، سوال یہ ہے۔ کہ جو مسلمان ساری کائنات کو علوم و فنون، اخلاق، تہذیب اور تمدن کا درس دے رہا تھا۔ اسے یکایک کیا ہو گیا۔ کہ اس کے اعضا شل، حوصلے سرد اور دماغی قوا مفلوج ہو گئے۔ اس سوال کا کوئی اطمینان بخش جواب آج تک میری نظر سے نہیں گذرا۔ میرا تجزیہ ہے :-

اول - اسلام نے پہلی چھ صدیوں میں بڑے بڑے علماء و حکماء پیدا کیے تھے۔ انہوں نے نہ صرف یونانیوں کی میراث اخلاف کو دی تھی، بلکہ طبع زاد تصانیف کے بھی انبار لگا دیئے تھے۔ علم کے یہ دریا وادی حیات میں بہر چار سوراں تھے کہ دنیا نے اسلام پہ تاتاری آگ بن کر بر سے اور ہر خشاک و تر کو جلا گئے انہوں نے ہماری سلطنت کو ختم کر دیا۔ کتابیں جلا دیں اور تقریباً تمام علماء کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ظاہر ہے۔ کہ جن بچوں کا استاد قتل کر دیا جائے۔ اور ان کی ماتحت سے کتابیں چھین لی جائیں۔ وہ جاہل بن جائیں گے۔ اگر کوئی کسر رہ کٹی بھتی۔ تو وہ ایذا بلاء، فردینان، صلیبی عیسائیوں اور پادریوں نے پوری کر دی۔ ان لوگوں نے نقطہ

غزنائے، طلیطلہ، اشبیلیہ، تونس اور دیگر مقامات پر ہماری تقریباً ساٹھ لاکھ کتابیں جلا دیں۔ اور علمائے کرام کو قتل کر دیا۔ چند سو سال بعد جب اسلامی ممالک پر مغربی اقوام کا تسلط ہو گیا۔ تو یہ لوگ ایک خاص سازش کے تحت ہماری پچی کچھی کتابیں اپنے ہاں لے گئے۔ آج ہمارے اسلاف کی باقی ماندہ کتابیں بیڈن، لندن، پیرس، بین اور اسکوریل میں تو موجود ہیں۔ لیکن اسلامی ممالک میں بہت کم ملتی ہیں۔

دوم :- جوہنی ہم خوارزمی، سینا، جابر بن حیان اور الکندی جیسے علماء کی تصانیف اور اُن کے تلامذہ کے فیض سے محروم ہو گئے۔ تو ہمارا تصدیق علم مسخ ہو گیا۔ ہم فقہ، ادب، شعر، نحو، حدیث اور تفسیر ہی کو علم سمجھنے لگے اور تسخیرِ عین کا آئیڈیل نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ ہم اس حقیقت سے غافل ہو گئے۔ کہ زندگی روح و جسم ہر دو کا نام ہے۔ اسلام دونوں کی تربیت کرتا اور دنیا و آخرت ہر دو پر نظر رکھتا ہے۔ مسلمان کی تمام تر توجہ دنیا ئے دل کی طرف مبذول ہو گئی۔ اور وہ کائناتِ ارضی کے تمام الغامات سے محروم ہو گیا۔

سوم : گو اکیلیا، الجبرا اور ٹکنالوجی کے موجد ہم تھے۔ لیکن تدریس و تبحرِ علمی کو ہم ایک تحریک نہ بنا سکے۔ ہم نے اصلاحِ اخلاق اور درسِ قرآن پر توجہ نہ دے سکا۔ وعظ کیے۔ لیکن حصولِ طبعیات اور تسخیرِ کائنات پر ایک جملہ تک نہ کہا۔ پھر سائنس اور ٹکنالوجی میں رابطہ نہ قائم رکھ سکے۔ جابر بن حیان کے بعد سائنس زبانی زبانی پڑھاتے رہے۔ اور تجربات کے لیے کوئی تجربہ گاہ قائم نہ کی۔

چہارم : گو ہمارے سلاطین کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ لیکن ہارون، مامون، عبدالرحمان، اُتھم، نُوح بن منصور سامانی، ملک شاہ اور سُبحر کے سوا باقی کسی اور نے علم کی طرف توجہ ہی نہ دی۔ اگر دی بھی تو صرف شعر و موسیقی کی طرف توجہ یہ کہ اہل قلم فکرِ معاش میں اُلجھ گئے۔ اور تصنیف و تخلیق کے لیے وقت

زنگال کے۔

ایک زمانہ تھا۔ کہ تمام دنیا یونان کے گن گاتی تھی۔ اس کے بعد ایک ہزار
سال تک مشرق و مغرب پر ہم مستطربے۔ دنیا ہماری نقل و حرکت تھی۔
ہماری زبان بولتی، ہمارا لباس پہنتی اور ہمارے علوم پڑھتی رہی۔ آج تک تر پر
مغرب کا علم ہمارا ہے۔ ہر طرف مغربی تہذیب کا چرچا ہے۔ چین، جاپان، ملائیا
برما، جزائر شرق الہند، بھارت، پاکستان، ایران، افریقہ اور تمام عربی ممالک
کے طلبہ اعلیٰ تعلیم کے لیے یورپ یا ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں جاتے ہیں۔ ایشیا
اور افریقہ کے سرطاب العلم کو علم کی خاطر انگریزی، فرانسیسی، جرمن، ہانکھی پڑتی
ہے۔ کل دنیا کی قیادت ہمارے پاس تھی۔ ہماری اجازت کے بغیر کوئی پتہ تک
نہیں جاتا تھا۔ اور یورپ کے بڑے بڑے فرمانروا ہمارے باجگزار تھے۔ لیکن
آج دنیا کی سیادت یورپ کے پاس ہے۔ سوال یہ ہے۔ کہ کیا یہ صورت حال ہمیشہ
یونی رہے گی؟ جواب ہے، غالباً نہیں، قوموں کی طرح تہذیبوں کی بھی خاص عمر
ہوتی ہے۔ بعض اوقات ایک قوم کی تہذیب اس کے زوال کے ساتھ ہی ختم ہو
جاتی ہے۔ اس کی مثال مصر، بابل اور یونان ہیں۔ کہ جو ان اقوام کا سیاسی
زوال ہوا۔ ان کی تہذیبیں دم توڑ گئیں۔ اور کبھی کبھی بعد از زوال بھی باقی رہتی
ہے۔ مثلاً بھارت جو بارہ سو سال تک محکوم رہنے کے باوجود اپنی تہذیب سے
چمٹا رہا۔ یہی حالت اسلامی تہذیب کی ہے۔ کہ مسلسل مار کھانے کے بعد بھی زندہ
ہے۔ اور اب حیات ثانیہ کا خواب دیکھ رہی ہے۔

غربی تہذیب کا مستقبل

تہذیب مغرب کے چند روشن پہلو بھی ہیں۔ مثلاً اہل یورپ کلبے پناہ علم

ذوقِ تجسس، محنت، اپنائے وطن، سے محبت، آزادی سے اُلفت، تسخیرِ کائنات
کا جُتوں، صفائی، چمک، شوقِ تحیر، بلند فیہمت، تجربات، استقلال، جفا خیزی
شجاعت وغیرہ۔ لیکن کچھ خرابیاں بھی ہیں۔ جو اس تہذیب کو گھٹن کی طرح دکھ
رہی ہیں۔

اول : تیز رنگ و نسب، جو اس عہد تک بڑھ گئی ہے۔ کہ آج سے ایک
سال پہلے ایک سرخ جیشی کو امریکہ کی ایک درس گاہ میں داخل کرانے کے لیے
فوج بلانی پڑی۔ امریکہ کے صدر کینیڈی کو دسمبر ۱۹۶۳ء میں نیکنانہ کے اوتار دینے
نے محض اس لیے گولی مار دی۔ کہ وہ مساواتِ انسانی کا قائل تھا۔ لندن میں آٹے
دن اسی بنا پر پاکستانیوں اور امریکیوں پر حملے ہوتے۔ ہتے ہیں۔ یہی حال فرانس
اور سپین کا ہے۔ جنوبی افریقہ اور روڈیشیا میں گورنوں کی حکومت ہے اور یہ لوگ
اہل افریقہ کے لیے وبالِ جان بنے ہوئے ہیں۔ جنوبی افریقہ کو برطانیہ نے کاسن
دہلیتھ سے نکالا۔ اقوام متحدہ نے متفقہ قرار داد ماست پاس کی۔ لیکن اس پر
کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ بھارت کی طرح نسل کشی کی راہ پر بدستور رواں ہے۔ جدت
مسلمانوں کو ذبح کر رہا ہے اور وہ افریقیوں کو۔

ابنِ آدم کی یہ توہین نہ اللہ کو پسند ہے اور نہ اس کی مخلوق کو بے گناہوں
کا لٹوا انتقامِ فطرت کو آواز دے رہا ہے۔ اور ایک نہ ایک دن یہ مزیادہ سُنی
جائے گی۔

دوم :- مغربی تہذیب کی دوسری خرابی توہینِ عورت ہے۔ ان لوگوں نے
عورت کو خواہ وہ ماں ہو یا بیٹی، جنس بازار بنا رکھا ہے۔ آج وہاں پاک و نامانی و محنت
کا کوئی تصور باقی نہیں رہا۔ غیرت کا جنازہ نکل گیا ہے۔ اگر کسی گھر میں کوئی
باغیرت موجود ہے۔ تو اس کا کام بیوی کی بے راہ روی اور بیٹی کی آلودہ گردی

پہ کڑھنا ہے وہیں۔ لڑکی آج شام جیک کے ساتھ جا رہی ہے۔ کل جل کے ساتھ
اور پرسوں جم کے ساتھ ہوگی۔

یورپ میں ایک نوجوان کو شام گزارنے کے لیے عموماً اشیائے ذیل کی ضرورت
پڑتی ہے۔

اول : شراب کی بوتل۔ قیمت ستر روپے
دوم : نمکین اشیا، سوڈا وغیرہ۔ دس روپے
سوم : ٹیکسی بیس روپے
چہارم : سینیا دس روپے
پنجم : سگریٹ پانچ روپے
ششم : ہوٹل میں رات کا کھانا۔ چالیس روپے
ہفتم : مشاغل شب سے فارغ
ہونے کے بعد تحائف یا نقد پچاس روپے
میزان : دو سو ساٹھ روپے

کیا اتنی رقم ہر نوجوان روزانہ کا سکتا ہے؟ ظاہر ہے کہ نہیں، کیا وہ ان
اشیا کے بغیر زندہ رہ سکتا ہے؟ گناہ میں بڑی لذت ہوتی ہے۔ اس لذت کی
خاطر وہ یہ رقم یا تو کسی سے ادھار لے گا، یا ڈاکہ ڈالے گا اور اگر بے ہمت ہے۔ تو
چند روز کے بعد خودکشی کرے گا۔

یہی وجہ ہے۔ کہ یورپ میں خودکشی اور بینک لٹنے کے واقعات میں اضافہ ہو رہا
ہے۔ "پاکستان ٹائمز" مورخہ ۲۲ نومبر ۱۹۶۳ء میں یہ خبر درج تھی۔ کہ ریاستہائے
متحدہ جیسے خوشحال ملک میں یکم جنوری سے یکم نومبر ۱۹۶۳ء تک دس لاکھ افراد
نے خودکشی کی۔ کیوں؟ بھوک کی وجہ سے؟ امریکہ میں بھوک کہاں؟ اس کی وجہ

یا تو جذبہ رقابت ہو سکتا ہے۔ اور یا اسباب عیش کی نایابی۔
 فحش کاری کو یا تو حکومت روک سکتی ہے۔ اور یا رائے عامہ جس ملک
 میں یہ دونوں بندشیں موجود نہ ہوں۔ وہاں مرد و زن کا اختلاط بڑھتا جاتا ہے۔
 اور آخر کار ساری قوم اس دلدل میں ڈوب کر دنیا و مافیہا سے غافل ہو جاتی ہے۔
 نیرو کی قوم، ہندوستان کے مغلوں، بغداد کے آخری عباسیوں، کیا نیوں، ساسانیوں
 اور بابلیوں کے ساتھ یہ حادثہ پیش آچکا ہے۔ اور اگر یورپ نہ سنبھلا تو اس کا حشر
 بھی وہی ہوگا۔

جنسی آلودگی انسان کو ناکارہ، بے بہت اور قابل پسند بنا دیتی ہے۔ وہ
 زندگی کے حادثوں کو برداشت کرنے کے قابل نہیں رہتا۔ اور بالآخر ایک طاقتور
 دشمن کے سامنے گھٹنے ٹیک دیتا ہے۔

موسم : یورپی تہذیب کی تیسری خرابی "سیوانیت" ہے۔ حیوانیت سے
 مراد روحانی تقاضوں سے غافل ہو کر جسمانی لذتوں کے پیچھے بھاگنا ہے۔ انسان
 جسم و روح ہر دو کا مجموعہ ہے۔ جسم فانی ہے۔ اور روح ازلی و سرمدی، ہر جسمانی
 لذت کے ساتھ ایک دکھ وابستہ ہے، لیکن روح کی لذتیں الم سے نا آشنا ہوتی
 ہیں۔ فرض کیجئے کہ ایک پادری شام تک دس آدمیوں سے سکرٹ اور شراب چھڑا
 کر گھر آتا ہے۔ اور دوسری طرف ایک نوجوان شراب کے دس گلاس پی کر بکواس
 کرتا پھرتا ہے۔ فرمائیے کس کی لذت عمیق و پائدار ہے؟ ایک شخص دو روپے کا
 کر ایک روپیہ کسی اپانج یا اندھے کو دے آتا ہے۔ اور دوسرا کسی راہ رو سے دس
 روپے چھین لاتا ہے۔ کیئے ان میں سے خوش کون ہے؟ روح کو عمدہ موسیقی، خوبصورت
 نظاروں، بہاروں اور ادب پاروں سے بھی لذت ملتی ہے۔ لیکن یہ لذت پائدار نہیں
 عمیق اور مستقل لذت عبادت میں ہے، عبادت روح کو خدائے کائنات سے

ہم کلام اور نورین عرش کا ہم عنان بنا دیتی ہے۔ یہ رُوح کی قوت، زینت، عظمت اور زندگی ہے۔ یورپ اس لحاظ سے بد نصیب ہے۔ کہ وہ قوت کے اس عظیم سرمائے سے دور ہوتا جا رہا ہے۔ اور یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے۔ کہ جس جسمانی قوت کے ساتھ رومانی طاقت شامل نہ ہو۔ وہ ناکارہ ہو جاتی ہے۔

چھادم : یورپ کی چوتھی خرابی استعمار یعنی ایشیا کے ممالک میں ٹوٹ مار کرنا اور انہیں کمزور رکھنا ہے۔ یورپ نے دنیا کو دو حصوں میں تقسیم کر رکھا ہے اول ایشیا و افریقہ۔ ان کا فرض اہل یورپ کے لیے فائدہ پیدا کرنا اور ان کی مشینوں کے لیے خام مال مثلاً کپاس، چمڑا، پٹ سن، ربڑ وغیرہ بہم پہنچانا ہے۔ دوم یورپ و امریکہ، جن کا کام موٹریں اور فولادی مصنوعات ایشیا و افریقہ میں فروخت کرنا ہے۔ ایشیائی و افریقی اپنی پیداوار میں جتنا اضافہ کرتے ہیں۔ اہل یورپ موٹر یا ٹریکٹر کی قیمت اتنی ہی بڑھا دیتے ہیں۔ اگر ۱۹۳۲ء میں ایک زمین دار ہزار من گندم دے کر ایک موٹر خرید سکتا تھا۔ تو آج اُسے ایک موٹر کے لیے پانچ ہزار من فائدہ دینا پڑتا ہے۔ مطلب یہ کہ زرعی اقوام اپنی پیداوار میں کتنا ہی اضافہ کریں۔ وہ غریب تر ہوتی جائیں گی اور یورپ زیادہ امیر بنتا جائے گا۔ اس ٹوٹ کھوٹ کا اندازہ ایک ہی طریقے سے ہو سکتا ہے۔ کہ ایشیا و افریقہ کے تمام ممالک اپنے ہاں بھاری صنعتیں لگا کر اپنے خام مال کو گھر ہی میں استعمال کریں، لیکن اس میں یورپ کی موت ہے۔ اس لیے یورپ ایشیا میں بھاری صنعت کو روکنے کے لیے ہر قدم اٹھائے گا۔ خواہ وہ جنگ ہی کیوں نہ ہو۔ آج ایشیا کی اقوام جاگ اٹھی ہیں اور اپنے ہاں بھاری صنعتیں لگانے کی کوشش کر رہی ہیں۔ اگر وہ کامیاب ہو گئیں۔ تو یورپ میں فدا و مال خام کی قلت ہو جائے گی۔ اس کی صنعتوں کو نقصان پہنچے گا۔ آسودہ حالی رخصت ہو جائے گی۔ اُس کے اوقات فرصت کم

ہو جائیں گے۔ اسے علمی و ادبی تخلیقات کے لیے وقت نہیں ملے گا۔ اور یہ ہوگی
یورپ کی رجعتِ قہقہری۔ یعنی دورِ جہالت کی طرف واپسی۔

پنجم: وطنیت۔ اللہ نے انسان کو ایک باپ کی پشت سے پیدا کیا تھا۔
ہمارا فرض تھا۔ کہ ہم اس اخوت کو قائم رکھتے۔ لیکن جوہنی انسانی قیادت یورپ کے
ٹاٹھ میں آئی۔ اس نے انسان کو برطانیہ، فرانس، جرمنی، ایران اور افغانستان میں
بانٹ دیا۔ اور اس تقسیم کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ انسان انسان کا بیری بن گیا، انسانوں
کو مستحضر کھنے کے لیے مذہبِ محکم تر بن رشتہ تھا جسے یورپ نے ترک کر دیا۔

حجراتِ انسانی اور انسانی بنیادوں پر قومیت کی تعمیریں اٹھالیں۔ اور پھر ہر قوم دوسری
کی تخریب و تباہی کے منصوبے سوچنے لگی۔ صرف بیس برس کی قلیل مدت میں دو
تباہ کن جنگیں ہو چکی ہیں۔ پہلی جنگ (۱۹۱۴ - ۱۹۱۸) میں چھ کروڑ انسان زخمی یا
ہلاک ہوئے تھے اور دوسری (۱۹۳۹ - ۱۹۴۵) میں بارہ کروڑ۔

وطنیت، انسان کو خود غرض من، تنگ نظر اور منہمک بنا تی اور انسانیت کے
مقام بلند سے اٹھا کر فرقہ بندی کے جہنم میں پھینک دیتی ہے۔ یہ تصور کس قدر
ہوناک ہے۔ کہ ایک برطانوی کسی جرمن، اطالوی یا فرانسیسی کا بھلا سوچ
ہی نہیں سکتا۔ انسانیت کی یہ منزلِ ہیمنیت و بربریت کے زیادہ قریب ہے۔

بیشک آج یورپ کے پاس علم کے لامحدود خزانے ہیں۔ لیکن اُس کا علم تن پروری
عیاشی اور دوسروں کی تباہی پر صرف ہو رہا ہے۔ اس نے ابھی تک انسانیت کبریٰ
دنیا سے دل، عشق، اُلوہیت، انسان کی آفاقی و خدائی کے متعلق سوچا ہی نہیں۔ اس
نے علم کو ارتقاءِ انسانیت کے لیے استعمال ہی نہیں کیا۔ ادا اب ایک ایسی
جنگ کی علامات نمودار ہو رہی ہیں۔ جو یورپ کی تہذیب کو جلا کر رکھ دے گی۔
اور ممکن ہے۔ کہ کرۂ زمین سے زندگی ہی کو ختم کر دے۔

یہ درست ہے۔ کہ اسلام بھی تقسیم انسانیت کا قائل ہے۔ لیکن وہ انسانیت کو صرف دو گروہوں میں بانٹتا ہے۔ اول۔ مومن۔ جو الہامی ہدایات پر عامل ہوں، دوم۔ کافر جو خدا کے باغی اور اقدارِ سماویہ کے منکر ہوں، یہ کافر برائے نام مسلمانوں میں بھی ہوتے ہیں۔ اسلام خدائی نظام کا نام ہے۔ اور اس کا طرزِ عمل بالکل واضح ہے۔ وہ ہر نیک انسان کو اپنا بھائی سمجھتا ہے۔ خواہ وہ کالا ہو یا گورا ایرانی ہو یا تورانی، ہندی ہو یا چینی اور ہر بدکار کے خلاف لڑتا ہے۔ خواہ وہ اسلام کا نام لیوا ہی کیوں نہ ہو۔ ہمارے حضور صلعم نے حبشہ کے عیسائی بادشاہ نجاشی کی نمائندہ جنازہ مدینہ میں پڑھی تھی۔ اور شرقی روم کے شہنشاہ ہرقل کو لکھا تھا۔ کہ :-

”آؤ ہم اور تم اُن احکام پر عمل کریں۔ جو قرآن و تورات میں مشترک ہیں۔“

اسلام کا مقصد وحدتِ آدم تھا۔ اور یہ خط اس حقیقت پر شایع ہے۔ ہمارے بعض علماء نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہ نجاشی نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ لیکن واقعات اس روایت کی تائید نہیں کرتے۔ نجاشی ایک بادشاہ تھا۔ اگر وہ مسلمان ہو جاتا۔ تو ہمارے تمام مؤرخین اس واقعہ کو وضاحت سے بیان کرتے۔ پھر اُس کے اسلام کا کچھ نہ کچھ اثر اس کے اپنے گھر پر بھی پڑتا۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ نجاشی کے گھرانے میں کسی اور مسلمان کا سراغ نہیں ملتا۔ اُس کے تمام جانشین عیسائی تھے۔ اور حبشہ کا موجودہ فرمانروا اہیل ثلثی بھی عیسائی ہے۔

ششمار۔ شراب حیاتِ مغرب کا جزو بن چکی ہے۔ اس کے مفاسد سے کون آگاہ نہیں۔ یہ صحت کو بگاڑتی، حیوانی جذبات کو ابھارتی، بدکاری کی

ترغیب دیتی اور حلال و حرام کے تمام امتیازات کو ختم کر دیتی ہے۔ ایک شرابی کی کوشش ہی ہوتی ہے۔ کہ وہ تمام حرم گرجائیں۔ جن میں حُسن مستور ہے۔ اور تمام معاشرہ اس قدر بے حیا اور بے غیرت بن جائے۔ کہ اُس کا دست گستان ہر حسینہ کے دامن عصمت تک پہنچ سکے۔ مذہبی قیود یک طرفہ، صرف سماجی نقطہ نظر سے دیکھیں۔ کہ کیا یہ صورت حال گوارا ہو سکتی ہے :

۱۔ کہ زید گھر میں آنے اور اس کی بیوی بکر کے ساتھ ہم بستر ہو۔

۲۔ یا اس کی بیٹی کو کوئی شرابی استعمال کر رہا ہو۔

۳۔ یا اس کی بہن کسی رہگذر سے آنکھیں لڑا رہی ہو۔ عورت کی عظمت،

عصمت، مستوری اور عفت میں ہے۔ وہ ان صفات سے محروم ہو جائے۔ تو فحشہ اور فاحشہ کمالاتی ہے۔ شرعاً اس پر تھوکتے اور لعنت بھیجتے ہیں۔ شرابی کی کوشش یہی ہوتی ہے۔ کہ مذہب و معاشرہ کی یہ تمام قیود ختم ہو جائیں۔ اور تمام مستورات قحبہ بن جائیں۔ تاکہ وہ ہر پھوپھ کو توڑ سکے اور ہر گھاس سے پانی پی سکے۔

اس حقیقت پر دنیائے انسانی کی طویل تاریخ شاہد ہے۔ کہ ہر قوم کا زوال

اُس کے شرابیوں، عیاشیوں اور بدکاروں کی وجہ سے ہوا تھا۔ یہ عیاش لوگ، جفاکشی، استقلال، ثبات، صبر، ایثار، جان بازی، محنت اور سرفروشی جیسی صفات سے محروم ہو کر پٹتے اور ساری قوم کا بیڑہ ڈبو دیتے ہیں۔

شراب تہذیب مغرب کا جزو اعظم ہے۔ یورپ اب تک اپنی بعض خوبیوں

کی وجہ سے زندہ تھا۔ اب یہ خوبیاں کم ہو رہی ہیں۔ اگر یورپ نے سنبھالا نہ لیا۔ تو دیر و زود اس کی شان و شوکت کا جنازہ نکل جائے گا۔

ہفتم : مذہب کیا ہے ؟ یہ وہ راستہ ہے۔ جو انسان کے لئے خالق کا نام

نے تجویز کیا ہے۔ اس راستے پر چل کر انسان مندرجہ ذیل فوائد اٹھاتا ہے۔

۱۔ وہ اپنی زندگی کو خدا و خلق خدا کے لیے وقف کر دیتا ہے اور قدم بہ قدم انسانیتِ عظمیٰ کی منزل تک پہنچتا ہے۔

۲۔ وہ تمام اخلاقی و روحانی امراض مثلاً خود غرضی، حرص، حسد، رقابت جنسی آلودگی، بددیانتی، کذب و فریب وغیرہ سے محفوظ رہتا ہے۔

۳۔ وہ عدل و احسان کو شعار زندگی بنالیتا ہے۔

۴۔ قوت کے مأخذ دو ہی تو ہیں۔ کائنات اور رب کائنات۔ وہ دونوں مأخذ سے قوت حاصل کرتا ہے۔ تسخیر کائنات کے لیے علم اور صبرِ بیزاں کے لیے عشق سے کام لیتا ہے۔ عشق یعنی عبادت انسانی شخصیت کے لیے سنگار، نور، لورچ اور زندگی ہے اور اسی سے دلوں کو سکون و قرار دیتا ہے۔

یورپ نے مذہب کو سیاست سے الگ کر دیا ہے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ جس سیاست میں مذہب نہ ہو وہ درندگی و راہ زنی بن جاتی ہے۔ گزشتہ دو سو برس میں یورپ کی مختلف اقوام نے ایشیا و افریقہ میں حکومتیں قائم کیں۔ لیکن وہ کہیں بھی ایک سو برس سے زیادہ نہ ٹھہر سکیں۔ محکوم اقوام نے اُن کی لوٹ مار، درندگی، بے حیائی، نا انصافی، کذب و فریب اور تشدد کے خلاف وہ طوفان اٹھایا۔ کہ یہ سر پہ پاؤں رکھ کر بھاگیں اور اپنے گھروں میں جادُم لیا۔ آج برطانیہ، فرانس، اٹلی، بلجیم اور ہالینڈ اپنی تمام نوآبادیات سے نکل گئے ہیں۔ اور کروڑوں انسانوں نے چین کا سانس لیا ہے۔

کسی وقت اسلام نے بھی نوآبادیات قائم کی تھیں۔ ہم عرب سے نکل کر جنوب میں ملتان، شمال میں بحیرہ اسود، مشرق میں چینی ترکستان اور مغرب میں مراکش اور سپین تک پہنچے تھے۔ ہم سپین میں آٹھ سو برس رہے۔ ہند پر ہزار سال حکومت کی۔ اور عراق، شام، فلسطین، ایشیائے خود، ایران، افغانستان

مصر، لیبیا، تونس، الجیریا اور مراکش بدستور ہمارے قبضے میں ہیں۔ ان ممالک کے باشندوں نے ہماری حکومت کو، جس کی بنا عدل و احسان اور علم و عشق پر رکھی گئی تھی۔ اور جس کا مقصد انسان کا رالطہ اللہ سے قائم کرنا تھا۔ اس قدر پسند کیا، کہ انہوں نے ہماری تہذیب و مذہب تک کو اپنا لیا اور اس طرح من و نور کا امتیاز مٹ گیا۔ انگریز اپنے تمام علوم و فنون اور ایجادات و صنائع کے باوجود ہندوستان میں ایک سو سال سے زیادہ نہ ٹھہر سکا۔ اور دوسری طرف ہمارا پرچم ایشیا و افریقہ کے بڑے بڑے خطوں پر چودہ سو برس سے لہرا رہا ہے۔ یہ برکت ہے صرف مذہب کی۔ جس نے عدل و احسان، خدمت خلق، انکسار، قناعت، درویشی، علم نوازی اور تحقیق و تجسس کو ہماری زندگی کا جزو بنا دیا تھا۔ اور ہم دوسرے ممالک میں ٹوٹ کھوٹ کے لیے نہیں، بلکہ صرف خدمت و راہنمائی کے لیے جاتے تھے۔

اسلام کا مستقبل

تہذیب کیا ہے؟ اس سوال کے بے شمار جوابات ہمارے سامنے ہیں۔ کسی نے موسیقی و مصوری کو تہذیب سمجھا۔ کسی نے بُت تراشی و بُت پرستی کو اور کسی نے رقص و بادہ کو۔ لیکن اسلام کا تصور تہذیب سب سے جداگانہ ہے۔ لفظ ”تہذیب“ کے معنی ہیں ”سجانا۔ آراستہ کرنا اور حسین بنانا“ ہمارے ہاں ہر وہ تصور اور عمل جزو تہذیب ہے۔ جو ہماری شخصیت کو حسین اور ہمارے تمدن کو عظیم بنائے۔ نیز ہماری دنیا و آخرت ہر دو کو سنوارے۔ ہماری تہذیب کے اجزا دو ہی ہیں۔ علم اور عشق۔ علم سے مراد ہے:-

۱۔ علم کائنات، تاکہ ہم فولاد، سٹیم، بجلی اور ایٹمی قوت سے مُسلح ہو کر
شیاطین کا مقابلہ کر سکیں۔ اور کرۂ ارض کو امن و سکون کا گہوارہ بنائیں۔
۲۔ علم تاریخ، تاکہ اُن اسباب و علل کو سمجھ سکیں، جو اقوام ماضیہ کے
زوال کا باعث بنیں۔

۳۔ شعر و ادب، جغرافیہ، معاشیات، ریاضیات، قانون، فلسفہ، زراعت
تعمیرات، لسانیات، اخلاق، سیاست، افلاک، بحار و جبال وغیرہ کا علم،
تاکہ کسی پہلو میں لاعلمی ہماری پس ماندگی کا سبب نہ بن جائے۔

۴۔ خدا و مخلوق کے حقوق کا علم تاکہ معاشرہ میں اُبتری نہ پھیل جائے۔
رہ عشق۔ تو اس کے عناصر ترکیبی دو ہیں۔ اول پاکیزگی اخلاق، یعنی
راست بازی، دیانت داری، عفت، انکسار، تواضع، حلم، میٹھی گفتگو، ہر
مزد کا احترام، احسان، انفاق، ایثار، خدمتِ خلق اور ہر گناہ سے اجتناب۔
دوم۔ اللہ کی عبادت، اس سے شخصیت میں مقناطیسیت، پیشانی میں

چمک، آنکھوں میں نور اور دل میں سرور پیدا ہوتا ہے۔ کائنات کی تمام مخفی طاقتیں
جو پھولوں میں رنگ، پھلوں میں رس، بہاروں میں حسن، گھٹاؤں میں مستی اور انجم
میں نور بھرتی ہیں۔ مُطیع و معاون بن جاتی ہیں۔ دماغ کا تعلق دنیائے اثیر سے قائم
ہو جاتا ہے۔ اور وہاں سے سکون و قرار کی شبنم خیابانِ دل پر مسلسل برستی رہتی
ہے۔ عبادتِ انسانی شخصیت کا سب سے بڑا سنگھار ہے۔ کس قدر حسین ہیں۔
وہ لوگ جو ہر روز کئی بار آستانِ ذوالجلال پر حاضر ہو کر اس کے قدموں پر سر جھکاتے
ہیں۔ اور جب وہ سر اٹھاتے ہیں۔ تو تمام کائنات کو اپنے سامنے سر بسجود پاتے ہیں۔
یہ وہ لوگ ہیں جو زندگی کے معنوم و منزل کو پا گئے ہیں۔ اور اس حقیقت سے آگاہ
ہو چکے ہیں۔ کہ کاروانِ حیات کا رخ قبر کی پستیوں کی طرف نہیں بلکہ عرشی بلند یوں کی

طرف ہے۔ قطرے کا کمال یہ ہے کہ وہ سمندر میں گر کر سمندر بن جائے۔ اور انسان کا کمال یہ کہ وہ منزل بہ منزل یزداں تک پہنچ جائے۔

وَإِنَّا إِلَىٰ ذَٰبِكَ الْمُنْتَهَىٰ (قرآن)

(اے انسان تیری آخری منزل اللہ ہے)

دنیا کے مختلف گروہوں پر نظر ڈالو، کوئی درودن کے پیچھے ہلکان ہو رہا ہے۔ کوئی شراب و رقص پر سر رہا ہے، کسی کی نظر انڈونیشیا کے رہڑ پر ہے۔ اور کسی کی ایران و عرب کے تیل پر۔ لیکن مسلمان کا کعبہ صرف ایک ہے۔ یعنی اللہ۔ یہ علم کے زور سے کائنات کو مسخر کرتا اور کند عشق جبریل و یزداں پر پھینکتا ہے۔ یہی اس کی زندگی، خودی اور تہذیب ہے۔

خودی کی جلوتوں میں مُصْطَفَا ئِ

خودی کی خلوتوں میں کَبْرِیَا ئِ

زمین و آسمان و کرسی و عرش

خودی کی زد میں ہے ساری خدائی

آج انسان ظواہر کے پردے بٹھا کر باطن کی طرف جا رہا ہے اور وہ دن دور نہیں، جب وہ زندگی کی حقیقت اور منزل بہرہ کو پا لے گا۔ اور اُس پر یہ بات کھل جائے گی، کہ عشق شباب زندگی ہے اور یہ رقص و شراب عذاب زندگی

گزشتہ ایک سو سال ہمارے تاریخ کا تاریک ترین زمانہ تھا۔ اس عرصے میں یورپ کی مختلف اقوام اسلامی ممالک پر چھا گئیں اور مسلمانوں کو مفلس، اوباش اور جاہل بنا دیا۔ ان ممالک میں ریلوں اور سڑکوں کا جال بچھا کر ساری دولت گھر لے گئیں، رڈسا اور حکام اعلیٰ سے مذہب چھین کر انہیں شراب و رقص کا عادی بنا دیا۔

سے جن اے علی۔ اور

پہلے، منہ لگا کر انگریزی بولنے، شراب

پینے کے یہ صورت حال اکثر اسلامی ممالک میں آج

مستقبل سے ایسی نہیں ہوں۔ یورپ کی عریاں،

کے خلاف نفرت ہم گہر ہے۔ آج سے چار ماہ پہلے

ایک حکم کے دے اپنے وسیع ملک میں رقص بند کر

شاعر اور مفکر اس لعنت کے خلاف لڑ رہے ہیں۔

ذی ترہوی جاری ہے۔ شمالی افریقہ کی اسلامی

کے ایک آزاد ہو چکی ہیں، ترک چالیس برس تک مذہب

عراق، شام اور جارجیا

اس لیے وہ بدستور غلطی اثرات کی گرفت میں ہیں۔ لیکن

کے ماننے سر جھکانا ہی پڑے گا۔

کے ذمہ داری سب سے زیادہ پاکستان

کے بڑی اسلامی سلطنت ہے۔ اور ہم نے

کے لیے حاصل کیا تھا۔ گویا یورپ زدہ لوگوں کی خاصی تعداد

کے تمام اقدارات سے دور ہے۔ لیکن یہ دور عبوری

کے مبلغین و مفسرین کا وہ ہجوم ہے۔ اخبارات و

کے فوج و تعزین اس رفتار سے نکل رہی ہیں۔

کے اور مابعد اس تیزی سے آباد ہو رہی ہیں۔

کے اُجڑ جائیں گے، شہستانوں

کی شعلیں بجھ جائیں گی اور اسلامی تہذیب علم و عشق کی شعلیں ہاتھ میں لیے یوں ابھر جائے گی۔
 کہ ساری کائنات میں اُجالا ہو جائے گا۔

یورپ کے پاس بے شک علوم طبعی موجود ہیں۔ لیکن وہ دولت عشق سے نا آشنا ہے۔ اور علم و سیاست کی کوئی منزل عشق کا بدل نہیں بن سکتی۔ یورپ کو اپنی تہذیب کے کھوکھلے پن اور بے جان ہونے کا شدید احساس ہو چکا ہے۔ یہ اپنے نوجوانوں کی خرمستیوں، رنگ و رسل کے جھگڑوں، خواتین کی کجراہیوں اور فراوانی دولت کے تنازع سے گھبرا اٹھا ہے۔ اور راہِ فرار تلاش کر رہا ہے۔ یورپ کو صرف ایک تہذیب بچا سکتی ہے۔ اور وہ ہے اسلام کی عظیم، توانا، صحت مند اور طاقت ور تہذیب۔ اور میرا اندازہ یہ ہے۔ کہ بالآخر یورپ کو یہ کرنا ہی پڑے گا۔ یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے۔ کہ جس تہذیب کے پیچھے مادی قوت نہ ہو۔ وہ دنیا پر اثر انداز نہیں ہو سکتی۔ پس اسلامی ممالک کو فوراً یہ قدم اٹھانے چاہئیں۔

اول : سائنسی علوم کے فروغ کے لیے ہر ممکن کوشش۔
 دوم : بھاری صنعتوں کا قیام۔ جب تک اسلامی ممالک میں فولاد کے بڑے بڑے پل اور موٹریں، توپیں وغیرہ ڈھالنے کے کارخانے نہیں ہوں گے وہ ہمیشہ یورپ کے محتاج رہیں گے۔

سوم - درسگاہوں میں ایسی کتابوں کی تدبیریں جو انسان کا رابطہ کائنات کے عظیم ترین مخزنِ توانائی یعنی اللہ سے قائم کریں۔
 چارم - اہل قلم کی سرپرستی کہ وہ فکرِ معاش سے بے نیاز ہو کر تخلیقِ علم کر سکیں۔

پنجم : قیامِ صلوٰۃ
 ہمارے حضورِ معلم نے ہمیں بشارت دی تھی۔ کہ آخری زمانے میں تمام دنیا

ہمارے حضورِ معلم نے ہمیں بشارت دی تھی۔ کہ آخری زمانے میں تمام دنیا

اسلام قبول کرے گی۔ اور یہ دور چالیس سال تک رہے گا۔ غالباً اس پیش گوئی کے
ظہور کا وقت قریب آ رہا ہے۔ ۱۹۱۸ء میں روئے زمین پر ایک بھی اسلامی سلطنت
موجود نہیں تھی۔ اور آج قیس سے زیادہ ہیں۔ ان میں سے ہر ملک روایاتِ ماضی کو زندہ
کرنے اور ترقی کی دوڑ میں آگے نکلنے کے لیے بے قرار ہے۔ اور یہ علامات ایک
روشن مستقبل کی غماز ہیں۔

کھول آنکھ زمین دیکھ، فلک دیکھ، فضا دیکھ مشرق سے اُبھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ
اُس جلوہ بے پردہ کو پردوں میں چھپا دیکھ بے تاب نہ ہو معرکۂ بیم ورجا دیکھ
آئینہٴ آیام میں آج اپنی ادا دیکھ
مجھے گامزن تری آنکھوں کے اشارے دیکھیں گے تجھے دُور سے گردوں کے ستارے
ناپید ترے بحرِ تخیل کے کنارے پہنچیں گے فلک تک تری آہوں کے شرارے
تعمیرِ خودی کر اثرِ آہِ رسا دیکھ

وَاجْعِدْ عَوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ



مآخذ

- ١ - طبقات
 - ٢ - وفيات الأعيان
 - ٣ - تاريخ الحكماء
 - ٤ - معجم الأدباء
 - ٥ - معجم البلدان
 - ٦ - كتاب الخطط والآثار
 - ٧ - الفخري
 - ٨ - كتاب السلوك
 - ٩ - نفح الطيب
 - ١٠ - رحلة
 - ١١ - كتاب المسالك والممالك
 - ١٢ - تاريخ كبير
 - ١٣ - معالم الإيمان
 - ١٤ - طبقات الشافعية
 - ١٥ - عيون الأنباء في طبقات الأطباء
 - ١٦ - تذكرة الأولياء
 - ١٧ - طبقات سلاطين الإسلام
 - ١٨ - المأمون
 - ١٩ - تاريخ صقلية
 - ٢٠ - أخبار الأندلس
- ابن سعد
ابن خلكان
القفطي
ياقوت حموي
مقرئ
ابن الطقطقي
المقرئ
ابن جبير
ابن حوقل
ابن عساکر
ابن ناجي
مبكي
ابن أبي أصيبعة
عطار
عباس اقبال
علامه شبلي
سيد رياست علي ندوي
منشی خلیل الرحمان

محمد مارٹن یوک کپتھال

نیکلسن

ہیٹی

ایمن فارس

ترجمہ از سید علی بلگرامی

از مولانا ظفر علی خان

ترجمہ از مولانا عبد المجید سالک

ول - ڈیورن

پارس - اے - مور

ہنڈرک وان لون

برنارڈ ٹومس

ڈبلیو - این - ریچ

جیمز شاٹ ویل

گیزٹ

۲۱ - تہذیب اسلامی

۲۲ - تاریخ ادب عربی

۲۳ - تاریخ عرب

۲۴ - میراث عرب

۲۵ - تمدن عرب (موسیویلی بان)

۲۶ - معرکہ مذہب و سائنس

(ڈاکٹر ڈریپر)

۲۷ - تشکیل انسانیت

(رابرٹ بریفاٹ)

۲۸ - ایچ آف فیتھ

۲۹ - فلسفہ و تہذیب در شرق و غرب

۳۰ - انسائیکلو پیڈیا آف اسلام

۳۱ - " " " " برطانیکا

۳۲ - نیو شیڈرڈ انسائیکلو پیڈیا

۳۳ - انسائیکلو پیڈیا آف یوزفل انفارمیشن

۳۴ - نوع انسان کی کہانی

۳۵ - انسائیکلو پیڈیا آف انگلش لٹریچر

۳۶ - چھ لکچر

۳۷ - تاریخ عالم

۳۸ - انٹرڈکشن ٹو دی مہتری آف ویسٹرن یورپ

۳۹ - تاریخ انگلستان

- ۴۰ - شمارچ ہیررڈ آف ہسٹری
 ۴۱ - دی آڈٹ لاین آف ہسٹری
 ۴۲ - تاریخِ عالم ایک نظر میں
 ۴۳ - بیڈیول اینڈ ماڈرن ہسٹری
 ۴۴ - میراثِ اسلام
- اے۔ ایچ۔ سٹرننگ
 ایچ۔ جی۔ ویلز
 جوزف ری ٹھکر
 فیلپ۔ وی۔ این۔ مائٹسن
 آرٹلڈ والفریڈ



سوانح ہی سوانح

انبیائے قرآن جلد اول، محمد جمیل ایم اے

روپے

" " جلد دوم

" " جلد سوم

انوار الانبیا، ادارہ تصنیف و تالیف

" " " انوار اصغیا

انوار اولیا رئیس احمد جعفری ندوی

حضرت علی ابن ابی طالب ارمان سرحدی

امام ابو حنیفہ تصنیف ابو زہرہ (مصر) ترجمہ رئیس احمد جعفری

" " آثار امام شافعی

آثار امام محمد و امام ابو یوسف تصنیف ابو زہرہ (مصر)

ترجمہ رئیس احمد جعفری

امام جعفر صادق تصنیف ابو زہرہ (مصر)

ترجمہ رئیس احمد جعفری

حیات حافظ ابن قیم تصنیف عبدالعظیم ترجمہ غلام احمد

حیات امام ابن حزم - ابو زہرہ ترجمہ غلام احمد حریری

امام مالک تصنیف ابو زہرہ ترجمہ علیہ اللہ سندھی

سیرت آئمہ اربعہ رئیس احمد جعفری

شیخ غلام علی اینڈ سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، پبلشرز

لاہور ○ حیدر آباد ○ کراچی





زندہ روز

①

حیات اقبال کا تشکیلی دود

زندہ روز

②

حیات اقبال کا واسطی دود

زندہ روز

③

حیات اقبال کا اختتامی دود

سوانح اقبال کی ترتیب کا تین جلدوں پر مشتمل یہ سلسلہ کتب
جاوید اقبال کی ذہنی و فنی کی تحقیق کا نتیجہ ہے۔ تینوں جلدوں
عالم اقبال کی نجی اور فکری زندگی کے حقیقی معنوں میں
شہنائی کے لیے ایک کلید کی حیثیت رکھتی ہیں۔ پس
حیات اقبال کے موضوع پر اگر آپ کسی مستند تحریر کا مطالعہ کرنا
چاہتے ہیں تو اس سلسلہ کتب سے استفادہ کیجیے، کیوں کہ یہ
اقالیات اس باب میں ایک اچھوتا اضافہ ہے!

شیخ غلام علی نیدسٹر (پرائیٹ) لمیٹڈ پبلشرز
کراچی

محدر آباد